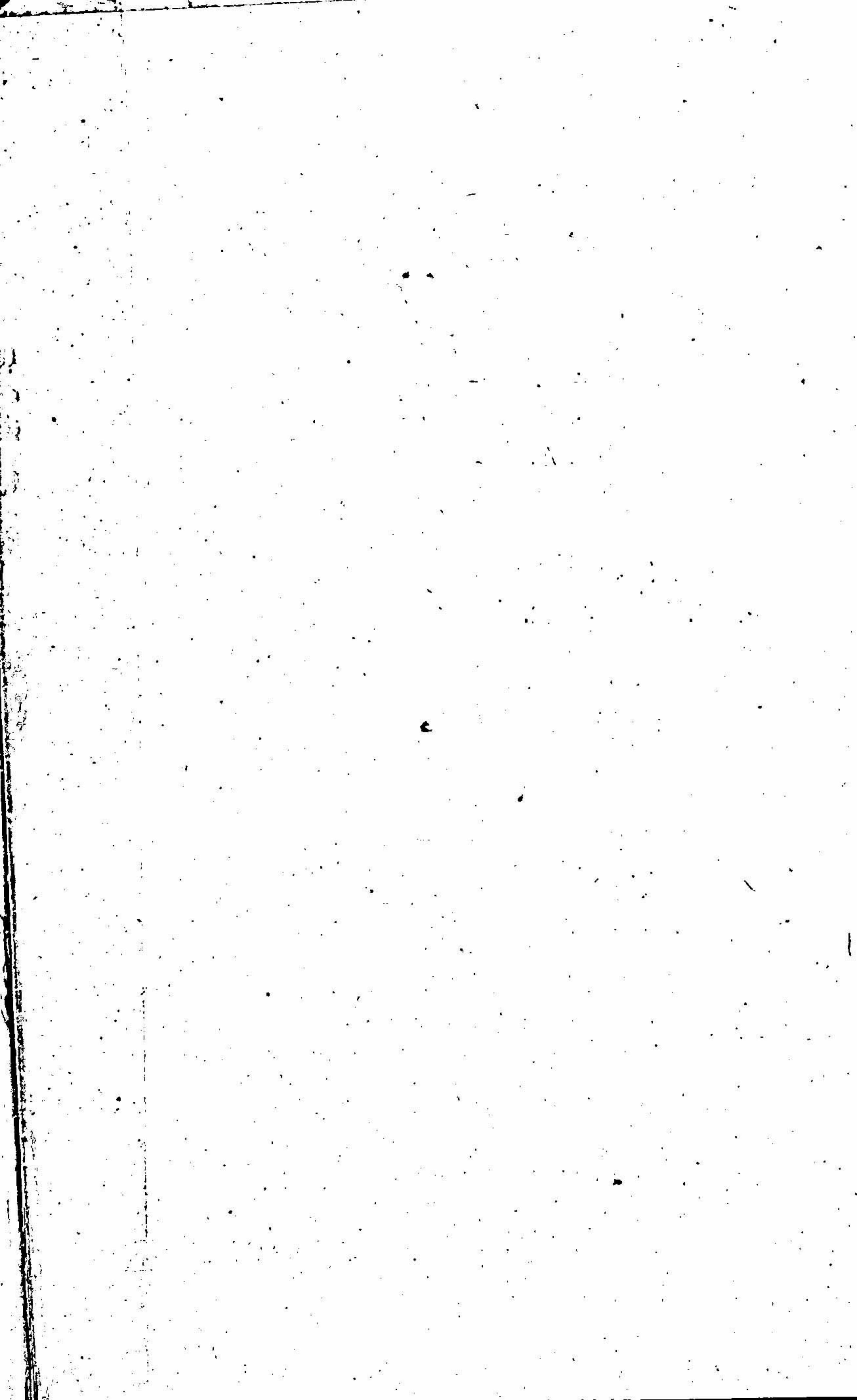


# ہماری عظیم تہذیب

ڈاکٹر غلام جیلانی برق



# ہماری عظیم تہذیب

( اسلامی تہذیب کی بصیرت افروز داستان۔  
جس کا مطالعہ الین اے۔ بی اے اور ایم اے  
کے طلباء اسلامیات کے لیے خصوصاً مفید  
ثابت ہوگا۔ )

ڈاکٹر غلام جیلانی برقی

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز

لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی



## جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

اس کتاب کے جملہ حقوق بحق شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز محفوظ ہیں۔ اس کتاب کا مکمل یا کوئی بھی حصہ کسی طرح بھی نقل نہیں کیا جاسکتا۔ اشاعت کی غرض سے مکمل یا جزوی طور پر اس کتاب کی فوٹو کاپی بھی نہیں کی جاسکتی۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوگی کی جائے گی۔

### ALL RIGHTS ARE RESERVED

No part of this book may be reproduced or utilized in any form or by any means, electronic or mechanical, including photocopying and recording or by any information storage and retrieval system, without the written permission of the publisher.

۲۹۷۹۰۹

۸۵۱

۹۷۹۷۳

شیخ نیاز احمد

غلام علی پرنٹرز، اشرفیہ پارک،  
فیروز پور روڈ، لاہور

طابع:

مطبع:



مقام اشاعت:

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز

199- سرکلر روڈ، چوک انارکلی، لاہور۔ 54000

فون: (042) 37352908

کراچی فون: (021) 32722784

# ادارہ معارف اسلامیہ کیمپوور

(۱۲)

- ۱ - بانی : سید خالد محمود - ام اے - سی ایس پی -  
 ۲ - سرپرست : سردار منظور احمد خان اناری چیئرمین - ڈسٹرکٹ کونسل -  
 (ڈپٹی کمشنر) - کیمپوور  
 ۳ - صدر : لفٹیننٹ کمانڈر - پروفیسر ظہور احمد - ام اے -  
 پی ایس (ر) پرنسپل - گورنمنٹ کالج - کیمپوور  
 ۴ - ارکان :

- ۱ : علامہ پروفیسر زاہد الحسینی  
 ۲ : ملک محمد اسلم خان وائس چیئرمین - ڈسٹرکٹ کونسل - امک -  
 ۳ : ملک نور محمد خان - چیئرمین آفیسر ڈسٹرکٹ کونسل -  
 ۴ : پروفیسر محمد مسعود ام اے -  
 ۵ : پروفیسر سعد اللہ خان کلیم ام اے -  
 ۶ : غلام جیلانی برقی -

(نوٹ) یہ ادارہ ڈسٹرکٹ کونسل کیمپوور کی زیر نگرانی و نوازش  
 سے چل رہا ہے۔

# مصنف کی دیگر تصانیف

۱۶ : حرفِ محرمانہ	۱ : دو قرآن
۱۷ : اللہ کی عادت	۲ : حکمائے عالم
۱۸ : بھائی - بھائی	۳ : دو اسلام
۱۹ : من کی دنیا	۴ : امام ابن تیمیہ - انگریزی
۲۰ : یورپ پر اسلام کے احسان	۵ : امام ابن تیمیہ - اردو
۲۱ : دانش رومی و سعدی	۶ : آئینِ فطرت
۲۲ : اسلام اور عصرِ رواں	۷ : لمعاتِ برق
۲۳ : مسائل نو	۸ : ایک اسلام
۲۴ : دانشِ عرب و عجم	۹ : جہان نو
۲۵ : فلسفیانِ اسلام	۱۰ : پیامِ ادب
۲۶ : مورخینِ اسلام	۱۱ : انفعال
۲۷ : رمزِ ایمان	۱۲ : گلہائے ایران
۲۸ : کئی سو مقالات و مضامین	۱۳ : حیاتِ سکندر
۲۹ : دائرہٴ معارفِ اسلامیہ - پنجاب	۱۴ : ہم اور ہمارے اسلاف
یونیورسٹی کے لیے ۱۰ مقالات کا ترجمہ	۱۵ : فرمانِ روایانِ اسلام

# فہرست

۱۳	عرفِ اول	: ۱
۱۷	تہذیب کیا ہے ؟	: ۲
۲۰	تہذیب و آقدار -	: ۳
۲۲	فطری قانون -	: ۴
۲۲	اسلامی تہذیب کی ہیئت میں تبدیلی -	: ۵
۲۳	بلند و پست تہذیب -	: ۶
۲۳	تہذیب نو کی تخلیق -	: ۷
۲۳	تہذیب معاشرہ -	: ۸
۲۵	اسلامی تہذیب کا عملی مظاہرہ -	: ۹
۲۶	تاریخ اور تہذیب -	: ۱۰
۲۶	زبان اور تہذیب -	: ۱۱
۲۹	تعلیم اور تہذیب -	: ۱۲
۳۰	علم کی منصفانہ تقسیم -	: ۱۳
۳۰	ہزاروں رومی -	: ۱۴
۳۱	صنعت اور تہذیب -	: ۱۵
۳۱	سیاست اور تہذیب -	: ۱۶

۳۲	اسلامی سیاست -	: ۱۷
۳۲	یورپ پر اسلامی تہذیب کا اثر -	: ۱۸
۳۶	روم کے اہل قلم -	: ۱۹
۳۷	جرمنی کا ادب -	: ۲۰
۳۸	انگریزی ادب -	: ۲۱
۳۹	یورپ میں عربی خط اور عربی راگ -	: ۲۲
۴۱	سلسلی کے عیسائی حکمران مسلمانوں کے بعد -	: ۲۳
۴۲	اسلامی تہذیب دیگر ممالک میں -	: ۲۴
۴۷	عربی کا اثر عالمی زبانوں پر -	: ۲۵
۴۹	عربی اور فارسی -	: ۲۶
۵۱	عربی اور ہندی -	: ۲۷
۵۱	یورپ میں عربی علوم کا شوق -	: ۲۸
۶۵	طویل کہانی -	: ۲۹
۶۵	یورپ میں عربی کتابوں کی اشاعت (انیسویں صدی)	: ۳۰
۶۸	بیسویں صدی کی مطبوعات -	: ۳۱
۷۳	عربی حکایات اور یورپ -	: ۳۲
۷۹	اسلامی تہذیب کے عناصر -	: ۳۳
۸۲	قرون وسطیٰ میں یورپ کی لائبریریاں -	: ۳۴
۸۲	اسلامی لائبریریاں -	: ۳۵
۹۵	اسلامی تہذیب سے در بڑے مرکز -	: ۳۶
۹۵	بغداد -	: ۳۷



۱۰۰	بیٹ الحکمت -	: ۳۸
۱۰۳	اُس دور کے مسلم علماء -	: ۳۹
۱۰۸	انڈس -	: ۴۰
۱۱۳	اموی خلفائے انڈس -	: ۴۱
۱۱۶	مسلمانان انڈس کے علمی کارنامے -	: ۴۲
۱۲۵	اسلامی تہذیب ہند میں -	: ۴۳
۱۲۶	سلاطین ہند -	: ۴۴
۱۲۸	علاقائی حکومتیں -	: ۴۵
۱۳۱	دورِ غزنویاں -	: ۴۶
۱۳۵	اویسائے ہند -	: ۴۷
۱۳۹	علمائے ہند -	: ۴۸
۱۵۲	ہندوؤں میں عربی و فارسی کا شوق -	: ۴۹
۱۵۶	فارسی کے ہندو شاعر -	: ۵۰
۱۶۲	فارسی کے ہندو مصنفین -	: ۵۱
۱۶۵	اردو کے ہندو ادباء و شعراء -	: ۵۲
۱۷۱	کثرتِ اہلِ علم کی وجہ -	: ۵۳
۱۷۵	پاکستان -	: ۵۴
۱۷۵	پاکستانیوں کا کردار -	: ۵۵
۱۷۹	وسائلِ آمد و رفت -	: ۵۶
۱۷۹	ریڈیو اور ٹیلی ویژن -	: ۵۷
۱۸۰	صحافت -	: ۵۸

۱۸۲	آرٹس -	: ۵۹
۱۸۳	آرٹ کی نمائش -	: ۶۰
۱۸۴	آرٹ کونسل لاہور میں -	: ۶۱
۱۸۴	آرٹ کونسل راولپنڈی میں -	: ۶۲
۱۸۴	آرٹ کونسل کراچی میں -	: ۶۳
۱۸۵	آرٹ کونسل ڈھاکہ میں -	: ۶۴
۱۸۶	پاکستان کی لائبریریاں -	: ۶۵
۱۸۹	پاکستان کے اہل علم و مشہور -	: ۶۶
۱۹۴	اُدبائے پاکستان -	: ۶۷
۱۹۶	شعرائے پاکستان -	: ۶۸
۱۹۶	مغربی پاکستان -	: ۶۹
۱۹۷	مشرقی پاکستان -	: ۷۰
۲۰۲	پاکستان کی درس گاہیں -	: ۷۱
۲۰۳	بیماری یونیورسٹیاں -	: ۷۲
۲۰۶	دیگر درس گاہیں -	: ۷۳
۲۰۹	ہمارا آرٹ -	: ۷۴
۲۱۱	مصنوری و نفتاشی -	: ۷۵
۲۱۲	عہد جاہلیت میں مصنوعی -	: ۷۶
۲۱۳	تمثال و تمثیل -	: ۷۷
۲۳۲	تصاویر کی تباہی -	: ۷۸
۲۳۳	اسلامی تصاویر کا امتیاز -	: ۷۹

۲۳۳	مصوّرین کے حالات -	: ۸۰
۲۳۱	موسیقی -	: ۸۱
۲۳۱	موسیقی کی شرعی حیثیت -	: ۸۲
۲۳۳	عرب اور موسیقی -	: ۸۳
۲۳۵	عرب موسیقار -	: ۸۴
۲۳۶	عباسیوں کے دور میں موسیقی -	: ۸۵
۲۳۹	موسیقی اِنڈلس میں -	: ۸۶
۲۳۹	رفقاع -	: ۸۶
۲۳۹	یونانی کتب موسیقی کے تراجم -	: ۸۸
۲۵۲	موسیقی پر مسلمانوں کی کتابیں -	: ۸۹
۲۶۵	عربی کتب موسیقی یورپ میں -	: ۹۰
۲۶۱	ہندی موسیقی -	: ۹۱
۲۶۲	کرانہ گائیکی -	: ۹۲
۲۶۳	آگرہ گائیکی -	: ۹۳
۲۶۳	پشیاہ گائیکی -	: ۹۴
۲۶۳	دربار اکبر -	: ۹۵
۲۶۵	پاکستان میں موسیقی -	: ۹۶
۲۶۶	مسلمانوں کا فن تعمیر -	: ۹۶
۲۶۸	ہماری عمارات -	: ۹۸
۲۶۸	بیت اللہ الحرام -	: ۹۹
۲۶۹	مسجد نبوی -	: ۱۰۰

- ۲۷۹ : ۱۰۱ مسجد اقصیٰ و مسجد عمر یا قبۃ الصخراء۔
- ۲۸۰ : ۱۰۲ دیگر عمارات۔
- ۳۰۱ : ۱۰۳ صوباء و علاقائی سلسلوں کی عمارات۔
- ۳۰۳ : ۱۰۴ خطاطی۔
- ۳۰۹ : ۱۰۵ مآخذ (کتابیات)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حرف اول

فکر مغرب کی بنیاد سے قبل نو کے تصورات اس حد تک مسخ ہو چکے ہیں کہ اسے خیر و شر کی تمیز ہی نہیں رہی۔ آپ نے اخبارات میں بارہا پڑھا ہو گا۔ کہ مصریوں کا طبقہ نو تہذیب فرعون کو اچھا ل رہا ہے۔ اور وہاں کئی ہوٹل، پارک اور دیگر ادارے رائس (ایک فرعون) کی طرف منسوب ہیں۔ چند ماہ پہلے نوائے وقت کے نام نگار اقبال سہیل نے لبنان سے اطلاع دی تھی کہ وہاں کے نوجوانوں نے ابو جہل۔۔ اکاڈمی کی بنا ڈال دی ہے۔ جس کا مقصد اسلام کو ختم کرنا ہے۔ یہ بھی سنا تھا کہ بڑکوں کا ایک طبقہ تہذیب چنگیز کا پرستار ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے ہندھ سے کسی نے یہ نعرہ بلند کیا تھا کہ ہمارا ہیروراجہ واہر ہے، نہ کہ محمد بن قاسم، اور یہ آواز وہاں سے بدستور آٹھ رہی ہے۔

ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو گندھارا اور مہینو دارو کی تہذیب پر نمازاں ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے۔ کہ ان فنا شدہ تہذیبوں کے پاس بت پرستی۔ ابتدائی سنگ تراشی۔ ہڈی سی نقاشی۔ اور بد ہیئت اوزاروں اور برتنوں کے سوا اور تھا ہی کیا؟

رہا فرعون۔ تو اس کی داستا نہائے جو رستم سے اوراق تاریخ لبریز ہیں۔

ابوہل نے صرف جمالت - ہٹ و صرمی اور ہدایت دشمنی میں شہرت  
حاصل کی تھی۔

چنگیز کا کام شہروں کو ڈھانا۔ کتابوں کو جلانا اور علماء کو مارنا تھا۔ واپس  
دیگر راجگان ہند کی طرح محض ایک عیاش و بدست والی تھا۔ انہیں کیا خبر کہ  
تہذیب کس جانور کا نام ہے۔

اگر تہذیب نام ہے خون کے دریا بہانے، کتابیں پھاڑنے، غریب عوام  
کے مال پر عیش اڑانے اور مزدوروں کو پنجالی میں جوت کر چٹانیں کٹوانے کا۔  
تو پھر فرعون۔ چنگیز اور واپس واقعی تہذیب کے امام تھے۔ اور اگر تہذیب کا مفہوم  
کچھ اور ہے۔ تو پھر ان خونخوار بیٹریوں کو اپنا بیرو قرار دینا چہ معنی؟

اسلام ایک ایسے زمانے میں ابھرا۔ جب بحر الکاہل سے اوقیانوس  
تک ایک چراغ بھی کہیں فروزاں نہ تھا۔ پورے خطے سے ابھرا۔ جو  
جہالت۔ بربریت اور بدکاری میں ضرب المثل تھا۔ یہ مشرق و مغرب کی  
طرف ابر بہار بن کر بڑھا۔ اور ہر نشیب و فراز کو سیراب کرتا گیا۔ یہ ایک  
کارواں تھا۔ جس کی قیادت صدیق و علی جیسے مقدسین کر رہے تھے۔  
جوں جوں یہ آگے بڑھتا گیا۔ لوگ فوج در فوج اس میں شامل ہوتے گئے۔  
اس کے ساتھ مالک و ابن حنبل جیسے محدثین۔ ابن اثیر و طبری جیسے مورخین۔  
سینا و فارابی جیسے فلسفی۔ خوارزمی و بتانی جیسے منجم۔ کندی و ابن ہشیم جیسے  
مہندس۔ اور رومی و سعدی جیسے شاعر تھے۔ یہ کارواں دہلی سے غرناطہ تک  
چھا گیا۔ اور ایک ہزار سال تک کائنات میں علم و عرفان تقسیم کرتا رہا۔  
اس کے پاس دو چیزیں تھیں۔ علم اور عشق۔ غزالی و رازی علم بانٹ رہے تھے  
اور جنید و بایزید عشق تقسیم کر رہے تھے۔ انہی دو توانائیوں سے جہان کہن کو

حیاتِ نو ملی - اور اپنی دو غماص سے ایک حسین ہندیب تیار ہوئی.....

ہماری ناپردار و عظیم ہندیب

باقی تفصیل اگلے اوراق میں دیکھیے۔

برق

کیمپور ۷ - جولائی ۱۹۶۰ء

آغازِ تحریر : ۱۸ اپریل ۱۹۶۰ء

تکمیل : ۷ جولائی ۱۹۶۰ء







# تہذیب کیلئے؛

ہمارے ہاں تہذیب کے لیے کئی الفاظ مروج ہیں۔ مثلاً :- ثقافت۔ تمدن۔ تہذیب اور کلچر۔

سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ الفاظ ہم معنی ہیں؟ علماء نے اس سوال کے مختلف جواب دیے ہیں۔ کسی نے تمام الفاظ کو ہم معنی قرار دیا ہے۔ کسی نے تہذیب کو عام اور باقی الفاظ کو خاص بتایا ہے۔ اور کسی نے کلچر کو عام قرار دیا ہے۔ میری رائے یہ ہے۔ کہ ان الفاظ کا مفہوم ہر زمانے میں مختلف رہا۔ اور آج کل یہ ہے :-

## ثقافت

یہ عربی زبان کا مصدر ہے۔	باب ہے :-	
ثَقِفَ	یا	ثَقَّفَ
ثَقْفًا	و	ثَقْفًا
ثقافت	و	ثقافت
زیرک	-	دانا اور ہوشیار ہونا
ثَقْفَهُ	:	وہ اُس سے دانش میں بڑھ گیا۔
ثَقَّفَ الْكَلَامَ	:	وہ بات کو فوراً سمجھ گیا۔
ثَقَّفَ الرَّمْحَ	:	اُس نے نیزے کو سپدھا کیا۔
ثَقِيفٌ	:	دانا۔ زیرک۔

ان لغوی معانی ہی سے اس کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص علم کے بنیروانشس حاصل نہیں کر سکتا۔ پس دنیا کے تمام علوم و فنون ثقافت کے تحت آتے ہیں) گزشتہ دس پندرہ برس سے رقص و سرود کو بھی ثقافت کا نام دیا جا رہا ہے۔ اس لفظ کا یہ استعمال سرود کے لیے تو جزوِ اولیٰ و درست ہے۔ کہ جو چیز گائی جاتی ہے۔ وہ عموماً علمی ہوتی ہے۔ لیکن ایک حسینہ کے جذبات انگیز رقص کو ثقافت کا نام دینا صحیح نہیں۔ ثقافت دانش کو کہتے ہیں اور ایک نامحرم حسینہ کو سچا نام اسلامی نقطہ نگاہ سے دانش نہیں بلکہ حماقت ہے۔

## ۲: تمدن

یہ بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا مفہوم ہے شہر میں آباد ہونا۔  
 مَدَنَ بِالْمَكَانِ : وہ مکان میں آباد ہو گیا۔  
 مَدَنَ الْمَدِينَةَ : وہ شہر میں آباد ہو گیا۔  
 مَدَّنَ الْمَدَائِنَ : اُس نے شہر بنائے اور بسائے۔  
 تَمَدَّنَ : اُس نے شہریوں کے طریقے اختیار کر لیے۔  
 اور گنوار پن چھوڑ دیا۔

سید علی بلگرامی "تمدن عرب" میں اس لفظ کو تہذیب کا مترادف قرار دیتے ہیں۔ لیکن میرے ہاں یہ تہذیب کے اُس پہلو کا نام ہے۔ جس کا تعلق عمارات۔ باغات، بازار اور شاہراہوں سے ہو۔ ہماری حسین عمارات اور چمکیلی شاہراہیں، ہمارا تمدن ہیں۔ اس لفظ کا دائرہ ہم فرینچر۔ لباس اور ظروف تک بھی وسیع کر سکتے ہیں۔ لیکن علم و دانش کو تَمَدَّنَ نہیں کہہ سکتے۔

### ۳ : کلچر

یہ انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں :-

بل چلانا۔ پالنا۔ تربیت دینا اور قوائے ذہنی کو چمکانا۔ (تعلیم۔ مطالعہ

اور مشاہدہ سے)۔ کسی کھیت میں بل چلا کر اُسے نرم کرنا، کھاو ڈالنا، بے کار

بوٹیوں کو اکھیڑنا اور اُسے پانی دینا ایگری کلچر کہلاتا ہے۔

ایگری : زمین۔ کھیت اور

کلچر : زمین کو کاشت کے لیے تیار کرنا ہے۔

تہذیبِ دل سے جنم لیتی ہے۔ دل کو ایک کھیت سمجھیے۔ جسے نرم کرنا۔

حسد۔ نفرت اور بخل وغیرہ کے خاردار پودے اکھیڑنا۔ اُس میں انسانی محبت اور

دیگر جذباتِ صالحہ کا بیج بونا۔ قرآنی تعلیمات سے آبیاری کرنا اور شیطانی ترغیبات

سے بچانا کلچر ہے۔

بعض لوگ کلچر اور تہذیب کو ہم معنی سمجھتے ہیں۔ مثلاً ٹی۔ ایس۔ ایلٹی اپنی

کتاب ڈیفینیشن آف کلچر (صفحہ ۱۲) میں لکھتا ہے :

”کلچر کیا ہے؟ یہ اُن لوگوں کا اندازِ زندگی ہے۔ جو

کسی خاص مقام یا ملک میں اکٹھے رہتے ہوں۔ یہ کلچر اُن کے

آرٹس، رسوم و تعریبات۔ عادات اور مذہب میں نظر

آتا ہے۔“

لیکن میرے نقطہٴ نگاہ سے کلچر صرف ذہنی جلا۔ دانش اور اُس

نقطہٴ نگاہ کا نام ہے۔ جو علم۔ مطالعہ اور ایمان سے پیدا ہوتا ہے۔

اس کا عملی اظہار تہذیب ہے۔ کلچر صرف ذہن کا عمل (MENTAL ACTIVITY) ہے

اور تہذیب ذہنی تصورات اور خارجی اعمال ہر دو کا مجموعہ۔ ثقافت۔ تمدن اور کلچر خاص ہیں۔ ثقافت کا تعلق علوم و فنون سے ہے۔ تمدن کا عمارات و باغات سے۔ کلچر کا دانش، ذہنی تصورات اور ایمانیات سے۔ اور تہذیب ایک عام چیز ہے ان تینوں پہ حاوی۔

## • تہذیب و اقدار

اہر قوم کو چند اقدار بہت عزیز ہوتی ہیں اور وہ ان کو پہچاننے کے لیے جان تک قربان کر دیتی ہے۔ (اسلامی ممالک میں خواتین کی عصمت، مساجد و معاہدہ کا احترام، والدین کی تعظیم اور عدل و احسان وہ قدریں ہیں، جو مسلمانوں کو بہت عزیز ہیں) اگر کسی قوم میں اس کی اساسی اقدار باقی نہ رہیں، تو وہ اپنی عزت کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ وہ دوسروں سے مرعوب ہو جاتی ہے، اور اس کی تہذیب مٹ جاتی ہے!

اسلام میں اقدار کا سرچشمہ اول قرآن مقدس ہے۔ اور ان کا مقصد ہے :-

- |       |                                |
|-------|--------------------------------|
| الف : | انفرادی و اجتماعی اجدابین      |
| ب :   | عالمگیر اخوت                   |
| ج :   | خواہشات پہ ضبط                 |
| د :   | علم کے زور سے تسخیر کائنات     |
| ه :   | عشق سے تسخیر یزداں             |
| و :   | تعمیر و تزئین عالم             |
| ز :   | اقارب و احباب کے حقوق کی تعیین |

ح : سوو - قمار - فحش کاری، گراں فروشی اور بادہ نوشی  
جیسے قاطع محبت اعمال کا استیصال۔

زندگی میں تہذیب و مذہب یوں ہم سفر ہیں۔ گویا تہذیب مذہب  
کی بیٹی ہے۔

یہ درست ہے کہ مذہب تہذیب کو حسین عطا کرتا ہے۔ لیکن یہ دونوں الگ  
الگ چیزیں ہیں۔ دنیا میں کتنے ہی ایسے با مذہب طبقات موجود ہیں۔ جو مذہب نہیں۔  
اپنے دیہات پر نظر ڈالیے۔ وہاں کتنے ہی گھرانے پابند مذہب ملیں گے۔ لیکن بے علمی  
کی وجہ سے وہ غیر مذہب شمار ہوں گے۔ اسی طرح دنیا میں کتنی ہی ایسی قومیں موجود ہیں۔  
جو مذہب تو ہیں۔ لیکن با مذہب نہیں۔ مثلاً :-

روس - چین اور دیگر اشتراکی ممالک

موجودہ اشتراکیوں کا عموماً اور اہل روس کا خصوصاً خیال یہ ہے کہ انسانی زندگی

میں سب سے بڑی چیز ریاست ہے، اور سب سے بڑا رابطہ، ریاست سے  
رابطہ۔ چونکہ مذہب، انسان کا رابطہ خدا سے بھی قائم کر دیتا ہے۔ اور ریاست  
پس منظر میں چلی جاتی ہے۔ اس لیے مذہب ایک منفرد چیز ہے۔

اشتراکیوں کی منطق محض ایک فریب ہے۔ دنیا میں ہر انسان معدوم رابطہ

کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً :-

✦ خدا سے رابطہ -

✦ والدین سے رابطہ، اور

✦ بہن - بھائیوں سے رابطہ۔

ان میں سے ہر رابطہ ریاستی رابطہ سے محکم تر ہوتا ہے۔ اگر یہ تمام روابط

وطن پرستی میں عامل نہیں۔ تو تنہا مذہب کو کیوں عامل سمجھا جائے۔

## • فطری قانون

۱۹۲۰ء میں سکاٹ لینڈ کے ایک پادری نے ایک کتاب "روحانی دنیا کا فطری قانون" کے عنوان سے لکھی تھی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ :

"الہامی ہدایات کے نتائج قوانین طبیعی کے نتائج کی طرح اہل اور یقینی ہیں۔"

اگر ہم اپنی تہذیب پر کوئی ایسی کتاب لکھیں۔ جو اسلام کے تمام پہلوؤں پر محیط ہو۔ تو اس کا نام ہوگا :

"سیاسیات - اخلاقیات - عبادات - معاشیات اور روحانیات کا فطری قانون۔"

## • اسلامی تہذیب کی ہیئت میں تبدیلی

ابتداءً اسلامی تہذیب سے مراد عربوں کی تہذیب تھی۔ ان کی شاعری۔ قبائلی روایات و آثار پر مشتمل۔ رفتہ رفتہ اس میں ایرانی۔ عراقی۔ شامی اور مصری تہذیب کے اجزاء شامل ہوتے گئے۔ اور ہر ملک اسلامی تہذیب کا رنگ بدلتا گیا۔ بنیادی تصورات تو وہی رہے۔ لیکن علاقائی روایات کی وجہ سے اس کی صورت تبدیل ہو گئی۔

عباسیہ دور کے بغداد میں اس نے علم و حکمت کی صورت اختیار کر لی۔ ایران میں پہنچ کر یہ نقاشی مصوری اور شاعری میں ڈھل گئی۔ ہندوستان میں حسین عمارت کا قالب اختیار کر لیا۔ اور ہسپانیہ میں یہ عظیم درس گاہوں اور لائبریریوں میں بدل گئی۔ یہ اختلاف و تنوع دیگر اقوام میں بھی نظر آتا ہے۔ مصر کی پرانی تہذیب

تعمیراتی تھی۔ جس کا اظہار اہرام کی صورت میں ہوا۔ قدیم یونان کی تہذیب عقلی تھی۔  
قدیم چین کی مُستورانہ، اور ہند کی ہرزمانے میں نمایاں رہی۔

اسلام جہاں بھی پہنچا۔ اس نے وہاں کی تہذیب سے کچھ نہ کچھ لے لیا۔ آتش  
پرست کی مُقدس آگ چراغِ مسجد بن گئی، اور ان کا کلس ہمارا بیار۔ یوں رفتہ رفتہ ایک  
ایسی حسین عظیم اور طاقت ور تہذیب وجود میں آگئی۔ جس نے ساری دُنیا کو اپنی پلیٹ  
میں لے لیا۔ اور آج بھی۔ کہ ہم زوال و انحطاط کا شکار ہیں۔ ہماری تہذیب کے  
اثرات ہر ملک کے علوم و فنون، تعمیرات، لباس، مُستوری، اور رہن سہن میں  
پائے جاتے ہیں۔

## • بلند و لست تہذیب

تہذیب کے کئی مدارج ہیں۔ کپڑے سینا اور برتن بنانا بھی ایک قسم کی  
تہذیب ہے۔ لیکن کپڑوں پر کشیدہ کاری اور برتنوں پر نقش و نگار تہذیب کی بلند تر  
قسم ہے۔ اس سے عظیم تر عمارات پر کتبہ نگاری ہے تصنیف و تالیف۔ شاعری۔  
تلاش و تحقیق اور ایجاد و انکشاف تہذیب کی انتہائی منازل ہیں۔  
تہذیب میں ایک اور طرح سے بھی تنوع پایا جاتا ہے۔  
وہ یوں کہ :

مختلف پیشہ ور طبقات کی تہذیب ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔  
ایک مہمار کی تہذیب (رہن سہن کا انداز) جامد و وز سے، زمیندار کی کارخانہ دار  
سے، پان فروش کی لوہار سے، سوداگر کی سرکاری ملازم سے، اور پروفیسر کی  
ایک جج سے جدا ہوتی ہے۔

یہ تنوع اساسی نہیں بلکہ سطحی ہوتا ہے۔

## • تہذیب نو کی تخلیق

ہر قوم کی تہذیب میں تبدیلی آرہی ہے۔ یورپ کی ایک ہزار سال پرانی تہذیب آج کہیں موجود نہیں۔ یہاں تک کہ اس صدی کی تہذیب پچھلی صدی سے مختلف ہے۔

ہم اپنی محنت، عمل، تصانیف، انکشافات اور ایجادات سے ہر آن ایک نئی تہذیب پیدا کر رہے ہیں۔ ہر وہ شاعر جو لکھ رہا ہے، ہر وہ مصور جو تصویر بنا رہا ہے، اور ہر وہ معمار جو حسین عمارات تیار کر رہا ہے، غیر محسوس طور پر ایک نئی تہذیب کی اساس رکھ رہا ہے۔ چونکہ ہر فرد اور ہر قوم کی رفتار کار، دائرہ کار اور طریق کار دوسرے سے مختلف ہے۔ اس لیے تہذیبوں میں اختلاف بڑھ رہا ہے۔

ہم ساری دنیا کے لیے ایک تہذیب پر فانی صورت میں پیدا کر سکتے ہیں۔ کہ ترقی یافتہ اقوام کی درس گاہیں اور تجربہ گاہیں دو سو سال کے لیے بند کر دیں۔ اور پسماندہ اقوام کی رفتار کار تیز کر دیں۔ شاید ڈیڑھ دو سو برس میں تمام اقوام عالم تہذیب کی ایک سطح پر جمع ہو جائیں۔ ظاہر ہے، کہ یہ منزل نہ تو قابل تعریف ہے اور نہ قابل حصول۔ تہذیبوں کا تنوع حسن ہے۔ بشرطیکہ اس کا نتیجہ اختلاف و نفرت نہ ہو۔

## • تہذیب معاشرہ

تہذیب معاشرہ وہ ہے جس میں افراد کی خاصی تعداد تعلیم یافتہ، بااخلاق اور باہنر ہو۔ ان میں کچھ معلم، کچھ فلسفی، کچھ علوم طبیعی اور کچھ فنون لطیفہ کے



ماہر ہوں۔

کوئی معاشرہ کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو۔ اُس میں کچھ لوگ اُن پڑھ اور اکھڑ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد اتنی کم ہوتی ہے کہ پورے سماج پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ دوسری طرف ایک گنوار معاشرہ میں چند افراد مہذب بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کی وجہ سے سارے سماج کو مہذب نہیں کہہ سکتے۔

## • اسلامی تہذیب کا عملی مظاہرہ ✓

اسلامی تہذیب کے عملی مظاہرہ وہی ہو سکتے ہیں۔ جو حدود و شریعت میں محصور ہوں۔ مثلاً :-

• علم سے محبت۔

• خدا و رسول سے عشق۔

• متابع دنیا سے بے نیازی۔

• صدق۔ ایثار۔ عدل۔ احسان۔ سرفروشی۔ دیانت اور اخلاص۔

اسلام کے بنیادی تصورات میں سے ایک یہ ہے کہ زندگی کسی ایسی منزل کی طرف رواں ہے۔ جہاں پہنچ کر وہ موت کی گرفت سے باہر ہو جائے گی۔ اُس منزل کے دو حصے ہیں۔

(۱) جنت اور (۲) جہنم۔

جنت بندگانِ خدا کے لیے ہے۔ اور جہنم پیروانِ اہرمن کے لیے۔

جنہوں نے اس چند روزہ دنیا کے لیے لوگوں کو لٹاڑا۔ بر تقدیر کو پامال کیا، اور چند آئی و فانی لذات کی خاطر خدا سے بغاوت کی۔

یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ آج ایسے درخت لگا رہے ہیں۔ جن کا نہیں

وہ بیس سال بعد کھائیں گے۔ وہ اتنی سطحی سی بات نہیں سوچ سکتے، کہ اس  
چند سالہ زندگی کی تباہ کن لذتوں کے لیے آنے والی بے انجام و بے کراں زندگی کو  
تباہ کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔

اُن کا خیال یہ ہے کہ :-

( اس دُنوی زندگی  
سے آگے کوئی اور زندگی  
موجود نہیں۔ ہم یہیں پیدا  
ہوتے ہیں اور یہیں مرتے ہیں۔  
موت کے بعد جی اٹھنے کا  
تصور باطل ہے۔ اس آدمی  
(رسول) نے اللہ پر افترا  
باندھا ہے اور ہم اُس کی  
بات نہیں مانیں گے )

اِنَّ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا  
الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا  
فِيهَا وَ مَا نَحْسِبُ  
بِمَبْعُوْثِيْنَ .

اِنَّ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ  
بِنِ افْتِرَاقِيْ عَلٰى اللّٰهِ  
كٰذِبًا و مَا نَحْسِبُ لَكَ  
بِمُؤْمِنِيْنَ .

(مومنون - ۳۷/۳۸)

## • تاریخ اور تہذیب

تاریخ ایک زبردست قوت ہے۔ جو کسی قوم کی تہذیب کو باقی رکھتی ہے  
اگر کسی حادثے سے اُس کی تہذیب مٹ جاتے تو وہ اپنی تاریخ سے اُسے  
دوبارہ زندہ کر سکتی ہے۔

تاریخ کیا ہے ؟

اپنے اسلاف کے عظیم تہذیبی کارناموں کو محفوظ رکھنا۔ اور دہرانا۔  
اس سے نسل نو میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی میراث کو زندہ رکھے۔

بلکہ اُس میں کچھ اضافہ بھی کرے۔ جو لوگ اپنی تاریخ کو بھول جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ سے متنفر ہو کر دوسروں کے نقال بن جاتے ہیں۔  
تہذیب میں تسلسل قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ :-

- ۱ : تاریخ ایک ہو۔
- ۲ : اقدار۔ روایات اور تصورات ایک ہوں۔
- ۳ : ہیروز ایک ہوں۔

اگر کسی قوم میں بنیادی اقدار کے خلاف بغاوت پیدا ہو جائے۔ تو سب سے پہلے اُس کی تاریخ میں اختلاف پیدا ہونا ہے۔ اور پھر تہذیب میں۔ اس کی نمایاں مثال وہ اسلامی ریاستیں ہیں۔ جہاں آج اشتراکیت کا تسلط ہے۔ مثلاً : مصر۔ شام اور عراق۔ وہاں طبقہ جدید اساسی اخلاقی اقدار سے باغی ہو چکا ہے۔ اور وہاں ایک ایسی تاریخ جنم لے رہی ہے۔ جس میں رُکس اور اینگلز۔ علی و عمر کی جگہ لے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تاریخ کا یہ اختلاف بڑے بڑے فتنے اٹھائے گا۔ اور ان ممالک کو ایسے میدانہائے جنگ میں بدل دے گا۔ جہاں اسلام و اشتراکیت مدتوں برسرِ پیکار رہیں گے۔

## • زبان اور تہذیب

ہر قوم کی زبان، اُس کی تاریخ، روایات اور تہذیب کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اس کے محاورات، استعارات اور تلمیحات میں اپنے ماحول، اپنی فضا، اپنی تاریخ، اپنے پھولوں، پرندوں، دریاؤں اور پہاڑوں کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ ذکر اپنے وطن، اپنی تاریخ اور اپنے اکابر سے وابستگی پیدا کرتا ہے۔ دوسری طرف ایک اجنبی زبان کا شیدائی کسی امر امن و حوادث کا

شکار ہو جاتا ہے۔ مثلاً :

ا : اُسے اپنی زبان سے نفرت ہو جاتی ہے۔

ب : وہ اپنی قومی تاریخ کو بھول جاتا ہے۔

ج : وہ دوسروں کے دریاؤں - پھولوں - شہروں اور پرندوں

سے محبت کرنے لگتا ہے۔ وہ رہتا تو پاکستان میں ہے۔

لیکن اُس کی رُوچ کہیں باہر ہوتی ہے۔ شخصیت کی یہ دورنگی

اسے قابلِ نفرت بنا دیتی ہے۔

بعض زبانیں علوم و فنون کے لحاظ سے بڑی مالدار ہوتی ہیں۔ مثلاً :-

• آج سے ہزار سال پہلے عربی۔ اور

• آج کل انگریزی - فرانسیسی اور جرمنی۔

علم کی خاطر ان میں سے کسی ایک زبان کو سیکنا ضروری ہے۔ ورنہ ہم زندگی

کے سفر میں پیچھے رہ جائیں گے۔ اور تیز رفتار اقوام ہمیں مسل کر آگے نکل جائیں گی۔

ظاہر ہے، کہ ان زبانوں کے ادب سے ہمارا ادب اور اہل زبان کی تہذیب سے

ہماری تہذیب متاثر ہوگی۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں۔ اثر پذیری کا یہ

عمل زندگی کے ہر شعبے میں ازل سے جاری ہے۔ اور تا ابد جاری رہے گا۔

حرکت زندگی ہے۔ اور سکون موت !

ع : ہستم اگر میروم

گر زوم نیستم

اگر ہم اچھے اور بُرے اثرات میں تمیز کر سکیں تو اس اثر پذیری

سے ہماری تہذیب کو مزید ترقی و تاب نصیب ہوگی۔

## تعلیم اور تہذیب

تعلیم کا مقصد ایسے افراد پیدا کرنا ہے۔ جو :-

- الف : بلند نگہ - بلند اخلاق اور بلند مشرب ہوں۔  
 ب : تعمیر انسانیت میں بھرپور رول ادا کر سکتے ہوں۔  
 ج : خیر و شر کے الہامی تصورات سے آگاہ ہوں۔  
 د : تسخیر کائنات کی صلاحیت رکھتے ہوں۔  
 ۴ : اور کاروانِ حیات کو رہ منزل دکھا سکتے ہوں۔

اس زمین پر بے شمار اقوام آباد ہیں۔ ہر قوم کا اندازِ حیات دوسرے سے مختلف ہے۔ اور ان کی ضروریات بھی الگ الگ۔ اس لیے ہر ملک کا نظامِ تعلیم دوسرے سے جدا ہے۔ ان میں صرف ایک چیز مشترک ہے۔ یعنی ٹکنالوجی۔ اور تعلیم و تہذیب کے باقی شعبے قومی ضروریات کے تحت وجود میں آتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں تہذیبِ اخلاق کو اہمیت دی جاتی ہے۔ ہند میں پاربرنوں اور دیوالاکو۔ چین میں سادہ زندگی کو۔ اور یورپ کے بیشتر ممالک میں لذت طلبی کو۔ ڈاکٹر ایف۔ سی ہینپولڈ کا یہ ارشاد بڑا ہی بر محل ہے :-

”تعلیم کا مقصد ایسے افراد تیار کرنا ہے۔ جو قوم و وطن کے لیے ناگزیر ہوں۔“

(ڈاکٹر چو کی تعریف)۔ ٹی ایس ایلیٹ۔ ص ۱۰۲

تعلیم کیسی ہی ہو۔ اور اُس کا مقصد کچھ ہی ہو۔ وہ تہذیب پر لازماً اثر انداز ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا مبالغ نہیں کہ عناصرِ تہذیب میں اسی فیصد علم ہے۔ اور باقی دیگر اشیاء۔ مثلاً :- تاریخ۔ رسوم۔

قبائل روایات وغیرہ۔

## ● علم کی منصفانہ تقسیم

رزق کی طرح علم کی تقسیم بھی منصفانہ ہونی چاہیے۔ جس طرح رزق کی منادوی (یا غیر حکیمانہ) تقسیم انتہائی خطرناک ہے۔ اگر سب کی روزی برابر ہو۔ تو مزدور کو کیا پڑی ہے۔ کہ وہ بہارا سا مان اٹھائے۔ یا خاکروب ہماری نالیاں صاف کرے۔ علم کی امانت تقسیم بھی مُضر ہوتی ہے۔ اگر ہم ہر طالب علم کو ڈاکٹر یا انجینئر بنا دیں۔ تو تعلیم یافتوں میں بے کاری بڑھ جائے گی۔ زندگی کے بے شمار شعبے مثلاً : زراعت۔ قانون۔ انصاف۔ تعلیم۔ آب شناسی وغیرہ ختم ہو جائیں گے۔ اور ساری قوم علم سے مُتفق ہو جائے گی۔

کہتے ہیں۔ کہ علم باعثِ مسرت ہوتا ہے۔ لیکن صرف اسی صورت میں کہ اس کی تقسیم منصفانہ ہو۔

## ● ہزاروں رومی

جو طبقہ ہر شخص کو تعلیم دلانے کا قائل ہے۔ اُس کا استدلال یہ ہے کہ انسان کی تمام ذہنی طاقتیں علم سے بیدار ہوتی ہیں۔ کوئی قوم علم کے بغیر اقبال۔ رومی اور بلٹن پیدا نہیں کر سکتی۔ نہ جانے کتنے ہی بلٹن اور رومی محض اس لیے پیدا نہ ہو سکے، کہ انہیں تعلیم نہ ملی۔ اگر اس طرح سو سال میں ایک رومی بھی ضائع ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عالم انسانیت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر ساری قوم کو تعلیم دینے سے آئے دن رومی پیدا ہونے لگیں تو رومی کی کوئی آبرو نہ رہے۔

## صنعت اور تہذیب

صنعت جس ملک میں بھی قدم رکھتی ہے۔ چند چیزیں ساتھ لاتی ہے۔  
مثلاً :-

- ا : وہ پہلے بے شمار افراد معاشرہ کو بے کار بناتی ہے۔ اگر کسی شہر میں کپڑے کا ایک کارخانہ لگ جاتے۔ تو گرد و نواح میں میلوں تک جامہ بان بے کار ہو جائیں گے۔
- ب : صنعت کا عروج افراط زر پیدا کرتا ہے۔
- ج : اس سے کارفرما و کارکن میں کش مکش پیدا ہوجاتی ہے۔
- د : کارخانوں میں عموماً مرد و زن مل کر کام کرتے ہیں۔ اس اختلاط سے جنسی رجحان بدل گام ہو کر بدکاری کا محرک بنتا ہے۔
- ه : چونکہ حریص کارخانہ دار مزدوروں کو عبادت کا وقت نہیں دیتا۔ اس لیے اُن میں اضطراب پیدا ہوجاتا ہے۔ جس کا علاج وہ کستی نشہ اور اشیاء مثلاً :- چرس، بھنگ وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور گرتے گرتے سطح حیوانیت پہ پہنچ جاتے ہیں۔ اس صورت حال سے ایک ایسی کھوکھی تہذیب پیدا ہوتی ہے۔ جس کا مرکز زر ہوتا ہے یا زن اور وہ رگو جانیت سے یکسر معزاً ہوتی ہے۔

## سیاست اور تہذیب

عصروں کی سیاست کا: اولیں مقصد پسندہ اقوام پہ غلبہ حاصل کر کے

ان کی زرعی و معدنی دولت یہ ہاتھ صاف کرنا ہے۔ یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ محکومِ علومِ طبیعی سے جاہل رہیں۔ تاکہ وہ اپنی اجناسِ خام اور معدنی دولت سے فائدہ نہ اٹھا سکیں اور ان میں احساسِ آزادی بیدار نہ ہو۔ اس کا بہترین راستہ یہ ہے کہ محکوم کی تاریخ از سر نو لکھ کر اس کے سلاطین کو اوپاش، اولیاء کو ٹھگ اور علماء کو جاہل قرار دیا جائے۔ تاکہ وہ اپنی تاریخ سے متنفر ہو جائیں۔ ساتھ ہی ان کی تہذیب کا مذاق اڑائیں۔ نصابِ تعلیم، رسائل، کتب، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما کی وساطت سے ان کے ذہنوں کی تسخیر کریں۔

کہتے ہیں کہ ذہنِ مسخر ہو جائیں۔ تو جسمِ خود بخود مطیع ہو جاتے ہیں۔ اور دست و پا سے تو تِ عمل چھین جاتی ہے۔

## ● اسلامی سیاست

اس کے بالمقابل ایک سیاست وہ ہے۔ جو اسلامی تہذیب سے جنم لیتی ہے۔

اس کے خدو خال یہ ہیں :-

ا : اس میں ہر شخص خدا کا غلام اور انسان کا حادوم ہوتا ہے۔

ب : اس میں نسل و رنگ کا امتیاز نہیں ہوتا۔

ج : سب کی ضروریات بیت المال سے پوری کی جاتی ہیں۔

د : امراء کو اسراف و بدستی کی اجازت نہیں ہوتی، اور ہر شخص سے

اُس کی فاضل دولت لے لی جاتی ہے۔

د : ہر شخص کو حکومت پر تعمیری تنقید کی اجازت ہوتی ہے۔



و : قانون کے سامنے شاہ و گدا یکساں ہوتے ہیں۔

زہ : عریانی و عیاشی کی اجازت نہیں ہوتی۔

ح : اور انسانیت کی بناء علم و عشق پہ اٹھائی جاتی ہے۔

## • یورپ پر اسلامی تہذیب کا اثر

قرون وسطیٰ میں یورپ جہالت اور بربریت میں تابغرق ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ کچے مکانوں اور جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ پتے کھاتے اور کھالیں پہنتے تھے ان کی گلیوں میں جا بجا کوڑے کے ڈھیر اور جوہڑے تھے۔ ہر طرف بے راہ جنگل تھے جن میں ڈاکوؤں اور آدم خوروں کا بسیرا تھا۔ سیاست۔ تہذیب۔ تمدن اور علوم و فنون کا نشان تک نہ تھا۔

عین اس عالم میں عرب سے ایک قوم اُٹھی۔ اور نوے برس کی قلیل مدت میں ملتان سے بحیرہ اسود اور سمرقند سے ساحل اطلانتک تک چھا گئی۔ اس قوم نے جا بجا مساجد و مکاتب بنائے۔ تالیف و ترجمہ کے مرکز قائم کیے۔ دنیا بھر کے علماء کو اپنے درباروں میں جمع کیا۔ عظیم لائبریریوں کی بنا ڈالی۔ سڑکیں نکالیں۔ نہریں کھودیں۔ باغات لگائے۔ رات کو گلیوں میں روشنی کا انتظام کیا۔ ہر ملک میں الحرام اور تاج محل بنائے۔ اور دنیا کو حسین تعمیروں سے بھر دیا۔

عہد مامون (۸۱۳ - ۸۳۳ء) میں بغداد کی آبادی دس لاکھ تھی۔

جس میں تیس ہزار مساجد۔ دس ہزار حمام۔ ایک ہزار محل اور آٹھ سو ساٹھ طبیب تھے۔ سڑکوں پر ہر روز گلاب اور کیوڑے کا عرق چھڑکا جاتا تھا۔

محللات میں چاندی اور سونے کے شمعدان۔ مرصع فانوس اور ان میں عنبری شمعیں رات بھر نور و خوشبو کا عالم رچائے رکھتی تھیں۔ امرامیں حریر و پرنیاں کا

استعمال عام تھا۔

بغداد کے جامہ باف اس قدر باکمال تھے کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے کپڑے کا ایک تھان پچاس ہزار دینار (ساڑھے بارہ لاکھ پاکستانی روپے) میں خریدا۔

رابرٹ بریفلٹ لکھتا ہے کہ :

عربوں کے نفیس سوتی۔ اونی اور ریشمی لباس بغداد کے حریر و پرنیان، موصل کی ملل اور طرابلس کے شیفون نے یورپ کی نیم برہنہ آبادی کو عمدہ لباس کا شوقین بنا دیا تھا۔

اس قسم کے مناظر اکثر دیکھنے میں آئے، کہ :

ایک پادری گرجے میں اتوار کے دن خطبہ دے رہا ہے اور اُس کی عبا پر قرآنی آیات کاڑھی ہوئی ہیں۔

عورتیں بھی عربی لباس فخر سے پہنتی تھیں۔ جو قرطبہ، اشبیلیہ اور سسلی میں تیار ہوتا تھا۔ اشبیلیہ میں سولہ ہزار کرگھے تھے۔ اور قرطبہ میں ریشم بافوں کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔ ان کے تیار کردہ عباؤں اور قباؤں پر قرآنی آیات بھی ہوتی تھیں۔ جنہیں عیسائی بادشاہ اور پادری فخر سے پہنتے تھے۔

مسلمانوں نے سسلی میں نہریں کھدوائیں۔ دور دراز علاقوں سے پھلوں کے درخت منگوا کر باغات لگائے۔ تعمیرات میں سرخ و سفید پتھر استعمال کیا۔ آرائشی طاقتوں، جالیوں اور میناروں کو مقبول بنایا۔ محلات و مساجد کو

۱ : شبلی : المامون - ص ۱۳۶

۲ : تشکیل انسانیت - ص ۲۶۸

۳ : تشکیل - ص ۲۶۹

حسین کتبوں سے آراستہ کیا۔ ایک سو تیرہ بندرگاہیں بنائیں، اور وہاں کے لوگ ہماری تہذیب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کا لباس اور تمدن اسلامی سانچے میں ڈھل گیا۔

ول ڈیوران لکھتا ہے :-

”انڈس پر عربوں کی حکومت اس قدر عادلانہ، عاقلانہ اور مشفقانہ تھی، کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی..... ان کے حج نہایت قابل تھے۔ عیسائیوں کے فیصلے عیسائی حج کیا کرتے تھے پولیس کا انتظام بہت اعلیٰ تھا۔ بازار میں ماپ۔ تول کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ عوام کے لیے عربوں کی حکومت رومہ کے مقابلے میں ایک نعمت تھی۔ انھوں نے بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں مزارعین میں تقسیم کر دی تھیں۔“

(ایچ آف فیث - ص ۲۹۷)

اسلامی تہذیب کو پھیلانے میں صلیبی جنگوں نے بھی حصہ لیا۔ یہ جنگیں اندازاً دو سو سال تک جاری رہیں۔

صلیبیوں نے پہلی جنگ (۱۱۹۶ء) میں یروشلم پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ قبضہ اسی برس تک قائم رہا۔ صلیبیوں کا پہلا بادشاہ بالڈون تھا۔ جو عربی لباس پہنتا تھا۔ اس کے لاکھوں سپاہی، حکام اور اہلکار عربی بولتے، اور عربی مصنوعات استعمال کرتے تھے۔ جب یہ لوگ عربوں کے قصائد لے کر یورپ میں پہنچے۔ تو وہاں کے شعراء نے بھی عربوں کی طرح رجز خوانی شروع کر دی۔ عربی بحرین، قافیہ، اور استعارات استعمال کرنے لگے۔

اُونٹ - آہو اور خار مغیلاں کا ذکر ہونے لگا۔ عربی ساز یعنی بنسی، غود، طنبورہ اور گیار بھی یورپ میں مقبول ہو گئے۔ اور عورتوں نے نقاب اڑھ لیا۔

جب سسلی میں مسلمانوں کو زوال آیا۔ تو وہاں نارمنوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

ان کا پہلا بادشاہ راجر۔ اول (۱۰۹۱ — ۱۱۰۱ء) تھا۔ یہ عربی لباس پہننا اور عموماً عربی میں احکام لکھواتا تھا۔ اس کا دربار مسلم علماء سے پر تھا۔

یورپ میں کاغذ مسلمانوں کے ہمراہ پہنچا تھا۔ ان سے پہلے وہاں لکھنے کے لیے پتے۔ پتھر اور جھلیاں استعمال ہوتی تھیں۔ چونکہ جھلی (پارچمنٹ) تیار کرنے میں بڑا وقت، محنت اور روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بہت کمیاب تھی۔ جب کوئی شخص نئی کتاب لکھنے لگتا۔ تو اسے عموماً کوئی استعمال شدہ جھلی ملتی۔ جس سے وہ پرانی تحریر دھو ڈالتا۔

یہی وجہ ہے کہ جب اسلام میں مسلمان یورپ میں پہنچے۔ تو وہاں کوئی لائبریری موجود نہ تھی۔ قدیم یونانی فلسفیوں (ارسطو۔ افلاطون وغیرہ) کی کتابیں ایٹنز اور استنبول کے تہ خانوں میں صدیوں سے منتقل تھیں، اور فرانس سے قسطنطنیہ تک صرف چند کتابیں تھیں۔ اور وہ بھی چند خوش قسمت افراد کے پاس۔

## • رومہ کے اہل قلم

رومہ کی سلطنت سترہ قہم میں قائم ہوئی تھی۔ پہلی پانچ صدیوں میں وہاں کسی کتاب کا سراغ نہیں ملتا۔ نائشیش پہلا رومی مصنف ہے۔ جس نے سترہ قہم میں چند یونانی کتابوں کو لاطینی میں منتقل کیا تھا۔

لہ : NACIOUS.

- دوسرا پلاٹس (ڈرامہ نگار)
- تیسرا اینیس (شاعر ۶۹ء ق م)
- اور چوتھا کیٹول (اویب) ہے۔
- ولادت مسیح تک صرف میں اہل قلم کے نام ملتے ہیں۔ ان میں :
- لیوی (مورخ - ۱۰۰ء ق م)
  - سنرو (۱۰۳ء ق م)
  - ورجیل (۱۹ء ق م)
  - گیلس (۲۰ء ق م)
  - کوئن (۶۵ء ق م) اور
  - اوہوریس (۱۰۰ء ق م) مشہور ہیں۔
- یہ اویب کیا تھا؟ بریفالٹ سے سنیے :-
- ” رومیوں کا اویب بالکل بے مفرز۔ بے حقیقت ضمیانی اور بوگس تھا۔“ (تشکیل ص ۲۲۷)
- رومنے ولادت مسیح تک تقریباً تیس اہل قلم پیدا کیے، اور بعد کی نو صدیوں میں صرف تیس نام ملتے ہیں۔

## • جرمنی کا ادب

جرمنی میں ۱۰۰۰ء سے پہلے کسی کتاب کا سراغ نہیں ملتا۔ البتہ فرانس

PLAUTUS. : ۱

ENNIUS. : ۲

CATO. : ۳

کے بادشاہ شارلیمان ( ۷۴۲ء - ۸۱۴ء ) کی علم نوازی سے جرمنی میں بھی کچھ ذہنی حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ جرمنی میں پہلی کتاب سنہ ۷۸۷ء میں لکھی گئی۔ یہ ایک مذہبی رسالہ تھا۔ چند دُعاؤں اور گیتوں پر مشتمل۔ نوے برس بعد ایک تاریخی نظم شائع ہوئی۔ بعد کے اڑھائی سو سال میں صرف ایک درجن شعراء وادباء نے جنم لیا۔ اور سنہ ۱۰۵۰ء سے سنہ ۱۳۵۰ء تک صرف تیس اہل قلم پیدا ہوئے۔

## • انگریزی ادب

بارھویں صدی کے وسط تک انگریزی ادب کوئی ڈیڑھ درجن کتابوں اور چند نظموں پر مشتمل تھا۔ اہل قلم کی تعداد بھی تقریباً یہی تھی۔ ان میں قابل ذکر یہ ہیں :

☆ ایلڈہم ( ۶۵۰ء - ۶۳۵ء )

☆ اگیبرٹ ( ۶۶۸ء - ۶۶۶ء )

☆ بیڈ ( ۶۷۱ء - ۶۳۵ء )

☆ ونفریڈ ( ۶۸۰ء - ۶۵۵ء ) اور

☆ کنگ الفریڈ ( ۸۷۱ء - ۹۰۱ء )

تو میں کہہ یہ رہا تھا کہ یورپ میں مسلمانوں کے ہمراہ پہنچا تھا۔ اس سے وہاں کی صورتِ حال قاطبتہ بدل گئی۔ اہل قلم کی سب سے بڑی وقتِ رفع ہو گئی اور ادب میں آہستہ آہستہ اضافہ ہونے لگا۔

یورپ میں کانڈیہ پہلی تحریر راجہ اول کی ملکہ کا ایک حکم تھا۔ جو

۱۰ : موسیو لیان لکھتا ہے :

( تمدنِ عرب ص ۳۸ ) کانڈیہ پہلی تحریر ( ماقی اگلے صفحہ پر )

۱۰۹ء میں جاری ہوا تھا۔ یہ عربی اور یونانی دونوں زبانوں میں تھا۔

## • یورپ میں عربی خط اور عربی راگ وغیرہ

سنسلی کے نارمن حکمران راجر دوم (۱۱۰۵ء - ۱۱۵۴ء) کا لباس اسلامی تھا۔ اور اس پر عربی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مشہور جغرافیہ دان الازدریسی (۱۱۶۶ء) اسی کے دربار میں رہتا تھا۔ اس کے حرم میں مسلم سلاطین کی طرح کئی بیویاں اور لونڈیاں تھیں۔ اس کے سکتے پہ یہ عبارت کندہ تھی۔ ۱۰

اَلْمُعْتَزُ بِاللّٰهِ الْمَلِكِ الْمَعْظَمِ رَاجَا الْثَانِي - لَا اِلٰهَ  
اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ - ۱۰

راجر دوم کے بعد ولیم اول (۱۱۵۴ء - ۱۱۶۶ء) تخت نشین ہوا۔ اس کے سکتے پہ یہ عبارت درج تھی۔ ۱۱

اَلْهَارُونَ بِاَمْرِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْمَعْظَمِ -

اندلس کا مشہور جغرافیہ دان ابن جبیر (۱۲۱۶ء) ۱۱۸۴ء میں سنسلی پہنچا تھا۔ وہاں کے بادشاہ ولیم دوم (۱۱۶۶ء - ۱۱۸۹ء) کے متعلق لکھتا ہے۔ ۱۲

صفحہ نمبر ۳۸ سے آگے :-

ایک کتاب تھی۔ جو اسکوریل (میڈرڈ - سپین) کی لائبریری میں موجود ہے۔ اور جو ۱۰۹ء میں لکھی گئی تھی۔

۱۰ : رِملَةُ ابْنِ جُبَيْرٍ ص ۳۳۳

۱۱ : رِملَةُ ابْنِ جُبَيْرٍ ص ۳۳۳

۱۲ : رِملَةُ ابْنِ جُبَيْرٍ ص ۳۲۰

”ولیم دوم عجیب و غریب آدمی ہے۔ اس کے تمام وزرا  
 دربان۔ خواجہ سرا اور دیگر خدام مسلمان ہیں۔ اس کا سرکاری نشان  
 الحمد للہ حق حمد ہے۔ اور اس کے والد (ولیم اول)  
 کا الحمد للہ شکرًا لَا نَعْبُدُهَا۔ اس کے محل کے  
 زرکار (طلائی کام کرنے والا) نے مجھے بتایا کہ جو عیسائی لڑکیاں  
 شاہی محل میں داخل ہوتی ہیں۔ وہ مسلمان کنیزوں کی نیکی۔ پاکیزگی۔  
 اور عبادت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتی ہیں۔“

مزید لے (برطانیہ) کے ایک نواب یا حکمران آفا (O FFA)  
 ۱۷۵۷ء - ۱۷۹۶ء) کا سکہ اسلامی دینار جیسا تھا جس پر ایک عربی مثل  
 کندہ تھی۔ یہ سکہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔  
 اسی لے میوزیم میں نویں صدی کی ایک صلیب رکھی ہوئی ہے۔  
 جس پر کوئی خط نہیں :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لکھی ہوئی ہے۔

میلان لے (اطلی) کے ایک کلیسا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سر  
 کے گرد عربی حروف کا ایک ہالہ بنا ہوا ہے۔ اور پطرس کے لباس پر  
 عربی کی کوئی تحریر ہے۔

۱ : آرنلڈ :- میراث اسلام ص ۱۱۳

۲ : آرنلڈ :- میراث اسلام ص ۱۱۴

۳ : بی بان :- تمدن عرب - اردو ترجمہ از سید علی گلگامی ص ۸۶



پوٹی لے (فرانس) کے کلیسا کا دروازہ عربی کتبے سے آراستہ تھا۔  
 اور ناربون (فرانس) کی فصیل پر عربی تاج بنا ہوا تھا۔ فرانس کے بعض  
 قلعوں۔ برجوں اور فصیلوں پر عربوں کے کنگرے، چھتے اور مینار آج  
 بھی نظر آتے ہیں۔

سنسلی ۱۲۱۲ اور جرمنی کے حکمران فریڈرک دوم (۱۲۱۲-۱۲۵۰ء)  
 کا دربار نیز حرم اسلامی طرز کا تھا۔ وہی خواجہ سرا۔ عرب علماء۔ علمی بحثیں،  
 اور عربی راگ۔ عربی سازوں کے ساتھ۔

اگر کسی بادشاہ نے یورپ کو وحشت و بربت سے نجات دلائی ہے  
 تو وہ شارلیمان نہیں بلکہ فریڈرک تھا۔ اس نے مختلف شہروں میں یونیورسٹیاں  
 قائم کیں۔ ان میں عربوں کی کتابیں پڑھانے کا انتظام کیا۔ سترنو میں  
 عربی طب کا مدرسہ کھولا۔ اپنے ایک وزیر باری مائیکل سکاٹ کو ابن رشد  
 کی تصانیف جمع کرنے کے لیے قرطبہ بھیجا، اور ان کی نقول مختلف درسگاہوں  
 میں بھجوائیں۔

مسلمانوں کی علمی مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ میں جا بجا علمی ادارے قائم ہو گئے  
 اور پندرہویں صدی کے آغاز میں سارا یورپ جاگ اٹھا۔

## • سنسلی کے عیسائی حکمران مسلمانوں کے بعد

چونکہ پچھلے صفحات میں سنسلی کے عیسائی حکمرانوں کا ذکر بار بار آیا ہے

۱ : لی بان :- تمدن عرب - اردو ترجمہ از سید علی ہنگرامی ص ۵۱۹

۲ : تشکیل - ص ۲۷۸

اس لیے یہاں ان تمام کے نام بہ ترتیب جلوس دیے جاتے ہیں۔  
 مسلمان سسٹلی پر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۱ء تک حکمران رہے۔ بعد ازاں  
 جنوبی اٹلی کے ایک حکمران خاندان نے، جو نارمنڈی سے وہاں جا کر آباد  
 ہو گیا تھا، سسٹلی پہ قبضہ کر لیا۔ پھر جرمن آگئے۔ ان کے بعد فرانسیسی، پھر  
 ہسپانوی اور آخر میں دوبارہ فرانسیسی چھا گئے۔  
 ان سلاطین کے نام یہ ہیں :-

کنفیت	حکومت		نام	شمار
	از	تا		
گو نارمن سسٹلی کے پایہ تخت پر ۱۰۵۲ء میں قابض ہو گئے تھے لیکن بعض مسلم امراء ۱۰۹۱ء تک لڑتے رہے۔	۱۰۹۱ء	۱۱۰۱ء	راجہ اول	۱
	۱۱۰۱ء	۱۱۰۵ء	سامن	۲
	۱۱۰۵ء	۱۱۵۴ء	راجہ دوم	۳
	۱۱۵۴ء	۱۱۶۶ء	ولیم اول	۴
	۱۱۶۶ء	۱۱۸۹ء	ولیم دوم	۵
	۱۱۸۹ء	۱۱۹۴ء	ولیم اول	۶
یہ آخری نارمن بادشاہ تھا اس کے بعد جرمنی کے	۱۱۹۴ء	۱۱۹۴ء	ولیم سوم	۷

کیفیت	حکومت		نام	شمار
	تا	از		
ایکٹ بادشاہ ہنری ششم نے سسلی پر قبضہ کر لیا، اور جرمن بادشاہوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔	۱۱۹۶ء	۱۱۹۴ء	ہنری ششم	۸
	۱۲۵۰ء	۱۱۹۶ء	فرڈرک - دوم	۹
یہ تھا آخری جرمن بادشاہ - اس کے بعد سسلی پر فرانس قابض ہو گیا۔	۱۲۱۶ء	۱۲۵۰ء	مینفریڈ	۱۰
اس وقت فرانس کا بادشاہ کوئی نہم تھا۔ اس نے اپنے بھائی چارلس آف اینجو، کو سسلی کا فرماں روا بنادیا۔	۱۲۸۵ء	۱۲۶۶ء	چارلس آف اینجو - اول	۱۱

کیفیت	حکومت		نام	شمار
	تا	از		
اس کے بعد سسلی پر شاہ اراگان (سپین) کا قبضہ ہو گیا۔ ان کی حکومت ۱۵۷ برس تک رہی۔ اس کے بعد دوبارہ فرانس قابض ہو گیا۔ پورے چار سو سال کی اس افراتفری کے بعد ۱۸۶۰ء میں سسلی اطلی کا حصہ بن گیا۔	۱۲۸۵ء		چارلس آف اینجو دوم	۱۲

## • اسلامی تہذیب و گرممالک میں

اسلامی تہذیب عرب سے نکل کر شمال میں بحرہ اسود، مغرب میں ہسپانیہ۔  
فرانس اور مراکش۔ مشرق میں بخارا و سمرقند اور جنوب میں انڈونیشیا تک  
پہنچی تھی۔ یہ کہیں اسلامی عساکر کے ساتھ گئی، اور کہیں سیاحوں اور تاجروں  
کے ساتھ۔

آج (۱۹۷۰ء) چین۔ جاوا۔ سماٹرا۔ فلپائن۔ بورنیو، اور دیگر

بحرالکابل جزائر میں مسلمانوں کی تعداد پچیس کروڑ سے کم نہیں۔ (اکیس کروڑ کے قریب تو صرف انڈونیشیا اور چین میں ہیں) ان علاقوں پر عربوں نے ایک دن بھی حکومت نہیں کی تھی۔ یہ لوگ چند تاجروں اور سیاحوں کے حسین چہرے اور حسنِ عمل کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔

اسلامی عساکر پہلی صدی ہجری میں ملتان سے ساحلِ اطلس تک چلا گئے تھے۔ حضور صلعم کی رحلت تک سارا عرب فتح ہو چکا تھا۔ حضور صلعم کے بعد ۱۲ھ میں عراق عرب، ۱۴ھ میں دمشق، ۲۰ھ میں مصر، ۲۱ھ میں ایران، ۲۶ھ میں یونیس، ۵۴ھ میں بخارا، ۸۴ھ میں ساحلِ اطلس اور ۹۰ھ میں اندلس نیز سندھ تا ملتان فتح ہوا۔ ان علاقوں نے نہ صرف اسلام قبول کر لیا۔ بلکہ ان میں سے بعض علاقوں مثلاً: عراق۔ شام۔ مصر۔ لیبیا۔ یونیس۔ الجزائر۔ پراگش اور سوڈان کی زبان بھی عربی ہو گئی۔ ایران پر کئی صدیوں تک عربی کا تسلط رہا۔ اس کے بیشتر اہل علم عربی میں لکھتے رہے۔ مثلاً :-

۱	:	ابو معشر جعفر بلخی	۲۷۷ھ
۲	:	ابو بکر رازی	۳۱۲ھ
۳	:	علی عباس ایرانی	۳۸۲ھ
۴	:	ابو حیان توحیدی نیشاپوری	۴۰۰ھ
۵	:	البیرونی	۴۳۹ھ
۶	:	بو علی سینا	۴۶۹ھ
۷	:	امام غزالی طوسی	۵۰۴ھ
۸	:	فخر الرازی	۶۰۵ھ

۹ : نصیر الدین محقق طوسی ۶۶۶ ھ

۱۰ : زکریا قزوینی ۶۸۱ ھ

۱۱ : علامہ تفتازانی ۷۹۰ ھ

۱۲ : جلال الدین دوانی ۹۰۵ ھ

آج بھی ایران - افغانستان - پاکستان اور ہندوستان میں ایسے مدارس موجود ہیں - جہاں ذریعہ تعلیم عربی ہے -

مثلاً :-

ہند میں دیوبند - سہارن پور - لکھنؤ - ممبئی اور وابل کے دارالعلوم - پاکستان میں لاہور کا نعمانیہ و اشرفیہ ، جھنگ میں جامعہ اسلامیہ - بہاول پور - نلکان - حیدرآباد - کراچی اور اکوڑہ خٹک کی درس گاہیں - جہاں فقہ - منطق - نحو - تفسیر اور حدیث عموماً عربی میں پڑھائی جاتی ہے - یہ سلسلہ ملایا - انڈونیشیا - اور چین تک پھیلا ہوا ہے -

ایران نے کئی بڑی بڑی تہذیبیں دیکھیں - اس کی قدیم ترین تہذیب وہ تھی - جسے جمشید - فریدون - کیمرٹ اور ہوشنگ نے جنم دیا تھا -

دو ہزار قبل مسیح میں وہاں آریائی تہذیب داخل ہوئی - تین سو قبل مسیح میں اسکندر یونانی آیا - بعد میں رومی تہذیب سے ایران کا رابطہ پیدا ہوا - اور ساتویں صدی عیسوی کے نصف اول میں وہاں اسلام جا پہنچا - باقی تہذیبوں کی کیفیت وہی تھی - جو ابر بہار کی :-

کہ برس کر کھل گیا

اور چند روز بعد زمین پھر پیاسی ہو گئی - لیکن اسلامی تہذیب کی گرفت اتنی شدید تھی ، کہ یہ روح میں اتر گئی - اور دین و ایمان کا حصہ بن گئی - اس کا مقابلہ

فرنگی تہذیب سے کیجیے۔ جو اپنے تابدار علوم و فنون، ایجادات، انکشافات، لائبریریوں، شاندار عمارتوں، چمکیلی سڑکوں اور بھڑکیے لباسوں کے ساتھ برصغیر میں آئی۔ یہاں ڈیڑھ سو سال رہی، اور اپنے خلاف اس قدر نفرت پیدا کی، کہ بالآخر اسے اس سرزمین سے بھاگنا پڑا۔ کیوں؟ اس لیے۔ کہ اُس کے پاس باقی تو سب کچھ تھا۔ صرف انسانیت نہ تھی۔ وہ لوگ مغرور۔ بے رحم۔ ظالم، اور عوام سے متنفر تھے۔ اُن کا مقصد حیاتِ یہاں کی دولت سمیٹنا تھا۔ و بس۔

دوسری طرف اسلامی تہذیب کا مقصد علوم و فنون کا فروغ، بلند انسانی اقدار کا احیاء اور عوام کی خدمت تھا۔ ان صفات نے مسلمانوں کو اتنا مقبول بنا دیا، کہ لوگوں نے انہیں اور اُن کی تہذیب کو گلے لگایا۔

## • عربی کا اثر عالمی زبانوں پر

عربی کا اثر فرانسیسی، اطالوی، روسی اور دیگر زبانوں پہ کیا ہوا، میں نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ان زبانوں سے نا آشنا ہوں۔ البتہ اُس اثر سے بڑی حد تک واقف ہوں۔ جو انگریزی، فارسی، اور ہندی پہ پڑا۔ انگریزی کے سینکڑوں الفاظ عربی سے ماخوذ ہیں۔ ان میں سے بعض کی اصلی ہیئت باقی رہی۔ اور بعض میں کچھ تغیر آ گیا۔

چند مثالیں حاضر ہیں :-

عربی	انگریزی	اردو
برص	آرٹھ	زمین
جبل الطارق	جبرالٹر	جبرالٹر

اُردو	انگریزی	عربی
ناک بہنا	انزالُ اَلَا فِت	اِنْفَلُوْ اِنْزَا
بُرا۔ خراب	BASE	بِئْسُن
کفن	کافن	کفن
مکاری۔ مکر	ماکری	مکر
آواز۔ صدا	شاؤٹ	صَوْت
اِداو۔ ہاتھ	ایڈ	اَيْدِ
صدمہ	شاک	شاق
اؤنٹ	کینٹل	جَمَل
بزچھا	لائسنسی	نصال

ہسپانوی زبان میں عربی کا اُل آج بھی موجود ہے۔ مثلاً :-

ہسپانوی	عربی
QUADAL QUVIR.	وادی البکیر
(ایک دریا کا نام)	
ALVERCA.	اَلْبِرْکَہ (حوض)
ALBUERA.	اَلْبُجْیْرَہ
QUADAL AJARA.	وادی الحجارہ

ماتل میں مسلمان ۸۷۰ء میں پہنچے تھے۔ یہ وہاں دو سو برس تک رہے۔ وہاں کی زبان میں آج بھی عربی کے سینکڑوں لفظ موجود ہیں۔



مشق :-

اُردو	مالٹی	عربی
روٹی	خبز	خبز
پانی	ماء	ماء
تیل	زیت	زیت
لٹکا	طفل	طفل
نمک	ملح	ملح
درزی	حیاط	حیاط

ہالینڈ کے ایک فاضل موسیو ڈوزی (۱۸۸۳ء) نے اُن پرتگالی اور  
ہسپانوی الفاظ کی ایک لغت تیار کی ہے۔ جو عربی سے ماخوذ ہیں۔  
یہی مصنف لکھتا ہے، کہ :

”فرانسیسی و اطالوی زبانوں میں عربی کے لاتعداد  
الفاظ شامل ہیں۔ اطالوی علم جہاز رانی کی اکثر اصطلاحات  
عربی سے لی گئی ہیں۔“

### ● عربی اور فارسی

فارسی میں عربی الفاظ کا تناسب کیا ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لیے  
یہاں میں دو کتابوں کا ایک ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ پہلا سعدی کی

۱۔ : تمدن عرب - ص ۴۴

گلستاں سے ہے۔ جو آج سے سات سو سال پہلے لکھی گئی تھی۔ اور دوسرا  
 پروفیسر عباس اقبال (تہران یونیورسٹی) کی "طبقات سلاطین اسلام" سے ہے  
 جو ۱۹۲۲ء میں طبع ہوئی تھی۔

اس صدی کے آغاز سے ایران میں پارسی سرہ کی تحریک چل رہی ہے۔  
 جس کا مقصد یہ ہے کہ فارسی سے تمام عربی الفاظ نکال دیئے جائیں۔ اس تحریک  
 سے ایران کا ہر صاحب قلم متاثر ہوا۔ لیکن با این بنہ اس کتاب کی کوئی سطر ایسی  
 نہیں، جس میں عربی الفاظ موجود نہ ہوں۔

ان اقتباسات کے تمام خط کشیدہ الفاظ عربی ہیں :

### اقتباس از گلستان

منّت خدائے را عزّ و جلی کہ طاعت اش  
موجب قربت است۔ و بہ شکر اندرش  
مزید نعمت۔ ہر نفسے کہ فرو می رود۔  
مُتمدّ حیات است و چوں برمی آید  
مفرّج ذات۔

(گلستان - ابتدائی سطور)

کُلّ الفاظ :- ۳۳ - ان میں عربی الفاظ :- ۱۷ ہیں

اقتباس از طبقات سلاطین اسلام

"کتاب حاضر عین آں فرست پا و

نسب یا نسبت و مطالب اضافی دارو۔

چہ علاوہ برآں کہ برائے تحقیق سنوات

بارِ دیگر بناب اسلامی مراجہ کردہ و

یک عہ از سلسلہ تے کہ در فرست

مسکوکات عنوانے نداشته اند۔ در

این جا آورده ام۔

(طبقات - مقدمہ مؤلف - ص ۱)

تعداد الفاظ ۴۴ - عربی الفاظ ۲۰

### ● عربی اور ہندی

یہی حال ہندی کا ہوا۔ کہ عربی الفاظ کی آمیزش سے شمالی اور وسطی ہند میں ایک نئی زبان پیدا ہو گئی۔ جو مدراس سے تورخم تک بولی اور سمجھی جانے لگی۔ اس کا نام اردو ہے۔ یہ آج سے پانچ سو سال پہلے پیدا ہوئی تھی۔ اور اس میں اب تک بارہ لاکھ سے زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

### ● یورپ میں عربی علوم کا شوق

جنرل طارق نے سال ۱۱۷۱ء میں سابل انڈس پہ قدم رکھا تھا۔ جب

وہاں اسلامی سلطنت قائم ہوگئی۔ ہر جگہ درس گاہیں اور لائبریریوں کھلی گئیں۔  
 وہاں بائیں علم پھیلنے لگا۔ تو پہلے وہاں کی مقامی آبادی متاثر ہوئی اور بعد ازاں  
 اردگرد کے ممالک۔

گو آج بارہ سو سال کے بعد یہ بتانا دشوار ہے، کہ یورپ کے غیر مسلموں میں  
 عربی علوم کے فاضل کتنے تھے؟ وہ کہاں تھے؟ اور ان کے نام کیا تھے؟ تاہم  
 تاریخ میں کچھ ایسے نام بار بار آتے ہیں، جنہوں نے عربی علوم کے فروغ  
 میں حصہ لیا۔

ان میں سے چند نام بہ ترتیب زمانہ یہ ہیں :-

۱ : ابن مسرہ (۸۸۳ - ۹۳۱) سپین کا ایک فلسفی صوفی تھا۔ اس پر  
 سپین (مالقہ) کے ایک یہودی اوستبران نے عربی میں ایک کتاب  
 لکھی تھی۔ جسے بارہویں صدی عیسوی میں ایون ڈیس نے لاطینی  
 میں منتقل کیا۔

۲ : اندلس کے اموی خلیفہ الحکم - دوم (۹۶۱ء - ۹۷۶ء) کے  
 زمانے میں ایک پادری گوب مار نے عربی زبان میں تاریخ یورپ  
 لکھی تھی۔ ایک اور پادری ہیرب نے ایک عربی تقویم کا ترجمہ کیا تھا۔  
 اور دونوں نے اپنی تصانیف خلیفہ الحکم کے نام منسوب کی تھیں۔  
 ۳ : مسلمانوں نے جنوبی اٹلی کے ایک شہر سلرنو میں ایک طبی سکول

۱ : انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف ویسٹرن یورپ

۵۵

از شاٹ ویل -

۲ : تشکیل انسانیت

۳ : تمدن عرب - ۲۵۱

جاری کیا تھا، اور افریقہ کے ایک عیسائی عالم قسطنطین افریقی  
(۱۰۸۰ء — زندہ) کو اس کا پرنسپل مقرر کیا تھا۔ یہ عربی کا  
عالم تھا۔ اس نے عربی کی اسی کتابیں لاطینی میں منتقل کی تھیں۔

گیارھویں صدی میں جب نامنڈی کے ولیم (۱۰۸۷ء) نے برطانیہ  
کو فتح کیا۔ تو یہ اپنے ساتھ چند ایسے یہودی علماء بھی لے گیا۔ جو عربی  
علوم کے فاضل تھے۔ انھوں نے برطانیہ میں عربی کے چند مدارس  
کھولے۔ جن میں سے ایک آکسفورڈ میں تھا۔ یہی وہ مدرسہ ہے۔

جس میں دو سو سال بعد برطانیہ کے مشہور سائنس دان راجس بریکن  
(۱۲۹۴ء) نے تعلیم حاصل کی تھی۔ راجس آکسفورڈ میں پروفیسر  
بھی رہا۔ یہ اپنے طلباء سے کہا کرتا تھا، کہ حقیقی علم حاصل  
کرنا ہے تو عربی سیکھو۔

۵ : برطانیہ کے ایک عالم ایڈل ہارڈ (۱۱۲۶ء) نے خوارزمی کی  
الواج ہیئت کو لاطینی میں منتقل کیا۔

۶ : اٹلی کے ایک فاضل جیمز (۱۱۲۸ء) نے سائنس کی چند  
عربی کتابیں لاطینی میں ترجمہ کیں۔

۷ : رابرٹ آف پینسٹر (۱۱۴۴ء) نے خوارزمی کی کتاب الجبر والمقابلہ کا

۱ : تشکیل ۲۶

۲ : ایچ آف فیتھ - از ویل ڈیوران ۹۱

۳ : ایچ آف فیتھ - ۹۱

۴ : ایچ آف فیتھ

ترجمہ لاطینی میں کیا۔ اس کتاب کا ایک اور لاطینی ترجمہ بھی ہوا۔  
جس کا ذکر شمارہ ۱۳ کے تحت ہو گا۔

ابو سیدنا محمد بن موسیٰ خوارزمی (۸۲۴ء) عہدِ مائون کا منجم و  
محاسب تھا۔ جس نے یورپ میں بڑی شہرت حاصل کی۔

۸ : پلاٹولے آف ٹوالی (۱۱۴۵ء) نے ابراہیم بن حنیۃ یہودی کی  
کتاب الحساب کو جو عربی سے ترجمہ ہوئی تھی، لاطینی میں منتقل کیا۔

۹ : ۱۱۳۰ء میں پلینٹڈ (اندلس) کے ایک پاپوری ریسنڈ مارٹن  
(۱۱۵۰ء - زندہ) نے جو تفسیر - حدیث - فقہ اور فلسفہ وغیرہ

کا فاضل تھا۔ امام غزالی (۱۱۱۱ء) کی کتاب تہافت الفلاسفہ کا  
اختصار تیار کیا۔ اس نے پلینٹڈ میں تصنیف و ترجمہ کا ایک ادارہ

بھی قائم کیا تھا۔ جس میں ابن رشد (۱۱۹۸ء) سینا (۱۰۳۷ء)۔

اور رازی (۹۲۵ء) کے علاوہ یونانی فلسفیوں کے عربی تراجم

لاطینی میں منتقل ہوتے تھے۔ اس ادارے کی تخلیقات تین سو  
سے زائد تھیں۔

۱۰ : ابراہیم بن عذرا اندلس کا ایک یہودی عالم تھا۔ جو ۱۱۵۸ء میں

برطانیہ پہنچا، اور وہاں مدتوں عربی میں درس دیتا رہا۔

۱۱ : جیرارڈ گے (۱۱۸۷ء) عربی علوم کا بہت بڑا فاضل تھا۔ اٹلی کے

۱ : ایچ آف فیٹہ -

۲ : تمدن - ۵۱۴

۳ : تشکیل - ۲۶

۴ : تشکیل - تمدن - میراث کے مختلف صفحات۔

ایک شہر کریمونہ کا رہنے والا۔ اس نے کتب ذیل کو لاطینی میں منتقل کیا:-

- ا : جابر بن حیان (۸۳۰ء) کی الشبوعین۔  
 ب : ابو بکر رازی (۹۲۵ء) کی کتاب الانساز۔  
 ج : ابن طفیل ابو بکر محمد بن عبد الملک غرناطی (۱۱۸۵ء) کی چند تصانیف۔

۱۲ : اندلس کے یہود ابن سال (۱۱۹۰ء) نے چند عربی کتابوں کو عبرانی میں ڈھالا۔

۱۳ : اٹلی کے ایک ریاضی دان بیونارڈو فیبوناچی (۱۲۲۲ء- زندہ) نے خوارزمی کا الجبرا لاطینی میں ترجمہ کیا۔

۱۴ : سسلی کا جرمن زاو فرمانزو فریڈریک دوم (۱۱۹۸ء- ۱۲۵۰ء)

بڑا ہی علم دوست تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اندلس کا ایک یہودی گھرانہ عربی علوم میں بڑی شہرت کا مالک ہے۔ تو اس گھر کے تمام علماء کو اپنے ہاں بلا لیا۔ ان میں سے ایک یہود بن سلیمان نے طلب الحکمتہ لکھی۔ جس میں ابن رشد (۱۱۹۸ء) کے فلسفیانہ افکار تھے، اور یعقوب بن مریم نے ابن رشد کی کئی تصانیف کا عبرانی ترجمہ کیا۔ ۳

۱ : ایچ آف فیتھ - ص ۹۱

۲ : ایچ آف فیتھ - ص ۳۱

۳ : میراث - ص ۲۷۵

۱۵ : مائیکل سکاٹ نسلا سکاچ تھا۔ یہ ۱۲۰۰ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۲۵۰ء کے بعد وفات پائی۔ اس نے اندلس - فرانس اور اٹلی کی اسلامی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کی اور پھر فریڈرک - دوم کا درباری بن گیا۔ اس نے ابن رشد (۱۱۹۸ء) کی کئی کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ نیز سینا کی القانون اور عربی کی متعدد طبیعی - مابعد الطبعی - فلکی اور اخلاقی کتابیں لاطینی میں منتقل کیں۔

۱۶ : اندلس کے ایک یہودی بنا قشہ (۱۲۵۵ء - زندہ) نے ابن رشد (۱۱۹۸ء) کی التعلیات فی الطب اور چند دیگر تصانیف کو لاطینی میں ڈالا۔

۱۷ : اٹلی کے ایک فلسفی پادری تھامس اکیناس (۱۲۲۵ء - ۱۲۷۴ء) اور مشہور جرمن فلسفی آئبرٹس میگنوس (۱۲۰۶ء - ۱۲۸۰ء) عربی مدارس کے فارغ التحصیل تھے۔ ان دونوں نے فلسفہ پر کتابیں لکھیں اور فارابی (۹۵۱ء) سینا (۱۰۳۷ء) اور اکندی (۹۰۱ء) کے دلائل کو بجنسہ لے لیا۔ یہ سینا ہی تھا، جس نے یورپ کو علم طب بھی دیا اور ہیئت و فلسفہ بھی۔ یعنی اس نے فلسفی بھی پالے اور گلیلیو جیسے ہیئت دان بھی۔

۱۸ : ابوبکر رازی (۹۲۵ء) تقریباً دو سو کتابوں کا مصنف تھا۔

۱۹ : میراث - ۲۲۹

۲۰ : میراث - ۲۲۰

۲۱ : تشکیل - ۲۸۸

۲۲ : میراث - ۲۲۵



ان میں طب پر ایک کتاب *التحاوی* بیس جلدوں میں تھی۔  
اس کا لاطینی ترجمہ سنسلی کے ایک یووی ابو لفرج بن سالم  
(۱۲۷۹ء — زندہ) نے کیا۔

۱۹ : ابن زہر (۱۱۶۲ء) *الشبیلیہ* کا ایک طبیب تھا۔ ابن رشد  
کا دوست۔ کتاب *التشیر* کا مصنف۔ اور جالینوس کے بعد  
سب سے بڑا طبیب۔ اس کی کتاب *التشیر* کا لاطینی ترجمہ ایک  
برطانوی فاضل *پیراوی سیٹس* (۱۲۸۰ء — زندہ) نے  
کیا تھا۔

۲۰ : سپین کے ایک بادشاہ *آلفونسو*۔ دہم (۱۲۵۲ء — ۱۲۸۴ء)  
عربی علوم کا بہت گرویدہ تھا۔ اس نے *حصنہ صلعم* کی سیرت  
لعل و گہر کے خواص اور شطرنج پر ایک ایک کتاب لکھی تھی۔  
نیز ہسپانوی شاعری کا ایک مجموعہ تیار کرایا تھا۔ جو اسکوریل  
لاٹبری میں موجود ہے۔ اسی کے حکم سے *کلیہ دمنہ* کا عربی  
ترجمہ (از ابن المقفع — ۷۷۰ء) ہسپانوی میں منتقل ہوا تھا۔

۱ : ایچ آف فیتہ - ص ۳۳

۲ : میراث - ص ۳۱

۳ : اندلس میں مسلمانوں کے زوال کے بعد وہاں کے عیسائی

بادشاہ *فلپ دوم* (۱۵۵۶ء — ۱۵۹۸ء) نے *مڈرڈ* میں ایک *لاٹبری*

قائم کی۔ جو آج تک موجود ہے۔ یہ اسکوریل *لاٹبری* کہلاتی ہے۔

۴ : میراث - ص ۱۶۶

۲۱ : سپین میں رینڈ نام کے دو عالم تھے۔ ایک رینڈ مارٹن (۱۱۵۰ء — زندہ) اور دوسرا رینڈ نل (۱۲۳۵ء — ۱۳۱۵ء)۔ پہلے نے ایک ادارہ تالیف و تصنیف قائم کیا۔ اور دوسرے نے اسلامی علوم کا ایک مدرسہ۔ آخر الذکر نے غزالی کی تہافت الفلاسفہ کا اختصار بھی لکھا۔

۲۲ : پرتگال کے پرنس ہنری (۱۳۹۳ء — ۱۴۶۰ء) نے ایک بحری اکاڈمی قائم کی تھی۔ جس میں عرب اور یہودی علماء مل کر کام کرتے تھے۔ یورپ کا وہ مشہور پرتگالی ملاح واسکوڈی گاما (۱۵۲۲ء) جس نے ہندوستان کا راستہ معلوم کیا تھا۔ اسی درس گاہ کا تعلیم یافتہ تھا۔

بات یوں ہوئی، کہ جب واسکو ڈی گاما (۱۴۹۸ء) میں کینیا (مشرقی افریقہ) کی ایک بندرگاہ ملیندی میں پہنچا۔ تو وہاں مشہور عرب ملاح احمد بن ماجد (غالباً ۱۵۰۰ء) بھی موجود تھا۔ ان کی آپس میں ملاقات ہوئی، اور احمد نے اسے ہندوستان کا راستہ بتایا۔ اس نے خلیج فارس۔ بحر ہند اور بحر الکاہل میں سفر کرنے والوں کے لیے ایک کتاب بھی "کتاب الفوائد" کے عنوان سے لکھی تھی۔ اس میں ان سمندروں کے تمام پرخطر مقامات کا ذکر تھا۔ نیز محفوظ راستے کے مکمل نشانات — قطب نما کا موجد یہی ہے۔

۱ : میراث - ص ۲۴۲

۲ : تشکیل - ص ۳۶۳

۱۳ : ۱۹۶۳ء میں فرانس کے بادشاہ لوئی — یازدہم (۱۲۶۱ء —

۱۲۸۳ء) نے ایک حکم جاری کیا۔ کہ ابن رشد کا فلسفہ فرانس کے تمام مدارس میں پڑھایا جائے۔ اٹلی کی ایک یونیورسٹی پڈوا میں بھی اس کا فلسفہ کچھ مدت تک شامل نصاب رہا۔

۲۲ : اٹلی کے ایک عالم اینڈریو اپتیاگو (۱۵۲۰ء) نے سینا کی قانون بنیادوں اور کتابوں کو لاطینی میں منتقل کیا۔

۲۵ : برطانیہ کے ایک عالم ولیم بیڈویل (۱۵۶۱ء — ۱۶۳۲ء) نے

سات جلدوں میں عربی کا ایک لغات تیار کیا تھا۔ نیز ان عربی الفاظ کی ایک فہرست بھی بنائی تھی۔ جو یورپی زبانوں کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔ نیز عربی کی اہمیت پر ایک مقالہ لکھا تھا۔

۲۶ : تیمور کے پوتے آلیغ بیگ (۱۳۲۹ء) نے ہندوستان میں ایک صد گاہ

بنوائی تھی، اور ۱۳۳۷ء میں چند علمائے ہند کو مشاہدہ فلک پر مامور کیا تھا۔ ان لوگوں نے ستاروں کے نقشے تیار کیے۔ جو

الواح آلیغ بیگ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۶۵۰ء میں برطانیہ کے

دوسٹ کالرز نے۔ گریوٹز اور ٹی۔ ہارپڈ نے ان الواح کو ابٹ

کر کے لاطینی ترجمے سمیت لندن سے شائع کیا۔ ۱۸۳۶ء میں

موسیو ہدی لاتین ان کا فرانسیسی ترجمہ کیا۔

۱ : شاٹ ویل :- نٹرو ڈکشن ڈی ہسٹری

آف ویسٹن یورپ ۔ ۵۵

۲ : ڈاکٹر برنارڈ ڈونٹس کی نشری تقریر ۔ از

بی بی سی لندن ۔ طبع ۱۹۳۰ء ۔

۲۷ : جان گرتوز (۱۶۵۲ء) آکسفورڈ میں علم ہیئت کا معلم تھا۔ اس نے عربی علوم کے لیے مصر و بغداد کا سفر کیا۔ پھر عربی صرف و نحو لکھی۔ اور عربوں کی چند کتب ریاضی بھی ایڈٹ کیں۔

(ڈاکٹر برنارڈ لوئیس)

۲۸ : جان سلڈن (۱۵۸۴ء — ۱۶۵۴ء) برطانیہ کا ایک قانون دان تھا جو برسوں پارلیمنٹ کا ممبر بھی رہا۔ اس کے پاس عربی مخطوطات کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ اس نے عربی کی ایک تاریخی کتاب کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ (برنارڈ لوئیس)

۲۹ : ایڈمنڈ کاسشل (۱۶۰۶ء — ۱۶۸۵ء) کیمبرج میں پروفیسر تھا اس نے :-

۱ : عربی زبان کی اہمیت پر ایک کتاب لکھی۔

۲ : یہ عربی کا شاعر بھی تھا۔ اس نے اپنا عربی دیوان انگلستان کے بادشاہ چارلس دوم (۱۶۶۰ء — ۱۶۸۵ء) کی طرف منسوب کیا۔

۳ : سامی زبانوں کا ایک ضخیم لغت اٹھارہ برس میں تیار کیا۔ جو ۱۶۶۹ء میں شائع ہوا۔

۳۰ : ایڈورڈ پوکاک (۱۶۰۴ء — ۱۶۹۱ء) شام و مصر کی عربی درس گاہوں میں مدتوں پڑھتا رہا۔ ۱۶۳۶ء کے قریب آکسفورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ پہلے یہ شام سے انجیر کا ایک پودا لایا تھا۔ جو اس نے آکسفورڈ میں لگا دیا تھا۔ جب یہ پروفیسر مقرر ہوا تو وہ پودا

جوان ہو چکا تھا۔ اور یہ اُبس کے سائے میں بیٹھ کر  
پڑھتا اور لکھتا تھا۔

اس کی تصانیف یہ ہیں :-

۱ : ابو الفرج بن سالم کی اَلْمُخْتَصَرُ فِي الدُّوَل  
کا پہلے خلاصہ لکھا، اور پھر ترجمہ کیا۔

۲ : مشہور عربی قصیدہ لَاهِبِتَهُ : اَحْمَد  
کی شرح لکھی۔

۳ : بڑی تعداد میں عربی موضوعات پر مقالے لکھے۔

(ایضاً)

۳۱ : سائمن اوکلے (۱۸۲۰ء) پوساک کا شاگرد تھا۔ اور

کیمبرج میں پروفیسر۔ اس نے اسلام کی سیاسی و تمدنی  
تاریخ تین جلدوں میں لکھی۔ ابن طفیل کی حتی بن یقظان  
کا ترجمہ کیا، اور اسلامی علوم پر ایک کتاب لکھی۔

(ایضاً)

۳۲ : ایڈورڈ پوساک کا بیٹا، پوساک (۱۶۴۸ء - ۱۷۲۷ء)

بھی علوم عرب سے شغف رکھتا تھا۔ اس نے ابن طفیل کی  
ایک کتاب نیز عبداللطیف کی تاریخ مصر انگریزی میں  
منتقل کی۔

(ایضاً)

۳۳ : ایک اور برطانوی عالم پریڈو (PRIDEAUX)

— ۱۶۴۸ء — ۱۷۲۸ء نے رسول اکرم صلعم پر ایک

کتاب لکھی۔ (ایضاً)

۳۳ : جارج سبیل (۱۶۹۷ء - ۱۷۳۶ء) انگلستان کا ایک وکیل تھا۔ اس نے اوقاتِ فرصت میں عربی سیکھی اور پھر قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کیا۔  
(ایضاً)

۳۵ : ایک اور انگریزی عالم چاپلو (CHAPPELOW) - ۱۶۸۲ء - ۱۷۴۸ء) نے طغرائی کے قصیدہ لامیتہ العجمہ اور مقاماتِ حریری کو انگریزی میں منتقل کیا۔  
(ایضاً)

۳۶ : سر ولیم جونز (۱۷۹۴ء - ۱۷۹۴ء) نے عرب بدوں اور وہابیوں پر ایک کتاب لکھی۔ نیز امثال العرب کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔  
(ایضاً)

۳۷ : بصرہ کے ایک تاجر نے جو تجارت کی غرض سے ہندو چین گیا تھا۔ ۱۸۵۰ء میں سفرنامہ ہندو چین لکھا۔ جسے فرانس کے مشہور ناٹل موسیوریناں (۱۸۹۲ء) نے ۱۸۴۵ء میں فرانسیسی میں منتقل کیا۔

(تمدن - ص ۲۷۷)

۳۸ : خیام (۱۱۱۲ء) کے الجبرا کا فرانسیسی ترجمہ ایٹ۔ ووپیک نے ۱۸۵۱ء میں کیا۔

(ایچ آف فیتو - ص ۳۲۱)

۳۹ : یاقتِ خموی (۱۲۲۹ء) کی دو کتابیں بڑی مشہور ہیں۔

۱۰ : نکسن :- تاریخ ادب عربی - ص ۲۵۷

معجم البلدان دس جلد - اور معجم الادباء بیس جلد - اول الذکر کو ایک جرمن عالم و سٹن فیلڈ نے ۱۸۶۶ء میں پینز برگ سے شائع کیا۔ اوسدوسری کو پروفیسر مارگو لیتھ ابرطانیہ نے۔

ابن خلکان - ابن خرقل اور اصطخری کی تصانیف ڈی۔ گوپ نے ۱۸۶۶ء میں لائڈن سے شائع کیں۔

۴۱ : لین (LANE) کے نام سے دو برطانوی عالم بہت مشہور ہوئے ہیں۔

ایک : ای۔ ڈبلیو۔ لین (۱۸۰۱ء - ۱۸۶۶ء) اور  
دوسرا : شینلے لین پول۔

پہلا عربی سیکھنے کے لیے تین برس مصر میں رہا۔ پھر عربی لغت لیلہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ مصریوں پر ایک کتاب بھی لکھی۔ اس کے بعد ۱۸۲۳ء میں ایک عربی لغت لکھنا شروع کی۔ جسے وہ موت تک مکمل نہ کر سکا۔ اس کی آخری دو جلدیں اس کے بھتیجے شینلے لین پول (۱۹۲۵ء - زندہ) نے لکھیں۔ یہ لغات ایک عظیم علمی شاہ کار ہے۔ جہازی تقطیع کی آٹھ جلدوں پر مشتمل نہایت مفصل اور قابل اعتماد۔ میں نے اس سے بارہا فائدہ اٹھایا۔

دوسرا لین، کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ ان میں سے ایک یعنی "محمد بن ڈناسٹیز" کا اردو ترجمہ میں نے فرماں وایان اسلام کے نام سے کیا تھا۔

۴۲ : ای۔ جے۔ برن کی فہرست مطبوعات۔

۲۲ : ایڈورڈ ہنری پامر (۱۸۸۲ء) کیمبرج میں پروفیسر تھا۔ یہ عربی کا شاعر بھی تھا۔ جب شاہ ایران نے برطانیہ کا دورہ کیا تو پامر نے اس دورے پر اردو میں ایک مضمون لکھا۔ جو ہندوستان کے ایک رسالے میں شائع ہوا تھا۔

اس کی تصانیف یہ ہیں :-

- ۱ : عربی گریمر۔
- ۲ : ہارون الرشید کے حالات۔
- ۳ : مصری شاعر بہاء الدین زہیر کے کلام کا منظوم انگریزی ترجمہ۔
- ۴ : فارسی لغات۔
- ۵ : ایک کتاب صحرائے سینا پر۔
- ۶ : کیمبرج لائبریری کے عربی و فارسی مخطوطات کی فہرست۔
- ۷ : کئی کتابوں کا انگریزی ترجمہ۔

۲۳ : پروفیسر ولیم رائٹ (۱۸۴۰ء - ۱۸۸۹ء) نے ابن جبیر کا سفر نامہ شائع کیا۔ دو جلدوں میں عربی گریمر لکھی۔ ممبرڈ کی اسکالرشپ کی ایڈیٹ کی۔ اور المقتدری کی تاریخ اندلس کی اشاعت میں ڈوڑی (۱۸۸۳ء) کا ہاتھ بٹایا۔

(ایضاً)

۲۴ : ۱۸۹۰ء کے قریب ایک فرانسیسی عالم آؤ۔ ہووس نے جابر بن حیان کی نوکتابوں کو ایڈیٹ کیا۔ (برلن کی فہرست مطبوعات)



## ● طویل کہانی

یہ کہانی بہت طویل ہے۔ مختصراً یہ کہ :

یورپ میں اسلامی علوم سے دلچسپی بڑھتی ہی گئی۔ انیسویں صدی میں جرمنی۔ فرانس۔ ہالینڈ۔ برطانیہ سے سینکڑوں عربی کتابیں شائع ہوئیں۔ اور بیسویں صدی میں اس میں اس حد تک اضافہ ہوا، کہ اب شاید ہی کوئی ایسی عربی کتاب جلتی ہو جو یورپ سے شائع نہ ہو چکی ہو۔ اس کا کچھ اندازہ ای۔ جے۔ بریل (لائڈن) کی فرسٹ مطبوعات سے ہو سکتا ہے۔ جس کی اندازاً چار سو جلدیں اب تک نکل چکی ہیں۔ ہر جلد میں کوئی اڑھائی ہزار کتابوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے بیش تر یا تو مسلم مصنفین یعنی سینا۔ رازی۔ غزالی وغیرہ کے متون ہیں، جن کی ایڈٹنگ مشرقین نے کی۔ یا ان کے ترجمے ہیں، اور یا اسلامی موضوعات پر کسی مشرق کی کوئی کتاب۔ یہاں بطور نمونہ چند کتابوں کا ذکر کرتا ہوں۔

## ● یورپ میں عربی کتابوں کی اشاعت

(انیسویں صدی)

ان مطبوعات میں سے بعض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔  
مثلاً :-

❖ لین — پامر، اور  
❖ ولیم زائٹ کی تخلیقات۔

بعض دیگر یہ ہیں :-

رموز :- (تذ) سے مراد تدوین (تر) سے ترجمہ اور  
(مص) سے مصنف ہے۔

شمار	عربی کتاب کا نام مع مصنف	مدون یا مترجم	سال طبع
۱	بَغْوَى : مَشْكُوَةٌ المصائب	(تر) اے۔ این۔ مینٹھیوز	۱۸۰۹ء
۲	ابوالفدا : تاریخ	(تذ) امبریت ایٹ۔ جی۔ سی	۱۸۱۴ء
۳	ابن بطوطہ : رحلة	(تذ) اپج۔ اپٹز (APETZ)	۱۸۱۹ء
۴	حریری : معانی	(تذ) سی۔ آر۔ ایس پائی پز	۱۸۳۲ء
۵	المقری : نفع الطیب (مسلم سلاطین اندلس)	(تر) پی۔ ڈی۔ گے این گاس (GAYANGOS)	۱۸۳۰ء
۶	ابن خلدون : تاریخ	(تذ) اے۔ نوئل	۱۸۴۱ء
۷	ابن خلیکان : وفیات الأعیان	(تذ) جی۔ ڈی۔ سلین (SLANE)	۱۸۴۲ء

شمار	عربی کتاب کا نام مع مصنف	مدون یا مترجم	سال طبع
۸	البوتہام : حاسہ	(تد) این۔ زکرت	۱۸۴۶ء
۹	ابن قتیبہ : کتاب المعارف	(تد) این و سٹن فلڈ	۱۸۵۰ء
۱۰	التنسی : تاریخ بنی زیان	(تد) جے۔ جے۔ ایل۔ بزگن	۱۸۵۲ء
۱۱	ابن الخطیب لسان الدین : الإحاطة فی تاریخ عندناطہ	(تد) این۔ جے۔ سمونٹ	۱۸۶۰ء
۱۲	البلاذری : فتوح البلدان	(تد) جی۔ ڈو۔ گوجے	۱۸۶۶ء
۱۳	البوالفرج : کتاب الاغانی	(تد) مختلف ایڈیٹرز	۱۸۶۸ء
۱۴	حیوان اخطل	(تد) ایم۔ ٹی۔ ہاوسما (HOUSTMA)	۱۸۷۸ء
۱۵	ابن حلدون کے فلسفہ تاریخ پر	(مص) فان کریر	۱۸۷۹ء
۱۶	رافلز مزی : کتاب عجائب الہند	(تد) ایل۔ ایم۔ ڈیوک	۱۸۸۳ء

شمار	عربی کتاب کا نام مع مُصنّف	مدوّں یا مترجم	سال طبع
۱۷	دیوان ابو فحجن	(تر) ایل ایبل	۱۸۸۷ء
۱۸	ابو حنیفہ دیناوری : الآخبار الطوال	(تر) ڈبلیو۔ گرگاس	۱۸۸۸ء
۱۹	جابر بن حبان کی نو کتابیں	(تر) او۔ ہنڈوش	۱۸۹۳ء
۲۰	جاہلیت اور رسوم عرب پر کئی کتابیں	رابرٹ۔ سن۔ سمیٹھ	۱۸۹۴ء
۲۱	ابن مشکویہ : کتاب آداب العرب والفرس	(تر) آر۔ باسٹ (R-BASSET)	۱۸۹۸ء
۲۲	آلف لیلہ : (عربی)	(تر) آر۔ ایٹ بڑٹن	۱۸۹۹ء

نوٹ :-

آلف لیلہ کے متعدد ایڈیشن لیکل چکے ہیں۔ جن میں سے ۲۹ ایڈیشنوں کا ذکر ای۔ جے۔ برل کی فہرست میں ہے۔

### • بیسویں صدی کی مطبوعات

جیسا کہ پہلے کہ چکا ہوں، بیسویں صدی میں یورپ سے اتنی عربی

کتابیں شائع ہوئیں، کہ ان کا تفصیلی ذکر کروں۔ تو کئی مجلّات میں بھی نہ سمائے۔  
 ہاں میں چند کتابوں کے ذکر یہ اکتفا کرتا ہوں۔ تاکہ کسی وقت کوئی باہمت  
 محقق اس سلسلے کو آگے بڑھا کر اس دلکش موضوع پر جامع و مانع  
 کتاب لکھ سکے۔

شمار	عربی کتاب مع مُصنّف	مدون۔ مترجم یا مُصنّف	سال طبع
۱	فارابی : کتاب فی آراء اہل المدینۃ الفاصلیۃ	الین۔ ڈیٹیرسی (DIETERICI)	۱۹۰۰ء
۲	جاحظ : کتاب الخلاء	جی۔ فان۔ فلوٹن (VLOTEN)	۱۹۰۰ء
۳	ابو بکر بن احمد الحسنی : روضۃ الأخبار۔ (البحیر یا کی تاریخ)	نامعلوم	۱۹۰۰ء
۴	عبرینی : عنوان الدرایتہ (علمائے بجایہ کا تذکرہ)	چینیب (CHANEB)	۱۹۰۰ء
	جاحظ : رسالۃ الی فتح بن خاقان۔	(تد) جی۔ فان۔ فولٹن	۱۹۰۳ء

شمار	عربی کتاب مع مصنف	مدون مترجم یا مصنف	سال طبع
۴	ابن خلدون : بغیة الشراہ فی ذکر الملوک من عبد الوادی (عبدالواو تلمسان کا خاندان تھا)	(تد) اے۔ بل (BEL)	۱۹۰۴ء
۷	محرری : دیوان الحسنی :	(تد) ایچ۔ پارلین	۱۹۰۹ء
۸	کتاب القنایة بقرطبة التویری :	جے۔ ریبرا	۱۹۱۳ء
۹	نہایتہ الارب فی فنون الارب (ادب اندلس کی تاریخ)	(تد) جی۔ ڈیمیرو	۱۹۱۷ء
۱۰	ابن العربی : التدبیرات الالہیة فی اصلاح المملکت الاسلامیة	(تد) ایچ۔ ایس۔ نائی برگ۔	۱۹۱۹ء
۱۱	ابو یوسف : کتاب الخراج	(تد) ای ٹیکنان	۱۹۲۱ء

شمار	عربی کتاب مع مُصنّف	مدوّں - مترجم یا مُصنّف	سال طبع
۱۲	البیرونی : الآثار الباقیة عن القرون الخلیفة -	(تد) ای - سنماؤ	۱۹۲۳ء
۱۳	دیوان علقمہ	(تد) چنیب	۱۹۲۵ء
۱۴	امام بخاری : صحیح	(تد) ای - ایل - پراونکل	۱۹۲۸ء
۱۵	ابن العذار القراکشی : البيان المغرب فی اخبار المغرب -	(تد) آر - ڈوزی	۱۹۳۰ء
۱۶	فارابی : إحصاء العلوم	گائز لیزز (GONZALEZ)	۱۹۳۲ء
۱۷	شیخ عبدالقادر : فتوح الخیب	(تد) ڈبلیو - برانی	۱۹۳۳ء
۱۸	فارابی : کتاب المرسلی	(تد) ایچ - جی - فارمر	۱۹۳۳ء
۱۹	عباس بن ابراہیم تراکشی : الإعلام بمن حلّ تراکش وأعمتات من الأعلام -	نامعلوم	۱۹۳۴ء

شمار	عربی کتاب مع مصنف	مدون - مترجم یا مصنف	سال طبع
۲۰	ابن الفرات : کتاب التاريخ	(تد) سی۔ کے۔ رزیکت	۱۹۳۶ء
۲۱	ابن حیان : المقتبس (امویان قرطبہ کے حالات)	(تد) ایم۔ ایم۔ اٹلونا	۱۹۳۷ء
۲۲	ابن العربی : رسالة القدس	(تد) آسن۔ پلیشن (ASIN PA- -LACIOS)	۱۹۳۹ء
۲۳	ابن حنبلہ : طوق الحمامہ	(تد) ایم۔ ویٹن ویلز	۱۹۴۴ء
۲۴	شعراء اندلس کے عربی اشعار کا انتخاب	(تد) اے۔ آر۔ نیگل	۱۹۴۹ء
۲۵	غزالی : اجیاء العلوم (فصل بیم ورجا)	ولیم مکین (MCKANE)	۱۹۴۲ء
۲۶	بدل الدین عینی : الشروض الطاهر فی سیرة الملک الظاہر	ایچ۔ آر۔ نٹ	۱۹۴۲ء



کوئی کہاں تک کہے۔ مُتشرقیین کی تعداد پانچ ہزار سے کم نہیں۔ مذکورہ  
بالا اسماء کے علاوہ :

براہِ کمان ، ریوٹر ، حجتی ، نکلسن ، براؤن ، آربری ،  
ری لینڈ ، زینجر ، بلوچٹ ، برونک ، روزن-وی ، روزن قتال ،  
بارٹن ، گاتھیٹر ، لانتھ وغیرہ نے بھی اسلامی علوم پر بہت کام کیا ہے  
رہے مُسلم مُصنّفین ، تو ان کی تعداد کا یہ عالم ، کہ سیوطی نے طبقات النخاة میں  
ایسے ساڑھے پانچ سو نو لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ جن کا نام محمد تھا۔  
ابن الفوطی نے مُعجم الالقباب میں کوئی ساڑھے چار سو کمال الدین نامی  
علما کے حالات لکھے ہیں۔ تو یہ ہے اسلامی تہذیب کا اعلیٰ پہلو۔

## ● عربی حکایات اور یورپ

عربوں نے حکایات کے کافی مجموعے تیار کیے تھے :

مثلاً :-

- ❖ اَلْفُ لَيْلِہ
- ❖ مقاماتِ حریری
- ❖ مقاماتِ بدیع
- ❖ حَتّٰی بن یَقْظان
- ❖ نَفْحَةُ الْیَمَن
- ❖ کَلِیلُ دِمْنِہ
- ❖ قصص الانبیاء
- ❖ کتاب الاعنانی

## عِقْدُ الْغَرِيدِ المُسْتَطْرَف -

(شہاب الدین محمد بن احمد التودانی - م - ۱۲۴۶ھ - ۱۲۸۴ھ) وغیرہ  
کلیدِ دمنہ دراصل سنسکرت کی کتاب تھی۔ جس کا پہلوی (پرانہ فارسی) ترجمہ  
نو شیرواں (۱۲۵۷ھ) کے زمانے میں ہوا۔ اور عربی ترجمہ ابن المقفع (۱۲۶۰ھ)  
نے کیا۔

سپین کے ایک بادشاہ آلفونسو - دہم (۱۲۵۲ھ - ۱۲۸۴ھ) کی  
فرمائش پر (میراث ۱۹۶) اس کا عربی ترجمہ ہسپانوی زبان میں منتقل ہوا۔ اور  
اطلی کے ایک یہودی جان نے اسے لاطینی میں ڈھالا۔

آلف لئیڈ سے یورپ سے لٹویں صدی میں آشنا ہوا تھا۔ اس کا پہلا  
ترجمہ ایک فرانسیسی سیاح گالینڈ (۱۵۱۷ھ) نے بارہ جلدوں میں کیا تھا۔  
گالینڈ عربی حکایات کا بہت دلدادہ تھا۔

ایک دفعہ حلب کا ایک عالم حنفی بنامی پیرس میں وارد ہوا۔ اس کے  
پاس عربی حکایات کی چند کتابیں تھیں، اور متعدد حکایات بھی اُسے یاد تھیں۔  
گالینڈ نے اُس سے سب کچھ لے کر اس تمام ذخیرے کا ترجمہ کیا۔

مذکورہ بالا بارہ جلدوں میں آخری چار جلدیں اسی مواد پر مشتمل ہیں۔  
گالینڈ کے بعد بھی اس کتاب میں اضافہ ہوتا رہا۔ جو شخص بھی کسی عربی حکایت کو  
فرانسیسی میں منتقل کرتا۔ وہ اس کتاب کا حصہ بن جاتی۔

۱۸۲۳ء میں اسے فان ہیٹم نے جرمنی میں، ۱۸۲۶ء میں  
لیٹمب نے انگریزی میں منتقل کیا۔ لٹین کا انگریزی ترجمہ ۱۸۴۱ء  
میں شائع ہوا تھا۔

سرپر ڈبزن کا ترجمہ ۱۸۸۶ء میں مکمل ہوا۔ ۱۸۹۷ء میں ایک جرمن ترجمہ جو بیس چھوٹی چھوٹی جلدوں میں شائع ہوا۔ اس کا ترجمہ ہسپانوی۔ اطالوی۔ پولش۔ ڈینش اور روسی میں بھی ہوا ہے۔

کچھ ایسے تراجم بھی ہیں، جن کا تعلق آلف لینڈ کے بعض حصوں سے ہے۔ مثلاً :-

کسی نے بسند باد کا پہلا، کسی نے دوسرا، اور کسی نے تیسرا سفر (وقین علیٰ هذا) شائع کر دیا۔

اس کتاب پر بے شمار لوگوں نے مقالات لکھے ہیں۔ مثلاً :-

☆ ڈی ساسی

☆ فان ہینمر

☆ ڈی گوہے

☆ نلڈ کے

☆ کرٹسکی

☆ زیت پیچر

☆ گالیٹر

☆ رٹر وغیرہ۔

ان کا تعلق یورپ کے مختلف حصوں سے تھا۔ تفصیل کے لیے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ (لائڈن) دیکھیے۔

یورپ کے بعض نقادوں کا خیال یہ ہے، کہ اگر آلف لینڈ نہ ہوتی۔  
تو نہ آئر لینڈ کے ادیب ہوفٹ (۱۷۴۵ء) کی "گالی ورس ٹریوٹرز"  
وجود میں آتی اور نہ ڈینش ڈوفو (۱۷۳۱ء) کی راپسن کر و سو۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ :

"راہنسن کروسو" کا ماخذ ابن طفیل اندلسی (۱۱۸۵ء)

کی "حتی بن یقطان" تھی۔ جسے ۱۶۷۱ء میں پوکاک نے

لاہین میں اور ۱۷۰۸ء میں اوکلے نے انگریزی میں منتقل کیا تھا۔

اس موضوع (راہنسن کا ماخذ) پر اے۔ آر۔ پاسٹرنے ۱۹۳۰ء

میں ایک کتاب لکھی تھی۔ عنوان تھا : (The  
5L)

"دی آئیڈیا آف راہنسن کروسو" (میراث ص ۲۰)

یورپ میں آلف لیسڈ کے کچھ اور ایڈیشن (کچھ مکمل اور کچھ جزوی)

بھی نکلے تھے۔ مثلاً :-

سال	مدون	نمار
۱۸۸۴ء	ڈبلیو۔ اے۔ گلاؤسٹن	۱
۱۸۶۸ء	ایس۔ ہینٹلی	۲
۱۸۲۸ء	جی۔ ایس۔ ٹربوٹین	۳
۱۹۲۴ء	ایم۔ بی۔ برکسٹش	۴
۱۸۷۲ء	اے۔ کرٹون	۵
۱۸۸۲ء	او۔ ہاؤڈا	۶
۱۸۹۹ء	جے۔ سی۔ مارڈوکس	۷
۱۸۸۸ء	ایس۔ سلہانی	۸
۱۹۶۱ء	ایچ۔ پیئرس	۹

سال	مدون	نمار
.....	ڈبلیو - ایٹ - کرزبی	۱۰
۱۸۲۵ء	فان ایچ - ایل فلیشر	۱۱
۱۸۸۹ء	جی - ویل	۱۲
۱۸۴۰ء	سی - شال	۱۳
۱۸۹۹ء	وی - کاؤن	۱۴
۱۸۶۹ء	ڈی - کمپارٹی -	۱۵
	وعیرہ	

یورپ میں ان کتابوں اور ان کے تراجم کا اثر یہ ہوا کہ اُس دور کا ادب عربی سانچے میں ڈھل گیا۔ اٹلی اور انڈس میں مقامات کی طرز پر حکایات لکھی جانے لگیں۔

چاسر کی "سکوٹس ٹیل" دراصل آلف لیڈ کی ایک کہانی ہے۔ ڈانٹے کی ڈیوائن کامیڈی واقعہ معراج کا چہرہ تھا۔

اٹلی کے ایک ادیب بوسیشو (۱۳۷۵ء) کی تمام حکایات عربی ادب سے ماخوذ ہیں۔

تیرھویں صدی میں ایک فرانسیسی ادیب نے FLOIRE  
BLAUC HFLEUR کے عنوان سے ایک ناول لکھا۔ اس  
میں عربی رنگ کی مجالس جمائیں۔ عربی ساز و سامان سے کام لیا۔ اور ہیرو  
کا نام تائبم رکھا۔

چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں اندلس کے ایک پوری جان-روز نے ایک منظوم کہانی لکھی۔ جس میں عربی اقوال و امثال بکثرت استعمال ہوئیں۔ اس کی بیوی کا نام کریمہ تھا۔

اسی دور کے ایک اور ہسپانوی نے یوسف۔ زلیخا کا قصہ منظوم کیا۔ اس کی زبان ہسپانوی تھی۔ لیکن بحر اور خط عربی۔

ڈان کوئیک ساٹ کی مشہور یورپی کہانی، جس کا اردو ترجمہ خدائی فوجدار کے نام سے ہو چکا ہے، کا مصنف ایک مراکشئی مسلمان حمید بن عجل (انجل) تھا۔ اس نے یہ کہانی غالباً عربی میں لکھی تھی۔

گیارہویں صدی میں مصر کے ایک ادیب مہبشر بن فاتک نے دانشوران عالم کے اقوال جمع کیے۔ جنہیں کسی نے لاطینی میں ترجمہ کیا، اور پھر یہ ترجمہ،

*Dicts And Sayings of Philosophers*  
کے عنوان سے انگریزی میں منتقل ہوا۔

برطانیہ کے پہلے پریس کا نام کینکسٹن تھا۔ جو ۱۷۹۲ء میں قائم ہوا تھا۔ اس میں سب سے پہلے یہی کتاب چھپی تھی۔ اصغرانی کی کتاب الاغانی کے بھی کئی ایڈیشن نکلے۔ مثلاً :-

۱ : آر۔ ای۔ برتو، وغیرہ کا ایڈیشن۔ سال اشاعت ۱۸۶۸ء  
اکیس جلدوں میں۔

۲ : جی۔ ایل۔ سازگارٹن کا ایڈیشن۔

سال اشاعت ۱۸۴۰ء

۳ : دارالکتب (۹) کا ایڈیشن۔ (فہرست برل۔

ج ۳۶۰، شمارہ ۱۶۹)

قرون وسطیٰ کے یورپ میں عربی ادب کا نفوذ ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔  
 لاطینی کا مفلس۔ بے جان اور بے کار ادب لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔  
 اس میں نہ لذت تھی نہ صداقت اور نہ گہرائی۔ دوسری طرف عربی ادب  
 میں بلا کی توانائی، زندگی اور عظمت تھی۔ جسے نظر انداز کرنا یورپ کے لیے  
 آسان نہ تھا۔ یورپ کا یہی وہ رُحمان تھا، جسے دیکھ کر وکٹریہ ہیوگر نے  
 کہا تھا :-

”پہلے تمام دنیا یونانی تھی، اور اب عربی ہے۔“

(میراث - ص ۲۰۶)

## ● اسلامی تہذیب کے عناصر

اسلامی تہذیب کے اہم عناصر تین ہیں :-

- ۱ : علم
- ۲ : ایمان اور
- ۳ : تقویٰ

ہمارے اُتلاف نے نہ صرف دوسروں کا علم محفوظ کیا۔ بلکہ علم کی  
 تخلیق بھی کی۔ آغاز اسلام ہی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔  
 شاہر رسالت حضرت حسان بن ثابت کا دیوان۔ کعب بن زہیر کا قصیدہ  
 (بانت سعاد)۔ حضرت علیؑ کا مجموعہ خطوط و خطبات (نہج البلاغہ)  
 نیز ان کا مجموعہ اشعار۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت  
 عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، حضرت انسؓ اور دیگر بیسیوں صحابہ کے  
 مجموعہائے حدیث۔ حضور صلعم کے معاہدات و مکتوبات۔ حضرت ابن عباس

کی تفسیر اس حقیقت پہ شاید ہی۔

حضور معلم کے بعد اس سلسلے کو صحابہ - تابعین اور تبع تابعین نے جاری رکھا۔ جب ہمارے خلفا و سلاطین جہانگیری سے قدرے فارغ ہوئے، تو انھوں نے جا بجا دارالکتب قائم کیے، اور تصنیف و ترجمہ کے ادارے کھولے۔ یہ کام دور اُمیہ ہی میں شروع ہو گیا تھا۔

یزید اول (۶۰ھ - ۶۴ھ) کے بیٹے خالد نے ایک ولد ترجمہ قائم کیا تھا۔ جس میں آہرن نامی ایک پادری نگرانی پہ مامور تھا۔ خود خالد بھی مصنف تھا، اور بقول ابن الندیم (الفہرست ص ۲۹۶) اس نے چار کتابیں لکھی تھیں :

- ۱ : کتاب الحرات
- ۲ : کتاب الصحیفۃ الکبیر
- ۳ : کتاب الصحیفۃ الصغیر - اور
- ۴ : وصیۃ الی ابلتہ فی الصنعة

خالد سے پہلے امیر معاویہ (۴۰ھ - ۶۰ھ) کی خواہش پر ایک عیسائی عالم ابن آثال نے یونانی طب کی کچھ کتابیں عربی میں ترجمہ کی تھیں۔ بعد میں مروان اول (۶۴ھ - ۶۵ھ) کے حکم سے ماسر جلیس یہودی نے آہرن کی قرابادین کو عربی میں منتقل کیا۔ اس کے بعد ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ - ۱۲۵ھ) کے میرفتی سالم نے ارسطو کے بعض رسائل کا ترجمہ کیا اور یہ سلسلہ پھیلتا ہی گیا۔

خلفائے عباسیہ نے تلاش کتب میں ہر طرف آدمی بھیجتے تھے جو کتابوں کے انبار لے کر واپس آتے



عزیم خلافت میں اُونٹوں پہ لہ کر  
چلے آتے تھے مصر و یونان کے دفتر

(مُسَدَّس - حائلی)

عباسیوں نے جہاں بھر کے علماء دربار خلافت میں بلا لیے، اور انہیں  
تصنیف و ترجمہ پر لگا دیا۔ ان لوگوں نے تھیلز (۴۴۰ ق م) سے لے کر بطلیموس  
(۱۵۱ء - زندہ) تک کی تمام تصانیف عربی میں منتقل کر ڈالیں۔ اور  
حکمت یونان کو۔ جسے دنیا قاطبتہ بھول چکی تھی۔ از سر نو زندہ کر دیا۔  
اشاعتِ علم کے لیے قرطبہ سے سمرقند اور دمشق سے ملتان تک ہزاروں  
درس گاہیں کھولیں۔ ان میں کثرتِ طلبہ کا یہ عالم تھا۔ کہ بقول علامہ ذہبی :  
"امام ابو حنیفہ کے ایک شاگرد حافظ ابو الحسن علی بن عاصم واسطی  
کے حلقہ درس میں تقریباً تیس ہزار طلبہ ہوتے تھے۔"

(تذکرۃ الحفاظ - تذکرہ علی بن عاصم)

"بغداد کے ایک محدث سلیمان بن حرب (۲۲۴ ہ)  
کے شاگردوں کی تعداد چالیس ہزار کے قریب تھی۔ جن میں  
خلیفہ مأمون الرشید بھی شامل تھا۔"

(ایضاً - تذکرہ سلیمان بن حرب)

جب امام محمد شیبانی (۱۸۹ ہ) کوفہ میں موطا کا درس  
دیتے تھے۔ تو ہجوم کی وجہ سے گلیاں ٹرک جاتی تھیں۔

(ذہبی : مناقب ابن حنیفہ و مناقبہ

طبع مصر - ۱۳۵۰)

” امام اعظم کے ایک اور شاگرد یزید بن ہارون بغدادی  
(۲۰۶ھ) کے حلقہ درس میں بعض اوقات ستر ہزار سے زیادہ  
طلبہ شامل ہوتے تھے۔“

(ذہبی : تذکرۃ المحققین)

ترجمہ سلیمان بن حرب

یہ وہ تاریخی حقائق ہیں۔ جن کی بنا پر ول ڈیوران نے کہا تھا :-  
” کہ اسلامی سلطنت میں جغرافیہ دانوں - مورخوں - منجموں -  
فقہوں ، اور طبیبوں کی وہ کثرت تھی ، کہ سڑکوں پر چلنا مشکل  
ہو گیا تھا۔“

بلکہ درس گاہوں کے ساتھ اور ان سے الگ کچھ لائبریریاں بھی تھیں۔  
جن کی تفصیل سے پہلے یہ بتانا شاید بے جا نہ ہو ، کہ اُس وقت یورپ میں  
کتنی لائبریریاں تھیں۔

## • قرون وسطیٰ میں یورپ کی لائبریریاں

ان لائبریریوں کے متعلق ہماری معلومات یقینی نہیں۔ بطور مثال اسکندریہ  
کی مشہور لائبریری کو لے لیجیے :

اس کے متعلق آج تک فیصلہ نہیں ہو سکا کہ اس میں کتب کی تعداد کیا تھا  
اور وہ کہاں گئیں ؟ کوئی دو لاکھ بتا تا ہے۔ کوئی چار اور کوئی سات لاکھ۔

ملاحظہ ہو برطانوی انسائیکلو پیڈیا — زیر لفظ ” لائبریری “ اس کی بناء  
بطلیموس اول (۳۲۳ — ۳۰۹ ق م) نے ڈالی تھی ، اور اس کی فہرست  
بطلیموس دوم (۳۰۹ — ۲۴۶ ق م) نے بنوائی تھی۔ ۲۲۱ ق م میں بطلیموس سوم نے

خالقین (یونان کے ایک جزیرے کا شہر) کے ایک شاعر اور شخوی یو فورین کو اس کا لائبریری مقرر کیا تھا۔

ڈاکٹر ڈریسپر کی تحقیق یہ ہے کہ :

اس لائبریری کا ایک حصہ جو لیس سیزر (۵۰ — ۴۴ ق م) نے تلف کرا دیا تھا، اور باقی ماندہ کتابیں قیصر تھیوڈورسین — دوم (۸۰ ق م — ۴۵ ق م) نے سپرد آتش کر دی تھیں۔ جب سپین کا مورخ اور ویشیش اسکندر میں اسکندریہ پہنچا۔ تو وہاں ایک بھی کتاب موجود نہ تھی۔

اسکندریہ مصر میں ہے۔ اسکندر یونانی کے بعد اس کا یونانی جرنیل (بطلموس) مصر پر قابض ہو گیا تھا، اور اسی نے اسکندریہ لائبریری کی بناء ڈالی تھی۔ اس لیے میں نے اسے یورپی لائبریریوں کے ضمن میں شمار کر لیا ہے۔

پاپائے اعظم گریگوری — اول (۵۴۰ — ۶۰۴) نے مشہور رومی سیاست دان سنسرو (۴۳ — ق م) اور مورخ لوی (۱۶ — ق م) کی ساری کتابیں تلف کرا دی تھیں۔

آج سے کئی سال پہلے جرمنی کے ایک شہر کانسٹنس (CANS — TANCE) کی کلیسائی لائبریری میں ۳۵۶ کتابیں تھیں۔ اور شمالی بویریا کے ایک شہر ہینی ڈک بیورن میں صرف ایک سو۔

خدا بخش لکھنا ہے لکہ کہ سن ۱۱۳۱ء میں جرمنی کے ایک شہر ہم بڑگ کی

۱ : مرکز مذہب و سائنس ۔ ص ۱۲۶

۲ : تشکیلیں : ص ۲۲۱

۳ : خدا بخش : اجماعے اسلام ص ۱۴۲

۴ : خدا بخش : اجماعے اسلام ص ۱۴۲

کلیسائی لائبریری میں کل ۹۶ کتابیں تھیں۔

بارھویں صدی کے ایک برطانوی پادری بڑنارڈ کی وفات (۱۱۵۳ء) پر اُس کی لائبریری کو کھولا گیا۔ تو اُس میں سے صرف ۲۲ کتابیں نکلیں۔  
تخط کتب کی ایک وجہ تو یورپ کی جہالت تھی، اور دوسری وجہ کاغذ کی نایابی۔ وہ لوگ جھٹی پہ لکھتے تھے، اور یہ اس قدر گراں تھی کہ ایک دفعہ یورپ کی ایک خاتون کو پند و نصائح کی ایک کتاب دو سو بیڑی اور پانچ من غلہ دے کر خریدنا پڑی۔  
(ایچ آف فیتھ - ص ۹۰۸)

## ● اسلامی لائبریریاں

یورپی اہل قلم نے زمانے کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے :-

### اول : زمانہ قبل از تاریخ

جو دو ہزار اور بعض کے ہاں ایک ہزار قبل از مسیح پہ ختم ہوتا ہے۔

### دوم : تاریخی دور کا حصہ اول

جو پانچویں صدی عیسوی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعض واقعات و رجال تاریخی ہیں اور بعض غیر تاریخی۔

### سوم : قرون وسطیٰ

جو پانچویں صدی سے شروع ہو کر پندرھویں کے طلوع پہ ختم

ہوتے ہیں۔ اہل یورپ اس زمانے کو جہالت و وحشت کا زمانہ کہتے ہیں۔

### چہارم : عصرِ روائ

جو پندرھویں صدی سے شروع ہوا تھا۔

اسلامی عروج کا تعلق قرونِ وسطیٰ سے ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ جب یورپ میں علم، تہذیب اور اخلاق کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ امراء کا کام عیاشی، بڑوہ فروشی اور مے نوشی تھا۔ بڑے بڑے شہروں مثلاً لندن، پیرس اور برلن کی سڑکوں پر فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ رات کو روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ جو شخص رات کو گھر سے باہر نکلتا، وہ عموماً کچھ پت میں لٹ پت ہو جاتا تھا۔ نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ جب پاپائے روم نے جرمنی کے بادشاہ فریڈرک دوم (۱۲۱۲ء - ۱۲۵۰ء) پر کفر کا فتوے لگایا۔ تو فرست الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔ لے

جب سپین میں اسلامی سلطنت کو زوال آیا۔ تو فلپے دوم (۱۵۵۶ء - ۱۵۹۸ء) نے تمام حمام اس لیے بند کر دیے، کہ ان سے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ اسی بادشاہ نے اپنے ایک گورنر کو اس جرم میں معزول کر دیا تھا، کہ وہ مسلمانوں کی طرح روزانہ ہاتھ پاؤں دھوتا تھا۔

جب کینٹربری بری کالٹ پادری باہر نکلتا تھا، تو اس کی قبا پر جوہیں قطار اند قطار نظر آتی تھیں۔ فقر و فاقہ کا یہ عالم کہ لوگ درختوں کی چھال اور پتے اُبال کر کھاتے تھے۔

لے : معرکہ تہذیب و مائیس - ص ۳۶۱ و ما بعد -

۱۰۳۰ء کے قحط میں لندن کے بازاروں میں انسانی گوشت بھی بکتا تھا۔  
 فرانس کے ایک دریا ساؤن کے کنارے انسانی گوشت کی کتنی ہی دکانیں تھیں۔  
 جاگیرداروں کے قلعے ڈاکروں کے اڑے تھے۔ جو مسافروں کو لوٹتے یا انھیں ذبح  
 کرنے کے لیے پکڑ لاتے تھے۔ یورپ کی یہ حالت مسلسل بارہ — تیسرہ سو  
 برس رہی۔

درست کہا تھا گتہ نے :-

”بدی کی یہ کثرت اور نیکی کی یہ قلت اتنی طویل مدت  
 تک کہیں اور نظر نہیں آتی۔“

( معرکہ — نیز تاریخ رومہ )

تو یہ تھا وہ تاریک زمانہ — جب مسلمان اسی برس کی قلیل مدت میں  
 ابر رحمت بن کر ملتان سے فرانس تک چھا گئے۔ انھوں نے اپنی قلمرو میں ہزاروں  
 درس گاہیں کھولیں۔ تالیف و ترجمہ کے درجنوں ادارے قائم کیے، اور جا بجا  
 لائبریریاں بنائیں۔ یہ لائبریریاں کتنی اور کہاں کہاں تھیں، اس کے متعلق یقینی  
 اور تفصیلی معلومات موجود نہیں۔ ہمیں چند لائبریریوں کے متعلق نامکمل سے کوائف  
 ملے ہیں۔ جنہیں یہاں درج کرتے ہیں :-

۱ : مشہور محدث <sup>۱</sup> ابن شہاب زہری (۱۲۲ھ) کے گھر میں  
 اتنی کتابیں تھیں، کہ جب انھیں ایک کتب خانے میں منتقل کیا گیا  
 تو متعدد خراور خچر استعمال کرنا پڑے۔

۱ : معرکہ - ص ۲۶۱ و مابعد -

۲ : تشکیل - ص ۲۰۹ -

۳ : ابن سعد : طبقات ، ج - ۲ ص ۱۲۶ -

- ۲ : مشہور لے مورخ الواقدی (۲۰۶ھ) کی وفات پر اُس کے گھر سے کتابوں کے چھ سو صندوق نکلے تھے۔
- ۳ : ایک مرتبہ لے مامون الرشید (۱۹۸ھ — ۲۱۸ھ) نے قیصر روم مائیکل دوم (۲۰۵ — ۲۱۳ھ) سے اس شرط پر صلح کی، کہ وہ استنبول کا نڈلاں کتب خانہ بطلیموس (۱۵۱ء — زندہ) کی کتاب المبحثی سمیت بغداد بھیج دے۔
- ۴ : اسلام کے مشہور محدث لے اور رجال نگار یحییٰ بن یعین (۲۳۳ھ) کی وفات پر اُن کے گھر سے کتابوں کے ایک سو صندوق اور چار بھرے ہوئے ٹکے نکلے تھے۔
- ۵ : ابو نعیم لے "تاریخ اصفہان" میں لکھتا ہے کہ :  
" اصفہان کے ایک امیر نے جس کی وفات ۲۶۲ھ میں ہوئی تھی، تین لاکھ دینار کے فرق سے ایک شاندار کتب خانہ بنوایا تھا۔
- ۶ : یاقوت لے حموی لکھتا ہے کہ :  
" کوفہ کے نحوی و لغوی احمد بن یحییٰ ثعلب (۲۸۹ھ) کے پاس ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔

۱ : ایک آف فیہ - ص ۲۳۵

۲ : معرکہ - ص ۱۶۴

۳ : ابن خلکان : وفيات الاعیان - ج ۲ - ص ۲۱۴

۴ : بحوالہ " احيائه اسلام " ص ۱۶

۵ : معجم الادباء - ج ۲ - ص ۱۹۶

۷ : یحییٰ بن علی بن یحییٰ (۳۰۰ھ) جو خلفائے عباسیہ کا منجم تھا، کتابوں کا بہت شوقین تھا۔ جب ابو معشر منجم بلخی (۳۱۶ھ - زندہ) حج پہ جاتے ہوئے اس لاہری میں داخل ہوا۔ تو کتابوں کی بہتات دیکھ کر وہیں رُک گیا اور حج ترک کر دیا۔

۸ : منصورؑ حلاج (۳۱۰ھ) کی ذاتی لاہری میں کتابوں کی خاصی تعداد تھی۔ اس میں اس کی اپنی کتابیں چینی کاغذ پر سنہری حروف میں لکھی ہوئی تھیں۔ اس کی تصانیف پچاس کے قریب تھیں۔

۹ : ۳۲۲ھ میں خلیفہ قائم فاطمی (۳۲۲ھ - ۳۲۳ھ) نے قاہرہ میں ایک عظیم لاہری قائم کی۔

۱۰ : موصل گھ کے ایک امیر ابن خاران (۳۲۳ھ) نے ایک

۱ : "احیائے اسلام" - ص ۱۴۳

۲ : "احیائے اسلام" - ص ۱۴۳

۳ : خدا بخش نے احیا (ص ۱۴۶) میں لکھا ہے، کہ :-

"یہ لاہری ۳۲۲ھ میں خلیفہ اٹھکھ کے حکم سے قائم ہوئی تھی۔

اگر یہ سال صحیح ہے۔ تو پھر خلیفہ کا نام القائم تھا۔ خلفائے فاطمی

میں اٹھکھ نام کا کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ ہاں ایک الحاکم تھا

چھٹا خلیفہ۔ جس نے ۳۸۶ھ سے ۴۱۱ھ تک حکومت

کی تھی۔ (اسلاطین اسلام - خلفائے فاطمی)

۴ : احیاء - ص ۱۴۶



دارالعلوم قائم کیا۔ جس کے ساتھ ایک عمدہ لائبریری بھی تھی۔

نیشاپور میں قاضی ابن جہان (۳۵۴ھ) کی ذاتی لائبریری : ۱۱

میں کافی کتب ہیں تھیں۔ (اجیا۔ ص ۱۶۶)

آل بویہہ کے ایک وزیر ابو الفضل بن عمید کی ذاتی لائبریری : ۱۲

میں اتنی کتابیں تھیں۔ جنہیں اٹھانے کے لیے ایک سو اونٹوں

کی ضرورت پڑتی تھی۔ یہ غالباً ۳۵۵ھ میں قائم ہوئی تھی۔

(بعہد عبدالدولہ) اور اس میں مشہور فلسفی و مورخ ابن

مشکوویہ (۳۳۰ھ - ۳۲۱ھ) نے بھی بطور خازن کام

کیا تھا۔ (اجیا۔ ص ۱۶۳)

جب ۳۶۵ھ میں خلیفہ طائع (۳۶۳ھ - ۳۸۱ھ) : ۱۳

نے ایک امیر زاوے کی جائیداد (بہ جرم بغاوت)

ضبط کی۔ تو اس کے گھر سے سترہ ہزار کتابیں نکلیں۔

(اجیا۔ ص ۱۶۳)

اندلس کے اموی خلیفہ آتھکم - دوم (۳۶۶ھ) نے : ۱۴

قرطبہ میں ایک عظیم لائبریری کی بناء ڈالی تھی۔ جس میں کتابوں

کی تعداد چھ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اس کی فہرست ۵۰ جلدوں

میں مرتب ہوئی تھی۔ جو آج بھی میڈرڈ کی اسکوریل لائبریری

میں موجود ہے۔ (اجیا۔ ص ۱۶۲)

عبدالدولہ بویہی (۳۶۲ھ) کی ذاتی لائبریری : ۱۵

بھی بڑی لائبریریوں میں شمار ہوتی تھی۔

(ایضاً۔ ص ۱۶۳)

۱۶ : اسی سلطان کے ایک امیر نے رام ہرمز (خلیج ایران کے ساحل پر ایک شہر) میں ایک لائبریری بنائی تھی۔ جس میں تحقیقی کام کرنے والے طلباء کو وظیفہ ملتا تھا۔

(ایضاً - ص ۱۶۶)

۱۷ : ابن ندیم (۳۷۷ھ - زندہ) لکھتا ہے، کہ :  
 "میں نے بغداد میں محمد بن حسین المعروف بہ ابن ابی بقرہ کا کتب خانہ دیکھا۔ اس میں شعرائے عرب کے دیوان، کتب حکایات، حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کی دستاویزات اور ابو عمرو زبیاں بن العلاء البصری (۱۵۴ھ) کی تصانیف تھیں۔

۱۸ : یا قوت حموی لکھتا ہے، کہ :  
 "احمد بن محمد ابو بکر بن الجراح (۳۸۰ھ) کی ذاتی کتابوں کی قیمت دس ہزار درہم تھی۔

(معجم الادباء، ج ۲ - ص ۷۵)

۱۹ : ۳۸۳ھ میں آل نویدہ کے ایک وزیر ساہور بن ارقشیر (۴۱۵ھ) نے غزنی بغداد میں ایک دارالعلوم قائم کیا۔

۲۰ : ابن خلدون لکھتے ہیں، کہ :

"زباں کے ہاں عرب شعراء کا اتنا کلام جمع تھا کہ ان کے

مکان کا ایک حصہ چھت تک بھر گیا تھا۔"

(وفیات، ج ۱ - ص ۳۸۶)

جس میں ساڑھے دس ہزار کتا ہیں تھیں۔

(اجیا - صفحہ ۱۶۶)

۲۰: جب نوح بن منصور سامانی نے اُس دور کے ایک عالم سیاست دان صاحب بن عباد (۳۰۳ھ - ۳۶۷ھ) کو وزارت کے لیے طلب کیا۔ تو اُس نے چار سو اونٹ اپنی کتابیں اٹھانے کے لیے

مانگے۔ (معرکہ - صفحہ ۱۶۵)

۲۱: ۳۸۶ھ کے قریب مصر کی فاطمی لائبریری میں ایک لاکھ بیس ہزار کتا ہیں تھیں۔ (اجیا - صفحہ ۳۶)

۲۲: قرطبہ کے ایک قاضی ابو المظرف (۴۲۰ھ) کے ہاں اتنی بڑی لائبریری تھی کہ جب اُس کی وفات کے بعد اونے پونے فروخت ہوئی۔ تو اُس کے ورثا کو چار لاکھ دینار..... (اُسی لاکھ روپے) وصول ہوئے۔

(اجیا - صفحہ ۱۷۳)

۲۳: جب بغداد کا ایک عالم البیقانی (۴۲۵ھ) اپنے منصب سے سبکدوش ہونے کے بعد گھر روانہ ہوا۔ تو اُس کی کتابیں پینسٹ گٹھڑیوں میں اٹھائی گئیں۔

(ایضاً - صفحہ ۱۷۳)

۲۴: والی کرمان ہرام شاہ بن طغرل شاہ سلجوقی (۵۶۱ھ - ۵۸۲ھ) کے وزیر امین الدولہ ابو الحسن بن الغزال نے اپنے کتب خانے میں کتابیں نقل کرنے

لئے: اجیا میں یہ نام اسی طرح لکھا ہے۔

کے لیے کئی کاتب رکھے ہوئے تھے۔

(وفیات - ج ۲ - ص ۲۳۶)

۲۵ : ایوبی سلطان نور الدین (۵۸۲ھ - ۵۹۲ھ) کے وزیر ابو کثیر افراسیم بن الزفان کے پاس بھی ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔

(وفیات - ج ۲ : ۲ - ص ۱۰۵)

۲۶ : ۶۱۲ھ میں یاقوت حموی (۶۲۵ھ) شام کے ایک امیر ابو الفوارس عضد الدین کے ہاں گیا۔ اور اُس کے ہاں ایک ایسا کتب خانہ دیکھا۔ جس کی کتابوں کی تعداد خود امیر کو بھی معلوم نہ تھی۔

ایک مرتبہ اُس نے چار ہزار کتابیں بیچ ڈالیں۔ لیکن کتب خانے کی حیثیت میں کوئی فرق نہ آیا۔

(معجم الادباء - ج ۲ : ص ۱۹۶)

۲۷ : ول ڈیوران لکھتا ہے کہ :

"جب یاقوت حموی (۶۲۵ھ) مترو میں گیا۔ تو اُس نے وہاں بارہ لائبریریاں دیکھیں۔ ایک میں بارہ ہزار کتابیں تھیں۔" (ایچ آف فیتھ - ص ۳۲۹)

۲۸ : آخری عباسی خلیفہ مستعصم (۶۴۰ھ - ۶۵۶ھ)

کے وزیر موید الدین ابوطالب محمد بن احمد المعروف بہ ابن اعلتقی (۶۵۶ھ) کی ذاتی لائبریری میں دس ہزار کتابیں تھیں۔ (الفخری - ص ۲۲۲)

۲۹ : حماد تاتار کے وقت بغداد میں ۳۶ عظیم سرکاری لائبریریاں تھیں اور ہر پڑھے لکھے کے پاس کتابوں کی خاصی تعداد تھی۔

(ایچ آف فنیٹھ - ص ۲۳۷)

۳۰ : جب ہلاکو خاں کے مشیر و وزیر نصیر الدین طوسی (۷۷۷ھ) نے ایران کے ایک شہر مراغہ میں رصدگاہ قائم کی۔ تو ساتھ ہی چار لاکھ کتابوں کی ایک لائبریری بھی بنائی۔

(وفیات - ج : ۲ و ۱۴۹)

۳۱ : حماد (شام) کے والی، ابو الفدا اسماعیل (۷۷۰ھ) جو مربی علوم و فنون ہونے کے علاوہ خود بھی مؤرخ تھا۔ (مختصر تاریخ البشر کا مصنف) کے پاس ایک ایسا کتب خانہ تھا جس میں دو سو علماء و کاتبین تصنیف و کتاب پر مقرر تھے۔

۳۲ : "قطب الدین" ایک تاریخی کتاب کا نام ہے۔ اس کا مصنف قطب الدین عبدالکریم بن عبد النور الحلبی (۷۳۴ھ) لکھتا ہے، کہ :

"بغداد کی لائبریریوں میں اس قدر کتابیں تھیں کہ جب تاتاریوں نے وجہ کو عبور کرنا چاہا، تو کتابوں کی ہزار ہا گٹھریاں پانی میں پھینک دیں۔ بیشتر تو بہہ گئیں، لیکن کچھ بھاری ہو کر تہہ میں بیٹھ گئیں۔ ان پر اور گٹھریاں آتی گئیں۔ یہاں تک کہ دریا میں ایک لٹہ سا بن گیا۔ جس پر تاتاری عساکر پیدل چل کر پار نکل گئے۔"

(مدن - ص ۱۷۵)

۳۳ : اندلس میں مسلمانوں کے علمی مرکز چار تھے۔ قرطبہ۔ غرناطہ۔  
 اشبیلیہ اور ظلیطلہ۔ ہر مرکز میں بڑے بڑے کتب خانے تھے  
 ڈاکٹر ڈریسپر معرکہ مذہب و سائنس لکھتا ہے کہ :  
 " اندلس کے صرف ایک شہر قرطبہ میں بہتر لائبریریاں تھیں۔  
 جنہیں مسلمانوں کے زوال کے بعد متعصب عیسائیوں نے  
 جلا دیا۔ صرف ظلیطلہ میں وہاں کے پشپ ز منیر  
 (XMINESE) (وفات ۸۹۷ء) نے اسی ہزار  
 کتابیں سپرد آتش کی تھیں۔

(تشکیل - ۲۵۶)

۳۴ : المشرقی (۱۰۴۰ء) کا بیان ہے، کہ :  
 " اُس دور کے ایک امیر ابو جعفر احمد بن عباس کے  
 پاس چار لاکھ کتابیں تھیں۔

(فتح الطیب - ج : ۲ ص ۳۰۸)

۳۵ : ڈاکٹر ڈریسپر لکھتا ہے کہ :  
 " مسلمانوں نے طرابلس میں ایک عظیم الشان لائبریری  
 بنائی تھی۔ جس میں کتابوں کی تعداد تیس لاکھ کے قریب تھی۔  
 ایک مرتبہ صلیبیوں کا ایک لشکر وہاں سے گزرا۔ اور  
 اُس نے تمام کتابیں جلا ڈالیں۔

(معرکہ - ص ۱۵)



## اسلامی تہذیب کے دو بڑے مرکز

یوں تو ممالک سے غرناطہ تک اسلامی تہذیب کے درجنوں مراکز تھے۔

مثلاً :-

ایران میں : نیشاپور - شیراز - ہمدان - اصفہان - طوس

اور تبریز -

بخارا میں : سمرقند - تاشقند اور خیوہ -

عراق میں : بصرہ - کوفہ اور بغداد -

شام میں : حلب اور دمشق -

مصر میں : قاہرہ اور اسکندریہ -

لیکن سب سے بڑے مرکز دو تھے :-

۱ : بغداد اور

۲ : اندلس

## بغداد

اس شہر کی بنا دوسرے عباسی خلیفہ منصور (۱۳۶ھ - ۱۵۸ھ) نے

۱ : یہ تفصیل پروفیسر جتی کی "دی ریس" - قفطی کی تاریخ الحکماء -

لی بان کی "تمدن عرب" سے ماخوذ ہے۔

دجلہ کے مغربی کنارے پہ ڈالی تھی۔ اس کی تعمیر پر ایک لاکھ مزدور چار سال کام کرتے رہے۔ یہ شہر دائرے کی شکل میں تھا۔ اس کی دو فصیلیں تھیں۔ اندرونی اور بیرونی۔ اندرونی فصیل امراء و وزراء کے گھروں اور شاہی محل کے گرد تھی۔ اور نوسے فٹ اونچی تھی۔ شاہی محل کے دیوان عام کا گنبد ایک سو تیس فٹ بلند تھا۔ اس کے عین اوپر ایک نیزہ بردار سوار کا مجسمہ تھا۔ جس کے نیزے کی آبی اس طرف گھوم جاتی تھی۔ جس طرف سے کوئی حملہ آور آ رہا ہو۔ جب یہ شہر تیار ہو چکا۔ تو اس کے بانی منصور نے کہا :

”یہ شہر ایک ایسی وادی میں واقع ہے۔ جہاں سے کبھی بڑی بڑی تہذیبیں ابھری تھیں۔ دریائے دجلہ کی وجہ سے ہمارا رابطہ دور و دراز ممالک (چین شامل) سے قائم ہو جائے گا۔ اور یہاں ہر وہ چیز پہنچے گی۔ جو دریاؤں کی وساطت سے مل سکتی ہے۔ مثلاً :-

عراق و ارمینیہ کی زرعی پیداوار ، اور  
شام و روم کی مصنوعات وغیرہ

**بغداد** ، ایران - شام - ارمینیہ اور ایشیائے صغیر کے

درمیان واقع تھا۔ اس لیے وہ مختلف تہذیبوں کا عموماً اور تہذیب ایران کا اثر خصوصاً قبول کرنے لگا۔ عباسی خلیفے ، فاروق و علیؑ کی سادگی چھوڑ کر جمشید و ہوشنگ بن گئے۔ ان کا دربار ایرانی قالینوں ، فانوسوں ، منظر بوں۔ سیاست دانوں اور عرم ایرانی کنیزوں سے بھر گیا۔ اس اختلاط سے عربوں کی موروثی سخت مزاجی نرمی و شیرینی میں بدل گئی۔ ان کے مذاق میں نفاست آگئی ، اور یہ لوگ علوم و فنون کی طرف مائل ہو گئے۔



اُس دور کے دو فرماں رواؤں نے تہذیبِ نو کی تخلیق میں اہم پارٹ ادا کیا۔  
بغداد کے ہارون الرشید (۱۷۰ھ — ۱۹۳ھ) اور منسکس کے شارلیمان  
(۱۵۰ھ — ۱۹۷ھ) نے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے دوستی چاہتے تھے۔

شارلیمان، قیصرِ روم کی دست دراز یوں سے محفوظ رہنا چاہتا تھا۔ اور  
ہارون کی خواہش یہ تھی۔ کہ شارلیمان اندلس کے اموی خلفا کو چین نہ لینے دے۔ ان  
دونوں نے اپنی اپنی سلطنتوں میں متعدد درس گاہیں کھولیں اور ہارون نے فرانسی  
درس گاہوں کو کامیاب بنانے کے لیے ہر قسم کی مدد دی۔

ایک سو برس میں بغداد دولت - تجارت - علوم و فنون اور بین الاقوامی سیاست  
کا مرکز بن گیا۔ اس کی شان و شوکت اور عوام کی خوشحالی میں کابل سم آہنگی تھی۔ عوام  
کو دیکھ کر جس نوع کے پایہ حکومت کا تصور قائم ہوتا تھا۔ بغداد ویسا ہی تھا۔  
یا یوں کہیے، کہ بغداد قوم کی عظمت - عزت اور آسودہ عالی کی علامت تھا۔  
ہارون کی عم زاد بیوی زبیدہ نے بھی تہذیبِ نو کی تخلیق میں خاصا حصہ لیا تھا۔  
یہ بہت فیاض خاتون تھی۔ اس نے جو دو کرم کی نہایت تابدار و ایات قائم کیں۔  
ایک مرتبہ یہ حج کو گئی، تو اس نے حرمِ نیشینوں کو مال مال کر دیا۔ مکہ و مکرمہ سے  
کوئی پچیس میل دور ایک ندی بہتی تھی۔ جس سے ایک نہر کاٹ کر بیت اللہ  
تک پہنچائی۔ یہ نہر زبیدہ کہلاتی تھی۔ اس سفر میں زبیدہ نے تیس لاکھ دینار  
(چھ کروڑ پاکستانی روپے) صرف کیے۔

اس کے مزاج میں اتنی نفاست تھی، کہ یہ اپنے میز پر کوئی ایسا برتن برداشت  
نہیں کر سکتی تھی۔ جو سونے یا چاندی کا نہ ہو۔

اُس زمانے میں مسراوانی دولت کا یہ عالم تھا :  
کہ جب ۲۰۹ھ میں مامون الرشید (۱۹۸ھ — ۲۱۸ھ) کی

شاہی بُوران سے ہوئی۔ تو اس تقریب کی شان و شوکت تاریخِ عرب میں  
منزب المثل بن گئی۔

دولھے کو ایک ایسے قالین پہ بٹھایا گیا۔ جو سونے کے تاروں سے بُنا  
گیا تھا۔ نکاح کے بعد جوڑے پر ایک ہزار موٹی سونے کے بلق میں ڈال کر  
نچھاور کیے گئے۔ جو اباً مامون نے امراء کو ایسے نافرمانے مُشک پیش کیے۔  
جن کے ہمراہ جائیدادوں، غلاموں، کنیزوں اور قیمتی تحائف کی دستاویزات  
بھی شامل تھیں۔

جب ۳۰۴ھ میں مشرقی روم کے قیصر قسطنطین - ہفتم کا سفیر خاص  
مقتدر عباسی (۲۹۵ھ - ۳۲۰ھ) کے دربار میں پہنچا۔ تو وہاں کی  
عظمت و شوکت سے لرز گیا۔ محل کے باہر ایک لاکھ ساٹھ ہزار سوار و پیادہ،  
سات ہزار سفید و سیاہ خواجہ سرا، اور سات سو صاحب کمرے تھے۔ جب فوج  
کے ایک دستے نے سفیر کو سلامی دی۔ تو اُس کے ہمراہ ایک سو شیر بھی مارچ کر  
رہے تھے۔ اُس نے محل میں بائیس ہزار قالین اور اٹھتیس ہزار پردے بھی دیکھے۔  
جن میں ساڑھے بارہ ہزار سنہری تھے۔ نیز ہال کے وسط میں سونے - چاندی کا  
ایک وزخت دیکھا۔ جس کا وزن پانچ لاکھ ڈرام تھا۔ اس کی شاخوں پر مختلف قسم کے  
مصنوعی پرندے تھے۔ جو ہوا چلنے پر اپنی اپنی بولیاں بولتے تھے۔

ہارون کی فیاضی نے جہاں بھر کے فن کاروں، ادیبوں، شاعروں،  
اور موسیقاروں کو بغداد میں کھینچ لیا تھا۔

اُس وقت بغداد کی زندگی کیا تھی؟ یا تو ہارون کے درباری شاعر

ابو نواس (۱۸۳ھ) کا کلام پڑھیے۔ جو بار بار دربار کی رنگینوں پر طبع آزمائی کرتا ہے۔ یا ابو الفرج اصفہانی (۳۵۵ھ) کی کتاب الاغانی دیکھیے۔

اس سلسلے کا ایک واقعہ یہ کہ :

بارون کا ایک بھائی ابراہیم اتنا بڑا موسیقار تھا، کہ ایک مرتبہ اس نے خلیفہ امین بن بارون (۱۹۳ھ — ۱۹۸ھ) کے سامنے ابو نواس کے چند اشعار گائے، اور امین بن بارون نے اسے تین لاکھ دینار (ساتھ لاکھ پاکستانی روپے) دیے۔

عہد مامون (۱۹۸ھ — ۲۱۸ھ) میں بغداد کی آبادی دس لاکھ تھی۔ اس میں تیس ہزار مساجد، دس ہزار حمام، ایک ہزار محل اور آٹھ سو ساٹھ اطباء تھے۔ نیز ایک بیت الحکمتہ۔ جس میں سینکڑوں علماء و حکماء تالیف و ترجمہ پر مامور تھے۔ رطروں پر روزانہ گلاب اور کیوڑے کا عرق چھڑکا جاتا تھا۔ اور جب خلیفہ کی سواری نکلتی تھی۔ تو اس کے آگے بیچھے دس ہزار سوار ہوتے تھے زیوروں سے لدے ہوئے گھوڑوں پر سوار۔

بغداد کے جامہ بان اس قدر باکمال تھے، کہ ایک مرتبہ زبیدہ نے کپڑے کا ایک تھان پچاس ہزار دینار میں خریدا۔

بغداد کے گھاٹ میلوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ تفریحی کشتیوں، شکاریوں، مسافر کشتیوں اور جنگی جہازوں سے پُر۔ وہاں سے تجارتی کشتیاں اور جہاز مختلف قسم کا سامان مثلاً :- کپڑا، زیور، شیشہ وغیرہ لے کر جنوب میں افریقہ، ہند بحر الکاہلی جزائر اور چین تک جاتے تھے، اور شمال میں سوئیڈن تک۔

حال ہی میں روس، فن لینڈ، سوئیڈن اور جرمنی میں اس دور کے عربی سکتے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم تاجر تجارت کے لیے

ان علاقوں میں بھی جاتے رہے۔

یہ تاجر ریشم اور مشک چین سے لاتے۔ مسلے۔ رنگ اور معدنیات ہند سے، شہد۔ فزہ (FUR) اور موم روس سے۔ ہاتھی دانت اور سونا افریقہ سے۔ چاول، گندم اور ملل مصر سے۔ پھل شام سے۔ قالین، عطریات اور کئی دیگر اشیاء ایران سے۔

اس تجارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد کی دکانیں ہر قسم کے سامان سے لد گئیں۔ لوگ بہت خوشحال ہو گئے۔ اور دنیا بغداد کو "ملکہ عالم" کہنے لگی۔

مادی خوشحالی کے بعد عربوں میں ذہنی بیداری کی ایک ایسی لہر اٹھی جس نے انہیں نہ صرف یونان کی گم شدہ علم و حکمت کا وارث بنا دیا۔ بلکہ اک جہان نو کا خالق بھی۔

مامون کے بیت الحکمت نے ہند، یونان اور ایران کے فلسفہ۔ طب۔

ہیئت۔ تاریخ اور دیگر علوم کو عربی میں منتقل کر ڈالا۔ یہ ادارہ ایک سو سال تک زندہ رہا۔ تراجم کے ساتھ ساتھ عرب تخلیقی کام بھی کرنے لگے۔ اور دو تین صدیوں میں اتنا کام کر گئے، کہ مشرق و مغرب کی لائبریریاں کتابوں سے بھر گئیں۔

قرطبہ۔ غرناطہ۔ طلیطلہ۔ طرابلس۔ قاہرہ۔ فلسطین اور مراغہ کی عظیم لائبریریوں میں بیشتر کتابیں انہی لوگوں کی لکھی ہوئی تھیں۔

## • بیت الحکمت

مامون کے قائم کردہ بیت الحکمت میں ایک شعبہ ترجمے کا تھا۔ جس کا کام یونانی کتابوں کو براہ راست عربی یا آرامی زبان میں منتقل کرنا تھا۔ چونکہ مسلمان یونانی زبان سے نا آشنا تھے۔ اس لیے انھوں نے اس کام کے لیے

غیر مسلموں کو تلاش کیا۔

مثلاً :-

۱ : حنین بن اسحاق نصرانی حیدلانی (۲۵۸ھ) جالی نوس و بقراط کا شارح اور چھتیس کتابوں کا مُصنّف۔

۲ : اسحاق بن حنین (۲۹۸ھ) اپنے باپ کا صحیح جانشین اور کئی کتابوں کا خالق اور شارح۔

۳ : منشی بن یونس - نصرانی (۳۲۲ھ - ۳۳۰ھ کے درمیان زندہ) شام کا ایک عالم تھا۔ خلیفہ راضی (۳۲۲ھ - ۳۲۹ھ) کے زمانے میں بغداد گیا۔ قفطی نے تاریخ الحکما میں اس کی دس تصانیف کے نام دیے ہیں۔

۴ : ثابت بن قزّہ (۲۸۸ھ) شام کے ایک شہر حرّان کا ایک صابّی (تارہ و آتش پرست) بیت الحکمت سے وابستہ تھا۔ اس نے ارسطو - جالی نوس، اور چند دیگر یونانی حکما کی تصانیف کا ترجمہ کیا۔ اور خود بھی ریاضی - ہیئت - منطق - سیاست - کسوف - خسوف - طب - جیومیٹری، اور اخلاق پر کافی کتابیں لکھیں۔ قفطی نے تاریخ الحکما میں اس کی ۱۰۶ کتابوں کے نام دیے ہیں۔

۵ : شان بن ثابت بن قزّہ (۳۳۱ھ) اپنے والد کی طرح ایک جامع الصفات شخصیت تھی۔ تذکروں میں اس کی اٹھارہ تصانیف کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً :-

۱ : تاریخ ملوک السریانیین۔

- ۲ : رسالۃ فی الاستواء -
- ۳ : رسالۃ فی النجوم -
- ۴ : شرح مذہب الصائبین - وغیرہ
- ۶ : ثنابت بن سنان بن ثنابت بن قرظہ (۳۶۵ھ) راضی کا درباری اور ثنابت بن قرظہ کا پوتا تھا۔ اس کی کتاب تاریخ وسنت معلومات کے لحاظ سے لا جواب ہے۔ اس میں ۲۹۰ھ - ۳۶۳ھ کے واقعات ہیں۔
- ۷ : ابراہیم بن سنان بن ثنابت بن قرظہ اپنے بھائی، باپ اور دادے کی طرح بڑی شہرت کا مالک تھا۔ اس کی تصانیف کا تعلق یا تو ہیئت سے تھا۔ اور یا ہندسہ سے۔
- ۸ : ثنابت بن ابراہیم بن زھرون الحرانی الصائبی (۳۶۹ھ) بھی طبیب و مصنف تھا۔
- ۹ : یحییٰ بن عدی نصرانی (۳۶۲ھ) اسی کتابوں کا مصنف تھا۔ عربی میں لکھتا تھا۔ اور منطق میں امام سمجھا جاتا تھا۔
- ۱۰ : یوحنا بن البطریق النصرانی مامون کا غلام تھا۔ لیکن فلسفہ اور طب میں بڑا مقام رکھتا تھا۔ اس نے حنین کی طرح بقراط اور ارسطو کی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا۔
- ۱۱ : یوحنا بن ماسویہ نصرانی (۲۳۲ھ - زندہ ۲۵۰ھ) ہارون - امین - مامون کے درباروں میں رہا۔ اس نے طب پر تقریباً تیس کتابیں لکھیں۔ مثلاً :-
- ۱ : کتاب الاسہال -

۲ : کتاب التشریح۔

۳ : کتاب القولنج۔ وغیرہ۔

یہ فہرست کافی لمبی ہے۔ پوری تفصیل ابن ابی اُصیبہ کی طبقات الاطباء اور قفطی کی تاریخ الحکماء میں دیکھیے۔

## ● اس دور کے مسلم علما

تیسری۔ چوتھی صدی ہجری کے بغداد کی تعمیر۔ تازمین اور تہذیب میں بشمار مسلم اہل قلم نے بھی حصہ لیا۔ ان میں سے کچھ بغداد ہی کے رہنے والے تھے۔ کچھ بغداد میں آباد ہو گئے تھے۔ کچھ بغداد کے فیض یافتہ تھے اور کچھ بغداد کی علمی لہر سے متاثر ہو کر بیت الحکمت کے انداز میں کتابیں لکھنے لگے تھے۔ ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔

چند نام یہ ہیں :-

۱ : احمد بن محمد بن مروان السرخسی (۲۷۹ھ — زندہ) خلیفہ معتضد

کاندیم و مشیر۔ اس نے طب۔ سیاست۔ منطق۔ جبر و مقابلہ۔ موسیقی پر چوبیس کتابیں لکھیں۔

۲ : احمد بن محمد صافانی (۳۷۹ھ) بغداد کی رصدگاہ پر متعین تھا۔

۳ : ابو معشر بلخی (۳۷۹ھ — زندہ) طبقات ائمہ تاریخ

ایران اور ہندیت کا فاضل تھا۔ قفطی نے اس کی اٹھتیس کتابوں کے نام دیے ہیں۔

۴ : جعفر بن المکتفی باللہ ( ۳۷۷ھ ) ایک عباسی شہزادہ تھا۔  
علوم قدیمہ پر چند رسائل کا مصنف۔

۵ : جابر بن حیان کوئی ( ۲۱۴ھ ) کیمسٹری کا بابا آدم سمجھا جاتا ہے۔  
اس نے اس موضوع پر پوری ایک سوکڑا ہی لکھیں۔ اور ایک ہزار  
مرکبات پر بحث کی۔ کتابوں کی پوری فہرست ابن ندیم کی الفہرست  
میں ملے گی۔ اس کی تمام تصانیف نایاب سمجھی جاتی تھیں۔ لیکن  
حال ہی میں اس کی نوکڑا ہی لائبریری سے ای۔ جے۔ برل  
نے شائع کر دی ہیں۔

۶ : ابن الخمار بغدادی ( پ — ۳۳۱ھ ) اونچے درجے کا  
فلسفی و منطقی تھا۔ کوئی دس کتابوں کا مصنف۔

۷ : ابن کزنبغ بغداد کا ایک متکلم تھا۔ قفطی نے اس کی تین  
کتابوں کے نام دیے ہیں۔

جن میں :

• ایک منطق پر

• دوسری شب و روز پر اور

• تیسری ثابت بن قریب کی ترویج میں تھی۔

۸ : حبش الحاسب اپنے وطن مرو (خراسان) کو چھوڑ کر بغداد چلا  
گیا تھا۔ وہاں مامون سے معتصم (۲۱۸ھ — ۲۲۷ھ) تک کا زمانہ دیکھا۔  
اور ہیئت پر نوافضلانہ کتابیں لکھیں۔ ( قفطی )

۹ : غلام زحل ( ۳۷۳ھ ) بغداد کا منجم۔ جس کی سات تصانیف کا  
ذکر قفطی نے کیا ہے۔



عبدالرحمان بن عمر بن محمد رازی علم النجوم کا ماہر تھا۔ تاریخ الحکماء میں  
اس کی صرف تین کتابوں کے نام ملتے ہیں۔

۱۰ : علی بن احمد انطاکی (۳۷۶ھ) انطاکیہ سے بغداد آگیا تھا۔ اس نے  
حساب پر سات کتابیں لکھیں۔

۱۱ : ابن الجراح ابوالقاسم عیسیٰ بن علی (۳۹۱ھ) خطاط بھی تھا۔  
اور مصنف بھی۔

۱۲ : محمد بن ابراہیم الفزاری، احکام نجوم کا فاضل۔ دولت عباسیہ  
کے اوائل میں تھا۔

۱۳ : محمد بن زکریا۔ ابو بکر رازی (۳۲۰ھ) شفاخانہ بغداد میں  
طیب تھا۔ اس نے طب۔ کیمیا، اور طب روحانی پر ۱۳۳  
کتابیں لکھیں۔

۱۴ : فارابی، بخارا کے ایک شہر فاراب کا رہنے والا تھا۔ پورا نام  
محمد بن محمد بن طرخان۔ بعد میں بغداد چلا گیا۔ اور طب منطق۔ فلسفہ  
موسیقی اور تہذیب پر ۱۱۲ کتابیں لکھیں۔

۱۵ : ابن الاومی (۳۰۰ھ کے قریب) ایک مشہور منجم۔ جس کی  
تقویم کو اس کے ایک شاگرد القاسم بن محمد بن ہاشم المدائنی نے  
۳۰۸ھ میں لنظم العتد کے نام سے منظوم کیا۔

۱۶ : محمد بن موسیٰ خوارزمی (۲۲۹ھ) مامون کے کتب خانے کا  
مکمل تھا۔ اس نے تاریخ و ہیئت پر کئی کتابیں لکھیں۔ اس کا  
الجرا بہت مشہور ہے۔

۱۷ : اسی محمد کے دو ساتھی احمد اور حسن بھی محاسب و منجم تھے۔

ان کی تصانیف کی فہرست القفطی میں دیکھیے۔

۱۹ : ویجن بن رستم (۳۷۸ھ — زندہ) بغداد کا منجم تھا اور ہیئت پر نو کتابوں کا مصنف۔

۲۰ : یحییٰ بن ابی منصور (۲۱۸ھ — زندہ) مامون کا منجم تھا۔ اس نے ہیئت پر کئی کتابیں لکھیں۔

۲۱ : الکردی — یعقوب بن اسحاق بن الصباح بن عمران (۲۳۵ھ)

قدیم فرماں روا بیان کنندہ (یمن کا ایک قبیلہ) کی اولاد سے تھا۔ عظیم القدر فلسفی۔ منجم اور حکیم۔ قفطی نے اس کی ۲۲۶ کتابوں کے نام دیے ہیں۔ جن کی تقسیم یوں ہے :-

فلسفہ : ۲۰

منطق : ۷۹

حساب : ۱۱

موسیقی : ۶

منجم : ۲۷

ہندسہ : ۲۱

فلکیات : ۱۴

طب : ۲۴

نفسیات : ۵

سیاسیات : ۱۳

ان دیگر عنوانات : ۷۶

میزان : ۲۲۶

۲۲ : ابنِ وصیف ( ۳۵۰ ھ ) بغداد کا ایک فاضل تلمیذ، جو

امراضِ چشم کا ماہر تھا۔

تو یہ تھے وہ لوگ جنہوں نے تیسری اور چوتھی صدی کے بغداد کو  
عظمت و شہرت عطا کی۔

حقیقاً کہتا ہے :-

”جس وقت ہارون و مامون یونان و ایران کے  
علوم و فنون کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر عربی میں منتقل کر رہے تھے  
اور یونانی فلسفہ پر ریسرچ ہو رہی تھی۔ اُس وقت فرانس کا  
بادشاہ شارلیمان اور اُس کے لارڈز نیشنل نام لکھنے کی  
مشق میں مصروف تھے۔“

(دی عربس ۹۲)

## اندلس

جنرل طارق نے ۷۱۱ء میں ساحل ہسپانیہ پہ قدم رکھا تھا۔ دو سال کی قلیل مدت میں اس نے سارا ہسپانیہ فتح کر لیا۔ اور اسے اسلامی سلطنت کا حصہ بنا دیا۔ یہ صورت حال چالیس سال تک جاری رہی۔ جب ۷۱۱ء میں امیہ کا اقتدار ختم ہوا تو ان دنوں بیس سال کا ایک نوجوان شاہزادہ عبدالرحمانؑ، جو خلیفہ ہشام کا پوتا اور خلیفہ عبدالملک کا پڑپوتا تھا۔ اپنے چھوٹے بھائی کے ہمراہ دریائے فرات کے کنارے مہرا ہوا تھا۔

یک دن ایک طرف سے شور اٹھا۔ دیکھا کہ سینکڑوں گھڑسوار سیاہ علم (عباسیوں کا) اٹھائے اور تلواریں سونتتے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ دونوں بھائی دریا میں کود پڑے۔ بڑا تو تیر کر دوسرے کنارے جا لگا۔ لیکن چھوٹا گھبرا کر لوٹ گیا، اور مارا گیا۔

عبدالرحمان تنہا مغرب کی طرف بڑھتا گیا، اور پانچ سال بعد اندلس کے ساحل پہ جا اتر۔ جہاں اموی دور کی ایک رجمنٹ بدستور موجود تھی۔ اس نے اسے اپنا لیڈر بنا لیا۔ اور شمال کی طرف بڑھنے لگی۔ امیہ کی ساری فوج اور تمام

۱۱ : عبدالرحمان بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک

بن مروان -

مسلم آبادی اس کے ساتھ ہو گئی۔ ۱۳۸ھ میں اس نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا۔ اس خاندان کے سولہ بادشاہوں نے ۲۲۲ھ تک حکومت کی۔ اس کا پایہ تخت قرطبہ تھا۔ اس سلسلے کے پہلے سات حکمران امیر کہلاتے تھے۔ آٹھواں یعنی عبدالرحمان ثالث (۳۰۰ھ - ۳۵۰ھ) خلیفہ کہلانے لگا۔

جب ۴۲۲ھ میں یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ تو طوائف، الملوکی پھیل گئی اور جا بجا چھوٹے چھوٹے خود مختار سلسلے قائم ہو گئے۔

ان کی تفصیل یہ ہے :-

شمار	سلسلے کا نام	پایہ تخت	شاہوں کی تعداد	از — تا	مدت حکومت
۱	بنو خموذ	مالقہ	۹	۴۰۷ھ - ۴۴۹ھ	۴۲ سال
۲	عبادی	اشبیلیہ	۳	۴۸۴ھ - ۴۸۷ھ	۳ سال
۳	بنو زیری	غرناطہ	۵	۴۸۴ھ - ۴۸۷ھ	۸۰ سال
۴	بنو جھوز	قرطبہ	۳	۴۲۲ھ - ۴۷۱ھ	۳۹ سال
۵	بنو ذی النون	طلیطلہ	۳	۴۲۷ھ - ۴۷۸ھ	۵۱ سال
۶	بنو عامر	بلنسیہ	۴	۴۱۲ھ - ۴۷۸ھ	۶۶ سال
۷	امرائے سجیبی و ھودی	سرقسطہ	۹	۴۱۰ھ - ۵۱۶ھ	۱۰۶ سال
۸	امرائے دانیہ		۲	۴۰۸ھ - ۴۶۸ھ	۶۰ سال
۹	مرا بطین و موقدین پسے				دوسو برس تک اسپانیہ پتہ قابض رہے
۱۰	بنو نصر	غرناطہ	۲۱	۶۲۹ھ - ۸۹۷ھ	۲۶۸ سال

ماحصل یہ کہ مسلمان ۱۹۱۱ء میں انڈس یہ قابض ہوئے تھے۔ یہ پورے  
۵۰۶ برس تک وہاں رہے۔ گو ۱۶۱۱ء میں شارلیمان نے پوری طاقت سے  
عبدالرحمان پہ حملہ کیا تھا۔ لیکن اُس کی فوج کو شکست ہوئی۔ جب یہ فوج واپس  
جا رہی تھی۔ تو چند پہاڑی قبائل سے ٹکرائی۔ اور وہاں اس کا سپہ سالار رالینڈ مارا گیا۔  
اس پر فرانس کے ایک شاعر نے *CHANSON LE ROLAND*  
کے عنوان سے ایک نظم لکھی تھی۔ جو قرون وسطیٰ کی بلند عربی نظموں میں شمار  
ہوتی ہے۔

جنگ و پیکار سے فارغ ہونے کے بعد عبدالرحمان تعمیر و تزیین کی طرف  
متوجہ ہوا، اور اس میدان میں بھی اس نے بڑی قابلیت۔ چابکدستی اور لغاستِ ذوق  
کا ثبوت دیا۔ اُس نے بڑے بڑے شہروں کو باغوں، نہروں، نواروں، کسادہ  
راہوں، پختہ گنجیوں اور حسین عمارات سے آراستہ کیا۔ پہاڑی چشموں کا پانی  
گھروں تک پہنچایا۔ غرناطہ کے باہر ایک پرشکوہ محل بنایا۔ اس کے پائیں باغ  
میں انار، ناشپاتی اور آڑو کے پودے لگائے۔ یہیں اُس نے کھجور کا وہ  
پودا بھی لگایا تھا۔ جو اُس کے وطن دمشق سے آیا تھا۔ اور جسے دیکھ کر  
اُس نے کہا تھا :-

مغرب کی ہوا نے تجھ کو پالا  
صحرائے عرب کی حور ہے تو  
پردیس میں ناصبور، ہوں میں  
پردیس میں ناصبور ہے تو  
غزبت کی ہوا میں بارور، ہو  
پروردہ شبہم سحر ہو

عالم کا عجیب ہے نظارہ  
 دامان نگہ ہے پارہ پارہ  
 ہمت کو شناوری مبارک  
 پیدا نہیں بھر کا کنارہ  
 غربت کی فضا میں اور چمکا  
 ٹوٹا ہوا شام کا ستارہ  
 مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے  
 مومن کا مقام ہر کہیں ہے

{ یہ ترجمہ علامہ اقبالؒ نے کیا تھا  
 بال جبریل ص ۱۳۸ }

اس نے اپنی وفات سے دو برس پہلے یعنی ۱۷۱۰ء میں ایک عظیم مسجد کی  
 بنا ڈالی۔ جسے بعد کے خلفائے مزید وسعت دی۔ اور یہ یورپی مسلمانوں کا  
 روحانی مرکز بن گئی۔ قرطبہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔ اس میں  
 تین سو حمام اور سات سو مساجد تھیں۔

شاہی محل، جو عبدالرحمان سوم کی ایک بیوی زہرا کی وجہ سے قصر الزہرا  
 کہلاتا تھا۔ وادی البکیر کے کنارے تعمیر ہوا تھا۔ اس میں چار سو کمرے تھے۔  
 اس کے لیے سنگ مرمر تراکش سے، سنہری ستون اور دیگر سامان آرائش  
 قسطنطنیہ سے منگوا گیا تھا۔ اور دس ہزار مزدوروں نے بیس سال تک  
 کام کیا تھا۔

جب عبدالرحمان سوم (۳۰۰ھ — ۳۵۰ھ) نے منہ خلافت سنبھالی۔

تو اس کی عمر صرف تیس برس تھی۔ اس وقت ملک میں کافی انتشار پھیلا ہوا تھا۔ کئی علاقوں پر عیسائی سلطنتیں قابض تھیں۔ مسلمانوں میں عرب اور غیر عرب کی رقابتیں چل رہی تھیں۔ اور ملک کی تعمیر کی ہوئی تھی۔ اس نے سب سے پہلے عیسائی رہائشیوں سے اپنے علاقے واپس لیے۔ پھر ساری قوم کو متحد کیا، اور اس کے بعد داخلی تعمیر میں مصروف ہو گیا۔

حقیقت لکھنا ہے کہ :-

" اس کے زمانے میں قرطبہ بہت بڑا شہر بن گیا۔ اس میں ایک لاکھ تیرہ ہزار گھر، ستر لاکھ دریاں، بیسیوں پختہ گلیاں، اور ہزاروں مساجد تھیں۔ رات کو شہر میں روشنی ہوتی تھی۔ باقی یورپ کا یہ حال کہ پیرس اور لندن جیسے شہروں کی گلیاں کچھڑے سے اٹی رہتی تھیں۔ اور وہاں آٹھ سو سال بعد تک کسی گلی میں کوئی لیمپ نصب نہیں ہوا تھا۔ قرطبہ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔"

اور اسی زمانے میں جرمنی کی ایک نین نے کہا تھا :

" اگر دنیا کو ایک انگشتری فرض کیا جائے۔ تو قرطبہ اس کا نگینہ ہے۔"

(حقیقتی - دی عربس - ص ۱۲۹)

" چرم سازی، ریشم بافی، شیشے اور تانبے کے ظروف، قرطبہ کی مخصوص صنعتیں تھیں۔ مالقہ سے لعل نکلتے تھے۔ چین (JAN) سے سونا۔ قرطبہ سے فولاد اور سکہ، طلبیطلہ کی تلواریں دنیا بھر میں مشہور تھیں۔ عربوں نے ایشیا سے اتنے



پھل دار درخت آندلس میں منتقل کیے تھے کہ ہر طرف باغ ہی  
باغ نظر آتے تھے۔ ان باغوں میں سے کچھ آج تک باقی ہیں۔

درست کہا تھا ایک مورخ نے کہ :

عربوں نے آندلس کو بہت کچھ دیا۔ ان مخالف ہیں

سب سے زیادہ پائدار ان کے باغات تھے۔

(حقی - منگ)

قابرد کی اٹا زبیر اور بغداد کی نظامیہ سے بہت پہلے عبدالرحمان سوم نے

قرطبہ میں ایک یونیورسٹی قائم کی تھی۔ جس میں مغربی طلبہ کے علاوہ افریقہ۔ ایشیا،  
اور یورپ کے مختلف ریاستوں سے بھی متلاشیانِ علم آتے تھے۔

الحکم - دوم (۳۵۰ھ - ۳۶۶ھ) نے یونیورسٹی کو مزید

بوسعت دی۔ کتبے کے نل لگا کر پہاڑی چیموں کا پانی وہاں تک پہنچایا۔ دمشق،  
بغداد اور قبادیس پر و فیروز منگواتے۔ اور دنیا کے ہر خطے میں اپنے آدمی بھیجے۔

کتابوں کے نسخے بٹوئے واپس آئے، اور جامعہ میں چار لاکھ (بروایتہ لاکھ)

کتابوں کی ایک شاندار لائبریری بنا ڈالی۔ جس کی فہرست ۴۴۴ جلدوں میں

نیا بٹوئی - الحکم نے ان میں سے بیشتر کتابیں پڑھی تھیں، اور ان پر حواشی

بھی جو محاسن تھے۔ لیکن جو نہی آندلس میں مسلمانوں کو زوال آیا، تو جاہل

پادریوں نے مسلمانوں کی تمام لائبریریاں جلا ڈالیں۔ ورنہ آج کا سکا لران حواشی

سے پورا فائدہ اٹھاتا۔



## اموی خلفائے اندلس

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اموی خلفا کا ایک جدول دے دیا جائے تاکہ واقعات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

سالِ جلوس	نام	شمار
۱۳۸ھ	عبدالرحمان — اول	۱
۱۴۲ھ	ہشام — اول	۲
۱۸۰ھ	حکیم — اول	۳
۲۰۶ھ	عبدالرحمان — دوم	۴
۲۳۸ھ	محمد — اول	۵
۲۴۳ھ	منذر	۶
۲۴۵ھ	عبداللہ	۷
۳۰۰ھ	عبدالرحمان — سوم	۸
۳۵۰ھ	حکیم — دوم	۹
۳۶۶ھ	ہشام — دوم	۱۰
۳۹۹ھ	محمد — دوم	۱۱
۴۰۰ھ	سلیمان	۱۲

سال جلوس	نام	شمار
۴۰۰ھ	محمد دوم (دوبارہ)	۱۳
۴۰۰ھ	ہشام دوم (دوبارہ)	۱۴
۴۰۳ھ	سلیمان (دوبارہ)	۱۵
۴۰۶ھ	علی بن حمود (از بنو حمود)	۱۶
۴۰۸ھ	عبدالرحمان چہارم	۱۷
۴۰۸ھ	قاسم بن حمود (از بنو حمود)	۱۸
۴۱۲ھ	یکبئی بن علی (از بنو حمود)	۱۹
۴۱۳ھ	قاسم بن حمود (دوبارہ)	۲۰
۴۱۴ھ	عبدالرحمان پنجم	۲۱
۴۱۴ھ	محمد سوم	۲۲
۴۱۶ھ	یکبئی بن علی (دوبارہ)	۲۳
۴۱۸ھ تا ۴۲۲ھ	ہشام سوم	۲۴
<hr/> <p>خلفائے امیر : ۱۶</p> <p>سلاطین حمود : ۳</p> <p>دوبارہ جلوس کے واقعات : ۵</p> <hr/> <p>میزان : ۲۴</p>		

## • مسلمانانِ مائڈلس کے علمی کارنامے

مسلمانوں کے عہد میں مائڈلس کے ایک دارالعلم کے دروازے پر لکھا تھا :

” زندگی کی عمارت چار بنیادوں پر قائم ہے :

۱ : اربابِ عقل کے علم ،

۲ : بڑوں کے عدل ،

۳ : اہل تقویٰ کی دعا ، اور

۴ : بہادروں کی شجاعت پر

اس کہاوت میں علم کو پہلا مقام دیا گیا ہے۔ جب عربوں کا علم یورپ میں پہنچا۔ تو وہاں رہنے، سمجھنے اور سوچنے تک کا انداز بدل گیا، اور اہل مائڈلس نے یورپ کی ذہنی تحریک اور قرونِ وسطیٰ کی علمی تاریخ کا روشن ترین باب لکھا۔ مائڈلس کو جن لوگوں نے عظمت عطا کی۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں :

۱ : زریاب بغداد سے آیا تھا۔ یہ عبدالرحمان — دوم

(۲۰۶ھ — ۲۳۸ھ) کا ندیم رہا۔ موسیقی میں اسحاق موصلی

(امام موسیقی) کا شاگرد تھا۔ نہایت عمدہ لباس پہنتا تھا، اور

بار بار فیشن بدلتا تھا۔ مائڈلس کا نوجوان طلبہ فیشن میں

اس کا پیرو تھا۔

۲ : ابن عبدالربہ — القرطبی (۳۲۰ھ)

کو انعقد الفریدی کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ یہ

عربوں کی ایک ضخیم ادبی تاریخ ہے۔

۳ : اَلْبِيَانِي — ابو محمد قاسم بن اصغ الاَنْدَلُسِي (۳۴۰ھ)  
مؤرخ بھی تھا اور مُحدِّث بھی۔

۴ : اَلْحُسَيْنِي — محمد بن عارث اَنْدَلُسِي — جس نے  
قاضیان اَنْدَلُس کا تذکرہ "اخبار القضاة بالانْدَلُس" کے  
عنوان سے مرتب کیا تھا۔

۵ : اِبْن هَانِي (۳۵۹ھ) اِبْن بَسَام (۳۰۶ھ)  
اور اِبْن زَيْدُون (۳۶۲ھ) اور علی بن  
يَقْتِظَان (۵۴۴ھ) اَنْدَلُس کے بلند پایہ شعراء تھے۔

۶ : اَبُو الْقَاسِمِ مَسْلَمَةَ بْنِ اَحْمَد (۳۹۷ھ)  
عَبْدُ الْوَدُودِ اَنْدَلُسِي (۳۹۸ھ — زندہ)  
اَبُو اَحْمَدِ عُمَرَ بْنِ اَحْمَدِ بْنِ خَلْدُونِ  
(۴۴۹ھ) عَبْدُ الرَّحْمَانِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ  
عَبْدِ الْكَرِيمِ اللُّخَمِيِّ (۴۵۰ھ کے قریب) اور  
اِبْن زَهْرٍ اَشْبِيلِي (۵۵۶ھ) بحیثیت طبیب  
اور منجم بہت مشہور ہوئے۔

۷ : مشہور عالم نباتات اِبْنُ الْبَيْطَارِ — ابو محمد  
عبداللہ بن احمد (۶۴۵ھ) جس نے اپنی مشہور کتاب

## لِجَامِعِ فِي الْاَدْوِيَةِ الْمَفْرَدَاتِ

میں چودہ سو بوٹیوں کے خواص بنائے تھے۔ اور اسی فن کے

ایک اور فاضل — ابن الحوام (۵۸۵ھ)  
 جس نے اپنی ایک کتاب میں پانچ سو نباتات کا ذکر کیا تھا۔  
 نیز باغبانی و زراعت کے متعلق بھی مفید مشورے دیے تھے۔  
 انڈس سے تعلق رکھتے تھے۔

مشہور جغرافیہ نگار اڈریسی — ابو عبد اللہ محمد  
 بن محمد بن عبد اللہ بن اڈریس (۵۶۰ھ) بھی سپین  
 سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی جغرافیائی کتاب :

## ”نزهة المشتاق“

تین سو برس تک یورپ کی درس گاہوں میں نصاب رہی۔  
 مشہور سیاح ابن جبیر (۶۱۳ھ) جس کی  
 کتاب : ”رحلة ابن جبیر“

مفید جغرافیائی و تاریخی معلومات کی حامل ہے۔ بلنسیہ کا  
 رہنے والا تھا۔

یہ تھے انڈس کے فلسفی :-

- ابن باجہ (۵۳۲ھ) ❖
- ابن طفیل (۵۸۰ھ) ❖
- ابن رشد (۵۹۳ھ) ❖
- ابن سینین (۶۶۶ھ) ❖
- ابن العربی (۶۳۷ھ) ❖

۱۱ : اور یہ تھے اہم مورخین :  
چند مورخین کا ذکر شمار ۲-۳-۴ کے تحت ہو چکا ہے :

شمار	نام	سال وفات	تاریخی تصنیف
۱	عرب بن سعد القرطبی	۳۶۶ھ	طبری (۳۱۰ھ) کی تاریخ کا تکمیل لکھا۔
۲	ابن الفرغنی ابوالولید عبداللہ۔	۴۰۳ھ	تاریخ علماء الاندلس
۳	الغسانی ابوعلی الحسین	۴۱۸ھ	تفتیید المہمل۔ ( صحیحین کے ہم نام راویوں کے حالات )
۴	ابن عزم	۴۵۶ھ	الملل والنحل
۵	صاعد ابوالقاسم بن احمد اندلسی	۴۶۲ھ	طبقات الامم
۶	ابن عبدالبر قرطبی	۴۶۳ھ	کتاب فی قبائل العرب والسایم
۷	ابن حیان قرطبی	۴۶۸ھ	المقتبس۔ اندلس کی تاریخ ۶ جلدوں میں۔
۸	المجیدی محمد بن فتوح	۴۸۸ھ	تاریخ الاسلام

شمار	نام	سال وفات	تاریخی تصنیف
۹	سُلیمان بن خَلَف	۲۹۲ھ	کتاب فی فریق الفقہاء
۱۰	ابن ابی زَندَقَة	۵۶۲ھ	سراج الملوک
۱۱	ابن بَشْکُوَال	۵۷۸ھ	النجار قصاة قرطبة
۱۲	ابن الخطیب ابوالقاسم عبدالرحمان مالقی	۵۸۱ھ	سیرت رسول پہ کتاب لکھی۔
۱۳	المغربی	۶۷۲ھ	المغرب فی حال المغرب
۱۴	ابو محمد صالح بن عبدالحلیم غرناطی۔	۷۲۴ھ زندہ	۷۲۴ھ تک کے واقعات پر مشتمل ایک تاریخ لکھی۔
۱۵	ششلی۔ قاسم بن محمد بن یوسف۔	۷۳۹ھ	پانچ جلدوں میں تاریخ لکھی۔
۱۶	ابن الخطیب۔ ذوالوزارتمین لسان الدین ابو عبد اللہ۔	۷۷۶ھ	ساخت کتابوں کا مصنف۔ ایک تاریخ غرناطہ پر۔
۱۷	ابن خلدون یحییٰ بن محمد	۷۷۹ھ	مشہور ابن خلدون کا بھائی۔ بغیۃ الزواہد کا مصنف۔
۱۸	ابن خلدون۔ عبدالرحمان بن محمد	۸۰۷ھ	امام تاریخ۔ کتاب العبر (سات جلدوں)



شمار	نام	سال وفات	تاریخی تصنیف
۱۹	ابن مَعْلُک - سلیمان بن حسان آندلسی -	-	کامُصنِف - مورخ - نام کتاب نام معلوم -

تو یہ تھے آندلس کے سبائے چمکانے، اور عظیم  
بنانے والے لوگ۔

موسیو لیسان لکھتا ہے :-

”عربوں نے چند صدیوں میں آندلس کو مالی و علمی لحاظ سے  
یورپ کا سرتاج بنا دیا۔ یہ انقلاب صرف علمی و اقتصادی ہی نہ تھا۔  
اخلاقی بھی تھا۔ انھوں نے نصارے کو انسانی مسائل سکھائے اور  
ان سے بہترین سواک کیا۔ جب ۱۹۳ھ میں والی قرطبہ ابو یوسف  
یعقوب نے طلیطلہ کا محاصرہ کیا۔ جو اُس وقت ایک عیسائی شہزادی  
کے قبضے میں تھا۔ تو شہزادی نے ابو یوسف کو پیغام بھیجا :  
”کہ بہادر لوگ عورتوں پر رحمہ نہیں کیا کرتے۔“

اس نے کہلا بھیجا :

”کہ شہزادی کو میرا سلام ہو۔ میں محاصرہ اٹھا کر

جا رہا ہوں۔“ (ملخص - تمدن ص ۲۵۷)

ول ڈیوراں کہتا ہے :

”آندلس پر عربوں کی حکومت اس قدر بادلانہ، عاقلانہ

اور مشفقانہ تھی کہ اس کی مثال سپین کی تاریخ میں نہیں ملتی۔  
 اُن کا نظم و نسق بے مثال تھا۔ اُن کے قوانین میں معقولیت تھی۔  
 اور اُن کے حج نہایت اعلیٰ تھے۔

(مُلخص - ایچ آف فیتھ صفحہ ۲۹۷)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی آجکل (۱۹۷۰ء) کراچی یونیورسٹی کے  
 وائس چانسلر ہیں۔ بلند علم، اعلیٰ بصیرت، اسلامی ذوق اور بین المللی  
 شہرت کے مالک ہیں۔

آپ نسل نو کے متعلق لکھتے ہیں :-

”اسلامی تہذیب کی بربادی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ  
 آج ہمارے بچے اُن کتابوں سے بھی ناواقف ہیں۔ جو ہمارے  
 لیے مشعلِ راہ تھیں۔ ہم نے اپنی خوشی سے وہ کالے ناگ پال لیے  
 جو قدم قدم پر ہمیں ڈستے ہیں۔ اُن راہ زونوں کو اپنے ہاں بسالیا۔  
 جو ڈھول بجا کر ہمارے ہوش و حواس کو لوٹ رہے ہیں  
 .....

(مُلخص - راعب طبّاخ حلی : تاریخ

افکار و علوم اسلامی - اردو ترجمہ

از افتخار بلخی - طبع لاہور - ۱۹۶۸ء صفحہ ۵)

اسی کتاب میں ڈاکٹر صاحب کا ایک اور اقتباس بھی قابل توجہ ہے

فرماتے ہیں :-

”اگر اپنی ثقافت، دین اور ایمان بچنے کے بعد ہماری

دُنیا ہی سُنور جاتی۔ تو شاید بعض لوگ اس صورتِ حال کو گوارا  
 کر لیتے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہوا۔ اگر چُنت  
 پتلون، تنگ قمیصوں اور جسمانی ساخت کی نمائش سے  
 ترقی یافتہ اقوام کی صفت میں جگہ مل جاتی۔ تو پھر کیا تھا۔ نہ  
 کتب خانوں کی ضرورت۔ نہ دانش گاہوں کی۔ نہ عمل کی۔۔  
 نہ محنت کی۔ جو کچھ دیگر اقوام نے خون۔ پسینہ ایک کر کے  
 حاصل کیا ہے۔ وہ ہمیں درزیوں کی ساعری سے مل جاتا۔

(مُختص۔ ایضاً ص ۱۴-۱۵)



# اسلامی تہذیب و تمدن میں

محمد بن قاسم ۱۲ھ میں سندھ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس نے ساتھی شہر  
دیبیل سے ملتان تک کوئی پانچ سو میل لمبا علاقہ فتح کر لیا۔ ۱۶ھ میں خلیفہ  
سلیمان نے اسے واپس بلا لیا، اور اس کی جگہ پہلے یزید بن کلبشہ، اور پھر  
صبیب بن مہلب کو عامل مقرر کیا۔

۱۷ھ میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے امرائے سندھ کو اسلام کی  
دعوت دی۔ راجہ داہر کے لڑکے جے سہنا نے یہ دعوت قبول کر لی۔ لیکن بعد  
میں مرتد ہو گیا۔

۱۸ھ میں خلیفہ ہشام نے جنید کو عامل سندھ بنا کر بھیجا۔ اس نے  
صرف ابن داہر کی گوشمالی کی، بلکہ آگے بڑھ کر راجپوتانہ، کاتھیاواڑ اور شمالی  
گجرات کو بھی فتح کر لیا۔ چونکہ اس علاقے کے تمام راجے جنید کے خلاف متحد  
ہو گئے تھے۔ اس لیے یہ کمزور ہوتا گیا۔ اور آخر ۱۸ھ میں شکست کھا کر  
واپس چلا گیا۔ اس کی جگہ حکم نہ لے لی۔ یہ ایک سال کے بعد مر گیا، اور  
محمد بن قاسم کا لڑکا عامل مقرر ہوا۔ لیکن رفتار زوال جاری رہی۔

جب ۱۹ھ میں عباسیوں نے اُمیہ کی جگہ لی۔ تو سندھ میں مسلمانوں کی

۱۹: دیبیل وہاں تھا۔ جہاں دریائے سندھ سمندر میں گرتا ہے۔

سلطنت حیدرآباد اور دیکنل کے درمیان ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر رہ گئی تھی۔ عباسی اتنی الجھنوں میں گرفتار تھے کہ وہ اس حصہ سلطنت کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ چنانچہ ۸۵۷ء میں ایک عرب خاندان نے وہاں خود مختارانہ حکومت قائم کر لی۔ اور حیدرآباد کے قریب ایک نئی بستی منصورہ کو دارالخلافہ بنا لیا۔

۸۸۳ء میں وہاں اسماعیلی داعی جا پہنچے۔ اور انھوں نے خلفائے فاطمی کے حق میں ایک تحریک چلا دی۔

۹۷۷ء میں فاطمیوں نے ایک فوج بھیجی۔ جس نے ملتان تک کا علاقہ دوبارہ فتح کر لیا۔

جب ۱۰۰۰ء میں محمود غزنوی بھیرہ سے آگے نکلا، تو اس نے اس سارے علاقے کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ اور اس طرح ہند کے اس گوشے سے عرب اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد ہند پر کن کن خاندانوں کی حکومت رہی۔ جدول ذیل میں دیکھیے :

### سلاطین ہند

شمار	خاندان	تعداد ملوک	سلطنت از — تا	اہم سلاطین
۱	غزنوی	۲۱	۹۷۷ — ۱۱۸۶ء	محمود غزنوی - مسعود
	شہاب الدین غوری	۱	۱۱۸۷ — ۱۲۰۶ء	۱۱۸۷ء میں لاہور فتح کیا، اور اپنی وفات (۱۲۰۶ء)

شمار	خاندان	تعداد شوک	سلطنت از — تا	اہم سردارین
				سے پہلے اپنے ایک علامہ قطب الدین ایک کو وہلی کا گورنر مقرر کر دیا۔ محمد غوری کی وفات کے بعد یہ خود مختار بن بیٹھا۔ اس کا خاندان، خاندان عثمان کہلاتا ہے۔
۳	خاندان عثمان	۱۰	۱۲۰۶ — ۱۲۸۷	الشمش - رضیہ - بلبن -
۴	خلجی	۶	۱۲۹۰ — ۱۳۲۰	جلال الدین - علاؤ الدین ناصر الدین -
۵	تغلق	۱۰	۱۳۲۰ — ۱۴۱۲	تغلق شاہ - فیروز
۶	سادات	۴	۱۴۱۴ — ۱۴۴۳	خضر خان
۷	لودھی	۳	۱۴۵۱ — ۱۵۲۶	ہلول - سکندر
۸	افغان	۵	۱۵۲۶ — ۱۵۵۴	شیر شاہ
۹	مغل	۱۷	۱۵۲۶ — ۱۸۵۷	اکبر - جہانگیر - شاہ جہاں - عالمگیر -

# علاقہ شاہی حکومتیں

پورے ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت خاندان غلاماں سے شروع ہوئی تھی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب بعض دود - دراز صوبوں کے گورنر خود مختار بن بیٹھے تھے۔ یہ مسئلہ ۱۵۵۰ء تک جاری رہا۔  
تفصیل یہ ہے :-

شمار	خاندان	تعداد ملک	سلطنت از _____ تا _____
۱	خاکم بنگالہ	۵۷۷	۱۲۰۲ء — ۱۵۷۶ء
۲	سلطین جو پور	۶	۱۳۹۴ء — ۱۵۰۰ء
۳	سلطین مالوہ	۷	۱۴۰۱ء — ۱۵۳۰ء
۴	سلطین گجرات	۱۴	۱۳۹۹ء — ۱۵۷۲ء
۵	سلطین خاندیش	۱۱	۱۳۷۰ء — ۱۵۹۹ء
۶	سلطین دکن	۱۸	۱۳۳۷ء — ۱۵۲۶ء
۷	اہمئی (نہاد شاہی)	۵	۱۴۸۴ء — ۱۵۷۲ء
۸	نظام شاہی (احمد نگر)	۱۰	۱۴۹۰ء — ۱۵۹۵ء
۹	برید شاہی (بیدر)	۷	۱۴۹۲ء — ۱۶۰۹ء
۱۰	عادل شاہی (بیجا پور)	۸	۱۴۸۹ء — ۱۶۸۶ء
۱۱	قطب شاہی (کونکنڈہ)	۷	۱۵۱۲ء — ۱۶۸۷ء



ماحصل یہ کہ :

عربوں کی حکومتِ سندھ کے ایک حصے پر تین سو برس رہی۔ ظاہر ہے کہ اس زمانے میں تبلیغ کے لیے دمشق و بغداد سے کچھ مبلغ بھی آئے ہوں گے اور درس دینے کے لیے کچھ قاری، فقیہ، علماء اور محدثین بھی۔ لیکن مؤرخین نے ان علماء کی تفصیلات نہیں دی۔

پچھ نامہ - تاریخِ سندھ از ابو ظفر ندوی، اور دیگر متفرق حوالوں سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے، کہ یحییٰ برمکی کا ایک لڑکا موسیٰ، اور اس کا ایک پوتا عمران سندھ کے گورنر بن کر آئے تھے۔ یہ دونوں عالم تھے۔ اور ہندی علوم (دانش - حکایات - ماہیت - ریاضی وغیرہ) کے دلدادہ۔ غالباً انہی کی ترغیب کا نتیجہ تھا، کہ ہند کے بعض علماء دربارِ بغداد میں جانکے، اور اپنے ساتھ کچھ کتابیں بھی لے گئے۔ جن میں سے ایک برہما گیتا کی سدھانا تھی۔ جس کا وہاں عربی میں ترجمہ ہوا۔ ساتھ ہی ہندی طب کی سترہ کتابیں بھی عربی میں منتقل ہوئیں۔ ہندی منطق - کیمیا - سحر اور اخلاقیات کی بھی کچھ کتابیں ترجمہ (عربی) ہوئیں۔

مروج الذهب کا مصنف مسعودی بغدادی (۹۵۶ء) —  
۹۱۵ء میں سندھ سے گزرا تھا۔ کچھ عرصہ بعد وہاں ابن حوقل (۹۶۷ء) بھی آیا۔

یہ لکھتے ہیں :-

کہ سندھ کی چند بستیوں مثلاً : منصورہ، ملتان، دہلی

۱ : شیخ محمد اکرام :- ہسٹری آف مسلم سویلریشن - ص ۱۲۱

میں بڑی بڑی مساجد تھیں۔ اور ہندوؤں میں اسلام کے متعلق دلچسپی

پیدا ہو رہی تھی۔“

ایلیٹ اور ڈاؤسن — ہسٹری آف انڈیا (اکرام : ص ۱۶) میں لکھتے ہیں :

”کہ سندھ کے ایک ہندو رئیس نے منصورہ سے ایک عربی عالم منگوا یا۔ اور قرآن کا ترجمہ مقامی بولی میں کرایا۔“  
مسعودی کہتا ہے :

”کہ اُس وقت سندھ کی اسلامی بستیوں میں عربی بولی جاتی تھی۔“

سندھ میں کچھ عالم بھی تھے۔ مثلاً :

۱ : ابو معشر سندھی (۶۷۸ء) محدث و مفسر۔ اس کی وفات بغداد میں ہوئی۔ اور اس کا جنازہ خود خلیفہ نے پڑھایا۔

۲ : ابو العطا سندھی۔ عربی کا شاعر تھا۔ یہ دمشق چلا گیا اور خلفائے اموی کا درباری شاعر بن گیا۔

۳ : امام ابو حنیفہ کے اجداد بھی سندھ سے گئے تھے۔

۴ : سندھیوں نے نہ صرف عربی رسم الخط کو اپنا لیا۔ بلکہ ان کے محبوب جانور اور پھل یعنی اونٹ اور کھجور سے بھی پار کرنے لگے۔ سندھی زبان میں آج بھی عربی کے سینکڑوں الفاظ موجود ہیں۔

۵ : بے شمار سندھیوں نے اسلام قبول کر لیا، اور آج سندھ کے وسیع صوبے میں غیر مسلموں کی تعداد دو فیصد سے زیادہ نہیں۔

۶ : انھوں نے عرب کا قبائلی نظام بھی اپنا لیا۔ وہاں شیخ ہوتا تھا۔ اور یہاں وڈیرا۔

۷ : سندھیوں نے عربوں سے مہمان نوازی، جاں بازی، اور راست بازی کا سبق بھی لیا۔

## ● دورِ غزنویان

محمود غزنوی اور اُس کے جانشینوں کے دربار میں ایران، خوارزم، اور دیگر علاقوں کے کوئی چار سو شعراء و علمائے تھے۔ ان میں سے بعض، مثلاً :  
 البیرونی (۱۰۵۰ء)، مسعود رازی (۱۰۷۷ء)، ایک شاعر جسے مسعود بن محمود نے جہلم بھیج دیا تھا، اُس کا فرزند ابوالفرح رونی، نیز مسعود سعد سلمان (جو ۱۰۹۹ء میں جالندھر کا گورنر رہا اور ۱۱۲۲ء میں فوت ہوا) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

داتا گنج بخشؒ (۱۰۷۱ء) بھی اسی دور میں واردِ لاہور ہوئے تھے۔  
 امام حسن صفانی لاہوری (۱۲۵۲ء) بھی اسی عہد سے متعلق تھے۔ ان لوگوں نے شمالی ہند کو اللہ کے پیغام اور عربوں کے علوم سے آشنا کیا۔ ایک وہ زمانہ تھا، کہ تورخم سے واپگتہ تک ایک بھی مسلمان نہیں تھا، اور آج ایک بھی غیر مسلم موجود نہیں۔

غزنویوں نے فارسی کو دفاتر و مکاتب کی زبان قرار دیا اور یہ سلسلہ ۱۸۵۷ء تک جاری رہا۔

مسلمانوں کی طویل حکومت نے ہندوستانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کیا۔ مثلاً :-

۱ : ہندوستان تصورِ توحید سے نا آشنا تھا۔ یہ مسلمانوں ہی کا فیض تھا۔ کہ متعدد بادھوؤں اور مصلحوں نے توحید کا پرچار شروع کر دیا۔ ان کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

۲ : ہندوستان کی ہر زبان (مرہٹی - گجراتی - ہندی - بنگالی - سندھی وغیرہ) میں سینکڑوں عربی الفاظ داخل ہو گئے۔ اور بھاشا و فارسی کے ملاپ سے ایک نئی زبان (اردو) پیدا ہوئی۔

۳ : ہندو خوراک کی لذتوں سے نا آشنا تھے۔ یہ گوشت سے بچتے اور پوری کچوری، وال - کھچڑی ہی پر گزارہ کر لیتے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں پلاؤ، پریانی، زردہ، مٹنجن، مزعفر، شیرمال، کلچے، باقر خانی، قورمہ، کوفتے، زرگی کوفتے، مرغی، ہرن، تیر، بیڑ کے کباب اور خلوے کی کئی اقسام سے آشنا کیا۔

۴ : اور لباس میں :-

قبا، کلاہ، عمامہ، دستار، زیشی رومال، گلوبند، اور قمیص و پاجامہ کی کئی ساختوں سے تعارف کرایا۔

۵ : رہائشی مکانات میں :-

دیوان خانے، غسل خانے، باورچی خانے، کتب خانے، برآمدے، کھلے صحن، پائیں باغ، تالینوں، گاؤتکیوں، گلہستوں اور مسہریوں کا اضافہ کیا۔

۶ : اپنے محلات و قلاع کو سبزہ زاروں، چشموں، فواروں،

اور بارہ دریوں سے سجایا۔

۷ : شہروں کے گرو فیصلیں بنائیں اور انہیں بڑے بڑے دروازوں، بروجوں اور کنگروں سے آراستہ کیا۔

۸ : ہمارے صوفیا کرام کے اثر سے ہندوستان میں بھی روحانیوں کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا۔ جس کے عقائد کسی حد تک مسلمان صوفیوں سے ملتے تھے۔

مثلاً :-

۱ : شنکر اچاریہ (آٹھویں صدی عیسوی) مالابار کا ایک سنیا سی۔ جس نے اعلان کیا کہ :

”خدا ایک ہے۔ وہی حقیقت ہے۔ باقی سب

فریب نظر ہے۔ دنیا مایا ہے۔ اس کی حقیقت برہما ہے اور افراد اس حقیقت کے اجزاء ہیں۔“

(مسلم ثقافت، ص ۲۹۶)

۲ : رامانجی (پ - ۱۶۱۰ء) مدراس کے ایک گاؤں کا برہمن۔ جگتی تحریک کا بانی۔ جس کے بنیادی عقائد یہ تھے کہ :

”برہما اور ایشور ایک ہی ہیں۔ وہ رُوحِ اعظم ہے

اپنی ذات و صفات میں لاشریک، قادرِ مطلق، اور

رُوح و مادہ کا خالق ہے۔“

جگتی کی تین منازل ہیں :-

۱ : ادائے فرائض۔

۲ : ریاضت - اور

۳ : مراقبہ -

ان تینوں کا نام بھگتی ہے۔

(ایضاً - ص ۲۹۸)

۳ : بساؤ - لنگایت فرقے کا بانی ہے۔ جنوبی ہند کا رہنے والا۔

اس کے عقائد یہ تھے :-

❖ بچپن کی شادی ممنوع

❖ طلاق جائز

❖ ذات پات گناہ

❖ تناسخ باطل

❖ خدا ایک اور ساری کائنات کا خالق ہے۔

❖ یہ لوگ مُردوں کو دفن کرتے ہیں۔

(ایضاً - ص ۲۹۹)

۴ : رامانند بنارسی ، رامانجے کا پانچواں خلیفہ تھا۔

ذات پات تو ایک طرف یہ اختلاف مذاہب کا بھی

قائل نہ تھا، اور سب کو برابر سمجھتا تھا۔ اس کے چیلوں

میں کبیر جلا پڑھتے مشہور ہے۔ یہ مسلمان صوفیوں، اور

ہندو سادھوؤں سے برابر برابر ملتا تھا۔ یہ پر خشوع،

اور والہانہ عبادت (بھگتی) ہی کو مذہب سمجھتا تھا۔

اکثر ہندو عقائد کا مخالف تھا۔ بلند پایہ شاعر بھی تھا۔

اس کا مجموعہ کلام خاص گرنفقہ کہلاتا ہے۔ اس کی وفات  
شہادہ کے قریب ہوئی۔

۵ : **چے تَنیہ** (پ۔ بشکال ۱۶۱۴۲۵) اچھوتوں کو گلے  
لگا لیتا تھا اور عبادت کو سرور و تسکین کا واحد ذریعہ  
سمجھتا تھا۔

اس منگ کے کچھ اور سادھو بھی تھے۔ مثلاً :

۶ : **اماند بناری** (پ۔ ۱۲۹۹ء)

۶ : **نیر و بناری** — کبیر اسی کے گھر میں پلا تھا۔

۶ : **مہاراشٹر** کا نام دیو۔

۶ : **بابا نانک** (۱۵۲۹ء) وغیرہ۔

یہ لوگ جن اولیاء کرام سے متاثر ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض

کے نام یہ ہیں :-

## اولیائے ہند

شمار	نام	سال وفات	جائے ولادت	مدفن
۱	حضرت ابو الحسن علی ہجویری (داتا گنج بخشؒ)	۴۶۵ھ	غزنی	لاہور
۲	خواجہ معین الدین سجری	۴۳۳ھ	بیتان	آپ نے دو ماہ تک مزار

شمار	نام	سال وفات	جائے ولادت	مدفن
۳	حضرت قطب الدین بختیار کاکی	۶۳۳ھ	اوش	دہلی
۴	فرید الدین مسعود گنج شکر	۶۶۸ھ	ملتان	پاک پٹن
۵	نظام الدین اولیا	۷۲۵ھ	بدایوں	دہلی
۶	نصیر الدین محمود چراغ	۷۵۷ھ	اودھ	دہلی
۷	شمس الدین محمد تبریزی	۶۴۵ھ	سبزوار	ملتان
۸	حمید الدین ناگوری	۶۴۳ھ	بُخارا	دہلی
۹	جلال الدین تبریزی	۶۴۲ھ	تبریز	بنگال
۱۰	علی احمد صابر کلیری	۶۹۰ھ	-	کلیر شریف
۱۱	بو علی قلندر	۷۲۴ھ	-	پانی پت
۱۲	صد الدین عارف	۶۸۴ھ	ملتان	ملتان
۱۳	شمس الدین ترک	۷۱۵ھ	-	پانی پت

داتا گنج بخش پر  
چلہ کشی کی۔

خلیفہ حضرت

اجمیری

خلیفہ بختیار کاکی

بابا فرید کا

خلیفہ

نظام الدین

اولیا کا خلیفہ



شمار	نام	سال وفات	جلدے ولادت	مدفن
۱۴	سراج الدین عثمان	۱۷۵۸ھ	-	لکھنوتی
۱۵	جلال الدین کبیر الاولیا	۱۷۶۵ھ	-	پانی پت
۱۶	جلال الدین جہانیاں جہان گشت	۱۷۸۵ھ	اُبح	اُبح
۱۷	سید محمد گیسو دراز	۱۸۲۵ھ	دہلی	گلبرگہ
۱۸	عبد القدوس گنگوی	۱۹۲۵ھ	-	گنگوہ
۱۹	میاں میر لاہوری	۱۰۴۵ھ	سہوان	لاہور
۲۰	احمد سرہندی	۱۰۳۵ھ	سرہند	سرہند

اس جدول میں چند چوٹی کے صوفیا کا ذکر ہوا ہے۔ ورنہ اگر ان کے خلفاء اور دیگر صوفیا کا مفصل ذکر کروں تو کئی جلدوں میں بھی نہ سمائیں۔  
 مولوی انام الدین مصنف "مرآة السالکین" (طبع میکس پریس گوجرانوالہ ۱۸۹۵ء) لکھتا ہے :

"خلفاء آپ ابابا فرید الدین کے بقول صاحب  
 "جو ابر فریدی" پچاس ہزار آٹھ سو بیالیس ہیں۔"

(مرآة - ص ۹۲)

یہ مبالغہ سہی۔ ان کی تعداد پچاس تو ہوگی۔ ان میں سے چند ایک بہت مشہور ہیں۔ مثلاً :-

- ❖ بدر الدین سلیمان گنج شکر
- ❖ شہاب الدین گنج علم
- ❖ نظام الدین شہید بن گنج شکر
- ❖ بدر الدین اسحاق غزنوی
- ❖ شیخ شکر ریز
- ❖ شیخ علی شکر بار
- ❖ امام علی لاجق سیالکوٹی - اور
- ❖ نجیب الدین متوکل
- ❖ شیخ نظام الدین اولیا کے خلفا بھی بے شمار تھے۔
- ❖ چند نام یہ ہیں :-

- ❖ سراج الدین عثمان
  - ❖ حاتم الدین ملتان
  - ❖ جمال الدین نصرت خانی
  - ❖ وجیبہ الدین پاٹلی
  - ❖ شیخ جلال الدین آدھی
  - ❖ فخر الدین میرٹھی - وغیرہ
- یہی حال باقی اولیا کا ہے، کہ ان کے خلفا اور خلفا درخلفا کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ اور آج تک جاری ہے۔

## علمائے ہند

جب غزنویوں اور ان کے بعد مملوکوں نے یہاں ایک باقاعدہ سلطنت قائم کر لی۔ تو جا بجا مدارس کھولے۔ تدریس کے لیے غزنی، قندھار، بخارا، ایران اور حجاز سے علماء منگوائے۔ ہر چار سو اسلامی علوم کا چرچا ہونے لگا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں ایسے عالم پیدا ہو گئے، جو عربی میں پڑھتے تھے، اور عربی ہی میں لکھتے تھے۔

محمود غزنوی کے عروج (۱۰۰۱ء) سے زوالِ مغلیہ (۱۸۵۷ء) تک یہاں ایسے کئی ہزار عالم پیدا ہوئے۔ جن کی کچھ تفصیل الہ آباد یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ڈاکٹر زبید احمد نے اپنی ایک گراں بہا تصنیف "عربی ادب میں علمائے ہند کا حصہ" (طبع جالندھر ۱۹۴۵ء۔ صفحات ۵۰۰) میں دی ہے۔

چند نام حاضر ہیں :-

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
۱	علاء الدین بن احمد مہتمی	ہندھ	۱۲۳۱ء	تبصیر الزمان

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
۲	محمد بن احمد میان جی	گجرات	۱۵۴۷ء	التفسیر المحدثی - یہ تفسیر بیضاوی کا شارح بھی تھا۔
۳	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	پانی پت	۱۸۱۰ء	تفسیر منظری - ۷ جلد - یہ فقہ کی ایک فارسی کتاب مالابڈمنہ کا بھی مصنف ہے۔
۴	علی متقی	یربان پور	۱۵۶۸ء	شؤون المنزلات نیز حدیث کے ایک مجموعہ کنز العمال کا مصنف۔
۵	محب اللہ (بابا فرید کی اولاد)	رالہ آباد	۱۶۴۸ء	ترجمہ الکتاب
۶	ملا جیون - احمد بن ابو سعید	دہلی	۱۷۱۷ء	التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ - صرف ادامرو نواہی کی تفسیر ہے۔
۷	ثناء ولی اللہ	دہلی	۱۷۶۲ء	فتح الجنبیر اس میں

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
				تفسیری احادیث ہیں آپ حجۃ اللہ البالغہ کے بھی مصنف ہیں۔ نیز شارح مولیٰ۔ مالک۔
۸	فیضی	دہلی	۱۵۹۵ء	مواضع الالہام اور سودیکر کتابیں۔
۹	عبدالاحد بن امام علی	الہ آباد	۱۸۹۰ء زندہ	جبت شغب
۱۰	عبدالحکیم	سیالکوٹ	۱۶۵۸ء	شرح بیضاوی
				۲: حدیث
۱۱	ابو حفص بن ربیع	عرب	۷۷۷ء	یہ تبع۔ تابعین میں سے تھا۔ بندھ میں آکر آباد ہو گیا اور یہیں فوت ہوا۔ اس نے حدیث (غالباً) پر ایک کتاب بھی لکھی تھی۔

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
۱۲	عبدالحق محدث	دہلی	۱۶۲۲ء	لمعات (شرح مشکوٰۃ)
۱۳	ابوالحسن سندھی	تھٹہ	۱۷۲۷ء	المحاشیہ علی صحیح البخاری
۱۴	حسن بن حسن صفائی	لاہور	۱۲۵۲ء	مشارق الانوار (مجموعہ احادیث)
۱۵	علی الملتقی	برہان پور	۱۵۶۷ء	اور وفيات الصحابة کنز العمال
۱۶	محمد بن طاہر	گجرات	-	بحار الانوار - یہ علی الملتقی کا شاگرد تھا۔
۱۷	عمر بن محمد عارف	گجرات	-	الفيض النبوی - فی اصول الحدیث
<u>۳ : فقہ</u>				
۱۸	محب اللہ	پہار	۱۷۰۷ء	مسلم الثبوت (اصول فقہ)
۱۹	ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق الہندی	دہلی	۱۳۷۱ء	شرح المعنی - یہ معنی کی شرح ہے۔ جو جلال الدین خجازی

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
				(۹۱ ۱۲ء) نے لکھی تھی۔
۲۰	شہاب الدین احمد - عرف نظام جیلانی -	دکن	۱۵۴۵ء زندہ	ابراہیم شاصیبہ فی الفتاویٰ الحنیفہ سُطان ابراہیم عادل شاہ
				(۱۵۳۴-۱۵۴۸ء) کے لیے لکھی گئی۔
۲۱	ابو البرکات	بہ عہد عالمگیر	-	فتاویٰ جامع البرکات
۲۲	چکن الہندی (؟)	گجرات	۱۵۱۴ء	خرابۃ الروایات
۲۳	شیخ نظام و دیگر علماء	بہ عہد عالمگیر	-	فتاویٰ عالمگیری
۲۴	رحمت اللہ - عبداللہ	ہندہ	۱۵۸۲ء	المنک الصغیر
۲۵	شیخ جلال	تھانیر	۱۵۷۴ء	تحقیق اراضی الہند
۲۶	محمد ہاشم بن عبدالغفور	ہندہ	۱۷۶۰ء	فرائض الاسلام
۲۷	زین الدین بن عبدالعزیز	مالابار	۱۵۸۳ء	قرۃ العین

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
	<u>۴ : تصوف</u>			
۲۸	محمد بن فضل اللہ	گجرات	۱۶۲۰ء	التحفة المرسلۃ الی النبی
۲۹	عبد الکریم بن محمد	لاہور	-	عقائد الموحدين
۳۰	محمد بن خطیر الدین	گوالیار	-	الجواہر الخمسة
۳۱	تاج الدین زکریا	-	۱۶۲۰ء	الرسالة فی التلوک
۳۲	سید محمد مرتضیٰ	پنڈراہ	۱۶۹۰ء	شرح احياء العلوم (غزالی)
۳۳	عصمت اللہ	سہارنپور	۱۶۶۹ء	جد الغنا فی حرمة الغنا
			کے قریب	اس موضوع پر علی المتقی برہانپوری، شاہ ولی اللہ اور محبت اللہ الآبادی نے بھی کتابیں لکھیں۔



شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
<u>۵: العقائد</u>				
۳۴	شاہ ولی اللہ	دہلی	۱۷۶۲ء	العقیدۃ الحسنیہ
۳۵	شاہ عبدالعزیز	دہلی	۱۸۲۳ء	میزان العقائد
۳۶	میرزا بہار جیسے		۱۶۸۹ء	شرح المواقف
	اوزنگ زیب نے			(المواقف عند الدین
	کابل میں صدر القضاة			ایچی (۱۳۳۵ء)
	مقرر کیا تھا)			کی کتاب ہے)
۳۷	شیخ عبدالوہاب - منعم خان -	قنوج	عہد اورنگ زیب	بحر المذاہب منسوب بہ شاہ عالمگیر -
۳۸	احمد سرہندی	سرہند	۱۶۲۴ء	المقدمۃ السننیۃ
۳۹	ملا محمد عسکری	کشمیر	۱۷۷۷ء	رد الشیعہ
۴۰	شاہ ولی اللہ	دہلی	۱۷۶۲ء	حجتہ اللہ البالغہ
<u>۶: فلسفہ و منطق</u>				
۴۱	عبداللہ	نواح ملتان	۱۴۹۰ء	میزان المنطق
			زندہ	
۴۲	ملا محمود	بجڑ پور	۱۶۵۱ء	الحکمتہ البالغہ - اس کی

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
				شرح "لشمس البازغہ" کے عنوان سے خود لکھی۔
۴۳	عبدالرشید	جون پور	۱۶۷۲ء	الرشیدیہ
۴۴	فضل امام	خیرآباد	۱۸۲۷ء	مرقات (منطق)
۴۵	نور الدین	احمد آباد	۱۷۳۷ء	شرح الرسالة العنقدیہ (ایچی)
۴۶	عبدالحق	ککنو	۱۸۸۶ء	الہدیۃ المنماریۃ
۴۷	فضل الحق	خیرآباد	۱۸۶۱ء	الہدیۃ السعیدیۃ
۴۸	محبب اللہ	بہار	۱۷۰۷ء	سلم العلوم
۴۹	عبدالنبی	احمد آباد	۱۷۳۱ء	تفازانی (۱۳۸۹) کی تہذیب المنطق کی شرح۔
۵۰	حمہ اللہ	سندیلہ	۱۷۴۷ء	حمہ اللہ نام سے شرح سلم لکھی۔
۵۱	ملا حسن	-	۱۷۸۳ء	شرح سلم۔ پروفیسر زبید نے کل ۹۹ ہندی فلسفیوں اور ان کی کتابوں کا

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
	۷ : ہیئت ، حساب اور طب			ذکر کیا ہے۔
۵۲	وجہ الدین علوی	گجرات	۱۵۸۹ء	حاشیہ شرح چھیننی۔ (خوارزم کے ایک فاضل محمود بن احمد چھیننی (نویں صدی ہجری) نے الملخص فی الہیئۃ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جو چھیننی کے نام سے مشہور ہو گئی۔ قاضی زاہد موسے بن محمد رومی نے ۸۱۳ھ / ۱۴۱۱ء میں اس کی شرح لکھی)
۵۳	قاضی نور اللہ شوستری	اقامت دہلی	۱۶۱۰ء	حاشیہ شرح چھیننی
۵۴	میر ہاشم جیلانی (اتالیق اور نگ زیب۔	"	۱۶۵۰ء	شرح مختصر (بطلموس) اقلیدس پر حاشیہ۔

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
۵۵	عصمت اللہ	سہارنپور	۱۶۷۸ء	انوار خلاصۃ الحساب اور ضابطہ قواعد الحساب
۵۶	لطف اللہ المہندس بن استاد احمد المعمار	لاہور	۱۶۸۱ء	شرح خلاصۃ الحساب (استاد احمد، لال قلعہ، جامع مسجد دہلی، اور تاج محل کا معمار اعلیٰ تھا ان قیون عمارات کا نقشہ بھی اسی نے بنایا تھا۔)
۵۷	امام الدین بن لطف اللہ المہندس	لاہور	۱۷۳۳ء	حاشیہ شرح خلاصۃ الحساب
۵۸	عبد الباسط	قنوج	۱۸۰۸ء	شرح خلاصۃ الحساب
۵۹	جالینوس الزمان علی الجیلانی - ایرانی طیب اکبر	قیام دہلی	۱۶۰۹ء	شرح قانون (سینا)
۶۰	حکیم محمد اکبر از زانی	-	۱۷۰۷ء	میزان الطب، طب اکبری، مخربات اکبری وغیرہ۔

شمار	نام	وطن	سالی وفات	کتاب
۶۱	محمد اسحاق خان	دہلی	۱۷۶۸ء	غایت الفہوم فی تدبیر المحوم (ان موضوعات پر کئی درجن کتابیں اور بھی ہیں۔)
<b>۸ : تاریخ و جغرافیہ</b>				
۶۲	بہاؤ الدین عبدالکریم	احمد آباد	۱۶۰۵ء	اعلام العلماء الاعلام ببناء المسجد الحرام۔
۶۳	ابوبکر محی الدین عبدالقادر الغیڈروس	احمد آباد	۱۶۲۸ء	النور السافر فی اخبار القرن العاشر اور کئی دیگر تاریخی کتابیں)
۶۴	شیخ عبدالحق حق	دہلی	۱۶۴۲ء	تکلمة مدارج النبوۃ۔
۶۵	محمد واعظ	دہلی	۱۶۵۳ء	جامع المعجزات
۶۶	محمد صدیق	لاہور	۱۷۷۸ء	سک الدّرر
۶۷	غلام علی آزاد	بگرام	۱۷۸۵ء	سنبۃ المرزبان

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
	۹ : صرف، نحو، عروض، لغت۔			فی آثار ہندوستان اور تین درجن دیگر کتابیں
	اس عنوان کے تحت پروفیسر زبید نے ۹۳ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ چند نام یہ ہیں :-			
۶۸	حسن بن حسن صفحانی	لاہور	۱۲۵۲ء	کتاب الاضداد، کتاب العروض، مجمع البحرین فی اللغة۔
۶۹	محمین الدین عمرانی	دہلی	۱۳۲۴ء زندہ	عاشیہ مفتاح
۷۰	بدر الدین محمد	حیدرآباد دکن	۱۴۲۴ء	شرح معنی الطیب (ابن ہشام) معنی الطیب میں حکایات ہیں

شمار	نام	وطن	سال وفات	کتاب
۷۱	قاضی شہاب الدین	دولت آباد	۱۴۴۵ء	آلہ رشار فی النحر - شرح کافیہ -
۷۲	سعد الدین	خیر آباد	۱۴۱۷ء	شرح کافیہ، شرح مصباح، اور شرح شرح جامی (کافیہ کی شرح، جو مولانا جامی نے کی تھی)
۷۳	اللہ داد	جون پور	۱۴۹۵ء	حاشیہ و شرح جامی
۷۴	مفتی جمال خان	دہلی	۱۵۷۶ء	حاشیہ و شرح جامی
۷۵	مخدوم الملک عبداللہ	سلطان پور	۱۵۸۲ء	شرح شرح جامی
۷۶	وجیہ الدین	گجرات	۱۵۸۹ء	شرح جامی - مطول اور مختصر معانی کا حاشیہ لکھا۔ (مطول اور مختصر معانی دونوں علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تغاری ۱۳۹۰ء) کی تصنیف ہیں اور دونوں کا مختصر المفادح کی شرح ہیں۔

شمار	نام	وطن	سال وقات	کتاب
				مُطَوَّل، بڑی اور دوسری چھوٹی - مفتاح العلوم، علامہ سکاکی خوارزمی (۱۲۲۹) کی تصنیف ہے۔ اس کا خلاصہ تلخیص المفتاح کے نام سے علامہ جلال الدین محمد خطیب دمشق (۱۳۳۹) نے لکھا تھا۔
۷۷	نور الحق بن عبدالحق حقی	دہلی	۱۶۶۲ء	حاشیہ شرح جانی
۷۸	غلام نقشبند	لکھنؤ	۱۷۱۳ء	رسالہ فی عروض ابیات المَطَوَّل -
۷۹	نور الدین	احمد آباد	۱۷۴۲ء	حاشیہ مُطَوَّل



## ۱۰ : شعر و ادب

بات طویل ہو رہی ہے۔ اس لیے صرف چند ناموں پر اکتفا کرتا ہوں :-

شمار	نام	وطن	سال و وفات	کتاب
<u>اُدباء :</u>				
۱	قاضی شہاب الدین	دولت آباد	۱۲۲۵ء	شرح قصیدہ بات سعاد
۲	عبدالنبی الشطاری	-	۱۶۱۱ء	حدائق الانشاء
۳	سید عبدالجلیل	پنگرام	۱۷۲۵ء	الحکم العرفانیہ
۴	محمد باقر آگاہ	مدراں	۱۸۰۵ء	کشف الغطاء وغیرہ
۵	سید احمد شہید	بریلی	۱۸۳۰ء	خطوط
<u>شعراء :</u>				
۱	مسعود سعد سلمان	لاہور	۱۱۲۱ء	عربی میں دیوان
۲	قاضی عبدالہمید	دہلوی	۱۳۸۸ء	قنائد
۳	محمد بن عبدالعزیز	کالی کٹ	نویں صدی هجری	کئی نظمیں
۴	المعبری - علی اصغر قنوجی وغیرہ		۱۷۲۷ء	قصائد

پروفیسر زبید نے اپنی کتاب میں اندازاً ایک ہزار علماء اور ڈیڑھ ہزار کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک چوتھائی بیرونی علماء ہیں۔ کتابوں میں بھی بیرونی کتابوں کی نسبت یہی ہوگی۔

اس حساب سے ہندی علماء کی تعداد ساڑھے سات سو بنتی ہے، اور ان کی تصانیف کی ایک ہزار۔

## ہندوؤں میں عربی و فارسی کا شوق

ہندوستان میں ہزار سالہ ہندو مسلم اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں میں عربی و فارسی کا شوق پیدا ہو گیا۔

تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ ہندوؤں میں عربی کے علماء کون کون سے تھے۔ البتہ فارسی کے ہندو شعراء و ادباء کی ایک طویل فہرست دور مغلیہ کے تذکروں سے مرتب ہو سکتی ہے۔

ایک چھوٹی سی فہرست حاضر ہے۔ یہ فہرست پیش کرنے سے پہلے یہاں یہ تذکرہ شاید بے جا نہ ہو، کہ میں تین ایسے ہندوؤں کے نام سے آشنا ہوں۔ جو عربی کے فاضل تھے۔ یعنی :

### ۱ : مولوی ہمیش پرشاد

جو سن ۱۹۲۰ء میں میرے ساتھ اورنٹیل کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ اور مولوی فاضل کے طالب علم تھے۔ یہ بعد میں بنارس یونیورسٹی میں

اُستادِ عربی مقرر ہوئے، اور اِس منصب پر غالباً ۱۹۵۶ء تک فائز رہے۔

## ۲ : ہاشمہ رام چندر دہلوی

جو ایک شعلہ بیان مقرر و مناظر تھا۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۰ء تک اُس نے مولانا ثناء اللہ امرتسری سے کئی مناظرے کیے۔ میں بھی بعض میں شامل تھا۔ آیات — احادیث — اور عربی اقتباسات فر فر پڑھتا تھا۔

## ۳ : پنڈت لیکھرام (۱۹۰۴ء)

”آریک مسافر“ کا مدیر۔ جس کی تحریرات عربی و فارسی اقتباسات سے پُر ہیں۔

# فارسی کے ہندو شاعر

شمار	نام	وطن	کتاب
۱	آرام - الشیرداس	دربار فرخ آباد سے والہ	
۲	آفرین - مہشون لال	الہ آباد	
۳	اخلاص - کالی پرشاد	لکھنؤ	
۴	الفنت - راجہ	لکھنؤ	
۵	الفنت رائے	عظیم آباد	
۶	الفنت - راجہ	عظیم آباد	
۷	اُجاگر چند	عظیم آباد	مصنف "نیرنگ تقدیر" (فارسی مثنوی)
۸	الفنتی - پیارے لال	عظیم آباد	
۹	اندرمن - انس	نواح دہلی لکھنؤ	
۱۰	انس - لال چند	بندرا بن	رامائن کو بھاشا میں منتقل کیا۔
۱۱	انسند	لکھنؤ	
۱۲	انیس - لال	لکھنؤ	

شمار	نام	وطن	کتاب
۱۱	بدر — گنگا پرشاد	لکھنؤ	
۱۲	بہار — ٹیک چند	-	سراج الدین آرزو کا شاگرد، اور "بہارِ عجم" کا مصنف۔
۱۳	بہجت — مکھن لال	بلگرام	
۱۴	بے تکلف — سدائند	لکھنؤ	فارسی شعراء کا ایک تذکرہ بھی لکھا۔
۱۵	تفتہ — ہرگوپال	ضلع دہلی	تلمیذِ غالب
۱۶	تمنا — مکھن لال	شکوہ آباد	
۱۷	ثاقب — ہاراجہ شیوپریمان جی گوپال سنگھ	گھٹم پور (کانپور)	واجد علی شاہ کا درباری "تاریخِ دہلی" اور "تاریخِ اثنائے ثاقب" کا مصنف۔
۱۸	حیا — شو رام (۱۹۰۴ء)	اکبر آباد	
۱۹	خاموش — صاحب رام	بنارس	ایک دیوان چھوڑا
۲۰	خوشدل — رائے امر سنگھ (۱۹۲۵ء)	غازی پور	محمد شاہ کا مقصد یافتہ

شمار	نام	وطن	کتاب
۲۱	خیالی — خیالی رام	لکھنؤ	
	(۱۲۸۹ء)		
۲۲	زبیر — لکھنؤ، نارائن	نواح لاہور	غنیمت کنجاہی کا شاگرد
۲۳	زرہ — بہرچند	فرخ آباد	
۲۴	راقم — بنٹا ورنگھ	لکھنؤ	
۲۵	رحمتی — کنورنگھ راج	عظیم آباد	
۲۶	رفت — میکولال	لکھنؤ	
۲۷	رفیق — داتا رام	-	
۲۸	رونق — رام سہا	لکھنؤ	
۲۹	زار — مینڈولال	لکھنؤ	
۳۰	زمنی — جہاں پورتن گھ	بریلی	درباری — نواب آصف الدولہ، لکھنؤ۔ اس کے آباء دربار دہلی کے پروردہ تھے۔
۳۱	سبت — سکھراجی (۱۱۳۸ء)	لکھنؤ	
۳۲	سشار — سیرالال	نواح لکھنؤ	
۳۳	سزوری — رائے بنی	لکھنؤ	
۳۴	شوق — بنشی دولت رام	لکھنؤ	واجد علی کا مداح
۳۵	صاحب رام (۱۲۵۰ء) کے تزیب	لکھنؤ	-

شمار	نام	وطن	کتاب
۳۶	ضمیر — کنور پیرالال	عظیم آباد	
۳۷	عاصی — طوطا رام	کھنؤ	
۳۸	عدنی — بیچ ناتھ	کھنؤ	
۳۹	عکشن — گلاب رائے	کھنؤ	تذکرہ شعراء کا مصنف
۴۰	عکشن — راجہ جلال	کھنؤ	
۴۱	لایق — پنڈت	کھنؤ	
	جے گوپال		
۴۲	مائل — مہمن لال	کھنؤ	
۴۳	مختی — ہری ہر ناتھ	عظیم آباد	
۴۴	مختار — رائے	کھنؤ	
	بیٹل واس		
۴۵	مہوش — درگا پرشاد	دہلی	اس کا والد جی نارائن شاہ عالم کا درباری تھا۔
۴۶	مرشد — مہٹو لال	الہ آباد	
۴۷	مشتاق — بیچ ناتھ	بریلی	
۴۸	مشرّب — بھوئے سنگھ	اکبر آباد	
۴۹	مصاب — مصاحب ام	شہر	
۵۰	مصنوب — چینی لال	الہ آباد	
۵۱	مصنوع — مہٹو لال	کھنؤ	

شمار	نام	وطن
۵۲	مطیع - رام بخش	قنوج
۵۳	معدوم	کشیر
۵۴	ممتاز - لالہ بیگل واس	-
۵۵	گفتی - مادھو رام	نواح دہلی
۵۶	منوہر - رائے منوہر	-
۵۷	موجد - سکھن لال	بدایوں
۵۸	موجی - موجی رام	لکھنؤ
۵۹	موزوں - رام زائن	نواح عظیم آباد
۶۰	موزوں - راجہ من سنگھ	شاہ جہان آباد
۶۱	نادم - گفتی مینڈولال کابھائی	لکھنؤ
۶۲	ناطق - وصیت رائے	لکھنؤ
۶۳	سخیف - رائے چنی لال	لکھنؤ
۶۴	ندرت - محکم چند	تھانسیر
۶۵	ندیم - شو غلام	لکھنؤ
۶۶	نظمی - مول چند	الہ آباد
۶۷	نقاد - پنڈت جے گوپال	لکھنؤ

جہاندار کا امیر انشا -  
از امرائے اکبر

مصحفی کا شاگرد  
دور شاہ عالم کا شاعر

واجد علی کا درباری



شمار	نام	وطن
۶۸	نوش — منوہر لال	بھوپال
۶۹	واثق — مکھن لال	نواح کھنڈو
۷۰	وامق	سیاکوٹی
		نعت گو بھی تھا۔ ملا عبد الحکیم کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور اخلاص خان نام رکھا گیا۔ اسے اورنگ زیب نے جی نوازا (۲۳ ۱۱ھ)
۷۱	وحید — ہزاری لال	بریلی
۷۲	وفا — پنڈت دیاناختہ	بریلی
۷۳	وفا — منگلی لال	کھنڈو
۷۴	وفا — منشی	کھنڈو
	جو الپرشاد	
۷۵	ہندو — شوہنگ	کھنڈو
۷۶	ہندو — گوکل چند	فرخ آباد
		اس کا دیوان ایک دفعہ طبع ہوا تھا۔

## نوٹ :-

یہ فہرست تید علی حسن خان بن نواب صدیق حسن خان کی تصنیف  
"صبح گلشن" طبع بھوپال ۱۸۹۵ء سے تیار کی گئی ہے۔ یہ کئی سو فارسی شعراء  
کا ضخیم تذکرہ ہے۔ کوئی ۶۵۰ صفحات پر مشتمل۔

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے اپنی کتاب "ادبیاتِ فارسی میں ہندوں کا حصہ" میں اندازاً پونے دو سو ہندو شعراء کے نام دیے ہیں۔

## فارسی کے ہندو مصنفین

ہندو عہدِ مغلیہ میں فارسی کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے فارسی ادب میں کافی اضافہ کیا۔ مثلاً :-

شمار	کتاب کا نام	مصنف
۱	چار چمن	چندر بھان
۲	شاہ جہان نامہ	بگونت داس
۳	گوالیار نامہ	منشی ہیرامن
۴	کتاب التواریخ	بندرا بن داس
۵	خلاصۃ التواریخ	منشی سبھان رائے بٹالوی
۶	تاریخ کشمیر	زائن کول عاجز
۷	تاریخِ دل کشا	بھیم سین ولد رگھو نندن
۸	انشائے مادھورام	ہر کرن مادھورام
۹	نگار نامہ	منشی ملک زادہ
۱۰	ہفت انجن	اودھ رائے

مُصَنِّف	کتاب کا نام	شمار
سیاکوٹی علی وارستہ	مصطلحات	۱۱
لیک چند بہار	بہارِ عجم (کُفت)	۱۲
خوشحال چند کاستھ	تاریخ محمد شاہی	۱۳
رائے چتر من کاستھ	چار گلشن	۱۴
لیچھی نرائن شفیق	ماثرِ حیدری ، شامِ غریبان ، تذکرہ چمنستانِ شعراء ، تذکرہ گل رعنا۔	۱۵
انند رام مُخلص	مرآةُ الاصلاح	۱۶
منشی سوہن لال	عمدۃُ التواریخ	۱۷
پنڈت کاپر	مجمع التواریخ	۱۸
کلیان سنگھ	خلاصۃُ التواریخ	۱۹
سداسکھ نیاز	منتخب التواریخ	۲۰
بساون لال شاداں	امیر نامہ	۲۱
رائے کر پارام	گلزارِ کشمیر	۲۲
بابو لال	دستائے مُعین الدین چشتیؒ۔	۲۳
رتن سنگھ زخمی	انیس العاشقین ، (تذکرہ شعراء) نیز دیوان	۲۴

مُصَنِّف	کتاب کا نام	شمار
رام سیٹا سنگھ نکرت	حقیقتہائے بے خود (بابا گرو نانک کے سوانح)	۲۵
نوندہ رام	دستور الصبیاں	۲۶
ذوقی رام حسرت	دو دیوان	۲۷

(مسلم ثقافت: ص ۵۵۵-۵۶۷)

## اُردُو کے ہندو ادب و شعرا

اُردو ایک خالص ہندوستانی زبان ہے۔ جو ہندی اور فارسی کے ملاپ سے پیدا ہوئی تھی۔

ہندی اور اُردو میں فرق یہ ہے، کہ اُس پر سنسکرت غالب ہے، اور اس پر عربی و فارسی۔ اور شاید اسی بنا پر بھارت نے اسے تمام دناترا اور مدارس سے باہر نکال دیا ہے۔

بائیں ہمہ یہ ایک تاریخی صداقت ہے، کہ اس زبان کو ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں نے بل کر پالا، اور یہ ہزار سالہ ہندو — مسلم اختلاط کی ایک حسین یادگار ہے۔

## ہندو ادیب

ہندو ادیبوں کی طویل فہرست میں سے صرف چند نام پیش کرتا ہوں :-

۱: ہمال چند لاہوری (۱۸۰۲ء — زندہ) تاج الملوک، اور گل بکاؤلی کا مصنف۔ گل بکاؤلی ایک داستان ہے جو عزت اللہ بنگالی نے فارسی میں لکھی تھی۔ اس نے ترجمے کا نام بھی وہی رکھا، جو اصل کا تھا۔

- ۲ : کلوالال جی گجراتی (۱۸۱۰ء — زندہ) نے "لطیف حکایات" لکھیں۔
- ۳ : بینی زائین (۱۸۱۲ء — زندہ) کا تذکرہ الشعرا بہت مشہور ہے۔
- ۴ : منشی طوطارام (۱۸۶۸ء — زندہ) نے "الف لیله" کا اردو ترجمہ کیا۔
- ۵ : منوہر لال فیض آبادی (۱۹۲۱ء — زندہ) نے "گلدستہ ادب" لکھی۔
- ۶ : منشی دیان زائین نگم کاپوری (پ ۱۸۸۲ء) کا رسالہ "زمانہ" مدتوں نکلتا رہا۔
- ۷ : لالہ سری رام دہلوی (۱۹۲۶ء — زندہ) کا مشہور تذکرہ شعراء "غنمانہ جاوید" (چار جلد) ہر لائبریری کی زینت ہے۔
- ۸ : جوالا پرتھو برقی سیٹا پوری (۱۹۱۱ء) نے ٹیکسٹ بک کے کئی ڈرامے اردو میں منتقل کیے۔
- ۹ : رتن ناتھ مرثا کشری (۱۹۰۲ء) کے فسانہ آزاد سے ہر کوئی آگاہ ہے۔ اس کی دیگر تصانیف "سیر کسار" - "جام مرثا" - "خدائی فوجدار" وغیرہ ہیں۔
- ۱۰ : پنڈت برج زائین چکبست فیض آبادی (۱۹۲۶ء) بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ نثر بھی لکھا۔

(محمد عسکری : تاریخ ادب اردو)

اشاعت گلوب پبلشرز - لاہور

## ہندو شعراء

نامناسب نہ ہوگا۔ اگر یہاں اردو کے چند ابتدائی ہندو شعراء کا بھی ذکر کر دیا جائے :-

● ۱۶۰۰ء — ۱۷۰۰ء

- ۱ : ولی رام ولی - شاہ جہان آبادی - دارا شکوہ (۱۶۵۹ء)  
کاندیم -
- ۲ : چندر بھان برہمن - دارا شکوہ کائنشی -

● ۱۷۰۰ء — ۱۸۰۰ء

- ۳ : ہماراجہ بینی بہادر - بہادر کھنوی - نواب شجاع الدولہ  
کامصاحب -
- ۴ : جتونت سنگھ پروانہ - بینی بہادر کا بیٹا -
- ۵ : سرب سنگھ دیوانہ ، ڈہلوی -
- ۶ : مرزاراجہ رام ناتھ بہادر ڈوڑہ - شاہ عالم (۱۷۰۸ء -  
— ۱۷۱۲ء) کا ملازم -
- ۷ : بہادر ڈوڑہ کامنر زیند مشکر ناتھ صبا - سعادت یار زخمین  
کا شاگرد -
- ۸ : صبا کابھائی گوپال ناتھ غلام - انہی کا شاگرد -

- ۹ : نول رائے وفا - والی اودھ کا درباری -
- ۱۰ : شو بنگھ ظہور ، دہلوی - انعام اللہ خان یقین کا شاگرد -
- ۱۱ : سینا رام عمدہ کشمیری پھر دہلوی - خان آرزو کا دوست -
- ۱۲ : ٹیک چند بہار - صاحب بہار عجم -
- ۱۳ : انند رام مخلص - مرزا بیدل کا شاگرد -
- ۱۴ : ہندربین راقم - مہترا کے رہنے والے - سودا کا شاگرد -
- ۱۵ : لچھی رام فدا ، دہلوی - شاگرد سودا -
- ۱۶ : سداسکھ نثار ، دہلوی بھی سودا کا شاگرد تھا -
- ۱۷ : جمن ناتھ جمن دہلوی - خواجہ میر درد کا مرید و شاگرد -
- ۱۸ : بھکاری لال عزیز ، دہلوی بھی میر درد کا شاگرد تھا -
- ۱۹ : صاحب رائے فریاد لکھنوی - میر سوز کا شاگرد -
- ۲۰ : گنگا پرشاد رند لکھنوی - شاگرد جرأت -
- ۲۱ : ٹیکارام تسلی ، لکھنوی - شاگرد مصحفی -
- ۲۲ : منوہر لال صبا لکھنوی - شاگرد مصحفی -
- ۲۳ : آفتاب رائے رسوا - شاہ جہان آبادی - عہد محمد شاہ  
(۱۷۱۹ء - ۱۷۳۷ء) کا شاعر -
- ۲۴ : جناب رائے تاب کشمیری - جو دہلی میں آباد ہو گیا تھا -
- ۲۵ : مینڈولال زار ، لکھنوی -

● ۱۸۰۰ء - ۱۹۰۰ء

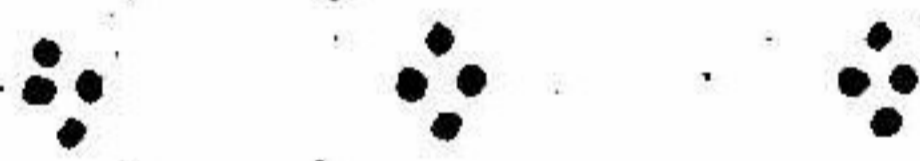
۲۶ : راجہ مکھن لال توکنی ، نئے ربا عیادت عمر خیام "کا اردو



میں ترجمہ کیا۔

- ۲۷ : ہمارا جہ چند و لال شاداں (۱۹۰۰ء) وزیر اعظم دکن (۱۸۴۵ء)
- ۲۸ : گردھاری پرشاد باقی، حیدرآبادی - گیتا کا منظوم فارسی ترجمہ کیا۔
- ۲۹ : باقی کا جانی سری پرشاد احقر۔
- ۳۰ : راجہ کشن - راجہ - کلکتوی - مرزا جان تپش کا شاگرد۔
- ۳۱ : راجہ باد و کشن بہادر مشفق - رئیس کلکتہ۔
- ۳۲ : راجہ جگل کشور نھور، دہلوی۔
- ۳۳ : ہر چند کشور - ہر چند، دہلوی۔
- ۳۴ : راجہ کداری ناتھ نسیم - راجہ ڈرہ کا پوتا۔
- ۳۵ : راجہ پیارے لال اُلفقی عظیم آبادی۔
- ۳۶ : کنور شنکر تھلی، جو پوری۔
- ۳۷ : بشن پرشاد فرحت، دہلوی۔
- ۳۸ : راجہ کشن کمار، مراد آبادی۔
- ۳۹ : بلوان سنگھ راجا، بنارسی - مرزا حاتم علی بیگ کا شاگرد۔
- ۴۰ : کنور چکرورتی سنگھ کنور - بلوان سنگھ کا فرزند - اس کا دیوان "گل رعنا" کے نام سے شائع ہوا تھا۔
- ۴۱ : ایشر سنگھ نشاط - انشا کا شاگرد۔
- ۴۲ : ابو دھیا پرشاد صبر - شاہ جہان آبادی - مؤمن اور شاہ نصیر کا شاگرد۔
- ۴۳ : سندر لال سہیل کشمیری پھر لکنوی - صاحب دیوان۔
- ۴۴ : رام دیال سخن، لکنوی۔

- ۲۵ : مول چند نغشی دہلوی - شاگرد شاہ نصیر - اس نے شاہان ایران کی تاریخ "شاہ نامہ" کے عنوان سے لکھی۔
- ۲۶ : خوب چند ذکا، لکھنوی - صاحب تذکرۃ الشعراء۔
- ۲۷ : رائے بہادر پیارے لال آشوب، دہلوی - مرزا غالب کا دوست۔
- ۲۸ : راج زائن ارمان - متعدد اخبارات کا مدیر بھی رہا۔
- ۲۹ : ہرکشن سنگھ بیدار، گورداس پور کارٹیس - جس کے ہاں ایک مرتبہ داغ بھی بطور مہمان آئے تھے۔
- ۵۰ : دیاشنکر نسیم - آتش کا شاگرد -  
صاحب "گلزار نسیم" (مثنوی)۔



### مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :-

- ۱ : وہی پر شاد - شعرائے ہند۔
- ۲ : فتح علی حسینی - تذکرہ ریختہ گویاں۔
- ۳ : پھلی زائن شفیق - چمنستان شعراء۔
- ۴ : سری رام - خمنانہ جاوید۔
- ۵ : مصطفیٰ خان شیفتہ - گلشن بے غار۔
- ۶ : عبدالمجید مالک - مسلم ثقافت ہندوستان میں۔

## کثرتِ اہلِ علم کی وجہ

اہلِ علم کی اس کثرت کی بڑی وجہ یہ تھی، کہ ہمارے سلاطین علم نواز تھے محمود غزنوی کے دربار میں چار سو علماء و شعراء تھے۔

التمشش (۱۲۱۰ء — ۱۲۳۵ء) نے وہی ہیں ایک شاندار دارالعلوم قائم کیا تھا۔ جس میں دور دور سے طلبہ آتے تھے۔

ناصر الدین محمود (۱۲۴۶ء — ۱۲۶۵ء) اپنے ہاتھ سے قرآن مقدس کی کتابت کیا کرتا تھا۔ طبقاتِ ناصری کا مصنف ابو عمر عثمان منہاج السراج (منہاج الدین بن سراج الدین) جز جانی اسی کا درباری عالم تھا۔

جلال الدین خلجی (۱۲۹۰ء — ۱۲۹۵ء) کے دربار میں امیر خسرو، تاج الدین عراقی، خواجہ حسن علیہ درجن علماء تھے۔

علاؤ الدین خلجی (۱۲۹۵ء — ۱۳۱۵ء) کو مساجد، قلعے، اور دارالعلوم بنوانے کا بہت شوق تھا۔ اور اس کے عزیزانہ عاہرہ سے قاضی مغبث الدین، جمال الدین شاطبی، علاؤ الدین مرقی اور شہاب الدین خلجی جیسے متعدد علماء کو وظائف ملتے تھے۔

محمد تغلق (۱۳۲۳ء — ۱۳۵۱ء) کے دربار میں ایک ہزار شاعر، بارہ سو طبیب اور کئی سو دیگر علماء تھے۔

(سابق : مسلم ثقافت ص ۱۹۲)

فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ء — ۱۳۸۸ء) نے چالیس دارالعلوم قائم کیے تھے۔ جن میں کئی سو علماء درس دیتے تھے۔

سکندر لورتنی (۱۴۸۸ء — ۱۵۱۷ء) کا دربار علماء سے پُر تھا۔ اس نے سنسکرت کی ایک طبی کتاب "مہا ویدک" کا فارسی ترجمہ کرایا۔ نیز "طب سکندری" کے نام سے ایک کتاب لکھوائی تھی۔

بابر (۱۵۲۶ء — ۱۵۳۰ء) دو کتابوں کا مصنف تھا۔

۱ : تزک ، اور

۲ : مفصل

آخر الذکر غرض پر تھی۔ اس کے دربار میں بیرونی (جلیب السیر مصنف) مولانا شہاب الدین ممتاڈ اور مرزا ابراہیم ہراتی جیسے متعدد علماء تھے۔

ہمایوں (۱۵۳۰ء — ۱۵۵۶ء) علم ہیئت و جغرافیہ کا بہت شوقین تھا۔ جب شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر بھاگا۔ تو اس مضمون کی کئی کتابیں ساتھ ساتھ لیے پھرا۔ اس نے مقررہ لوگوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا :

۱ : علماء کو اہل سعادت ،

۲ : امراء کو اہل دولت ، اور

۳ : غرض مندوں کو اہل مراد کہا کرتا تھا۔

اکبر (۱۵۵۶ء — ۱۶۰۵ء) نے علوم و فنون کو فروغ دینے کے لیے بہت کچھ کیا۔ اس نے طول و عرض بند میں بے شمار دارالعلوم کھولے۔

دارالحکومت میں ایک لائبریری قائم کی۔ جس میں کم یا ب مخطوطات کی تعداد

شیخ عبد اللہ دہلوی قاضی جلال الدین ہندی ملا سید  
سمرقندی اور ملا عبد اللہ سلطان پوری جیسے بچپانوں کے علماء کے وظائف باندھے۔  
اور عربی، ترکی اور سنسکرت کی کئی اہم کتابیں فارسی میں منتقل کرائیں۔

☆ گیتا اور لیلیا و تی کا فیضی نے۔

☆ پنج تننتر کا ابو الفضل نے۔

☆ اٹھروید کا ابراہیم سرہندی نے۔

☆ جہا بھارت - رامائز، جامع رشیدی اور سنگھاسن بنیسی کا

☆ ملا عبدالقادر بدایونی نے۔ اور

☆ تزک باری کا خانخانان نے ترجمہ کیا۔

اکبر کی واپس ماہم انگہ نے دہلی میں ایک مسجد اور ایک مدرسہ  
بنوایا تھا۔ جو اب کھنڈر بن چکا ہے۔

خانخانان اور اس کا لڑکا مرزا ایرج دونوں علم دوست تھے۔ خانخانان  
کوئی ایک سو علماء کی سرپرستی کرتا رہا۔ اس کے پاس ایک نادر کتب خانہ  
بھی تھا۔

جہانگیر (۱۶۰۵ء - ۱۶۲۸ء) نے جب اپنی تزک مکس کی۔  
تو پہلا نسخہ اپنے فرزند شاہ جہاں کو دیا۔ اس کے عہد میں قاضی نور اللہ شوہتری  
ملا فاضل کابلی، میرا بوالفت اسم گیلانی، عبدالحکیم سیالکوٹی اور ملا محمد  
جوہنوری جیسے متعدد عالم تھے۔

شاہ جہاں (۱۶۲۸ء - ۱۶۵۸ء) کی تعمیرات میں سے دہلی کی  
مسجد جامع اور تاج محل عجائبات عالم میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کے فرزندوں  
میں سے داراشکوہ (۱۶۵۹ء) بلند پایہ عالم تھا۔ اس نے اپنی پانچویں کتاب

”سیر اکبر“ کے عنوان سے کیا گیا، رامائن اور یوگ و ششٹ کو بھی فارسی میں منتقل کیا۔ کئی طبع زاد کتابیں لکھیں۔

جن میں :

سینۃ الاولیاء ( اولیاء کے حالات ) اور

سکینۃ الاولیاء ( حضرت میاں میر لاہوری اور ان کے

خلفاء کے سوانح ) کو بہت شہرت حاصل ہے۔

عالمگیر ( ۱۶۵۹ء — ۱۷۰۷ء ) کی تخلیقات میں سے صرف ایک

باقی ہے۔ یعنی رقعات عالمگیری۔ اس نے نشرِ علوم کے لیے متعدد مدارس کھولے

ان میں سے ایک لکھنؤ کا دارالعلوم فرنگی محل تھا۔

عالمگیر کے بعد مغلوں کی توجہ اردو زبان کی طرف ہو گئی، اور تاریخ

نے اک نئی گروٹ لی۔

# پاکستان

چین ، بھارت ، روس اور امریکہ کے بعد پاکستان دنیا کی پانچویں بڑی سلطنت ہے اور اسلامی ریاستوں میں سب سے بڑی۔ اس کا رقبہ ۳۶۵۵۲۹ مربع میل ہے۔ مشرقی پاکستان ۵۵۱۲۶ اور غربی ۳۰۳۰۳۱۰ میل۔ آبادی کوئی ۳۱ کروڑ نفوس پر مشتمل ہے۔ ان میں سے سات کروڑ مشرقی حصے میں آباد ہیں، اور باقی غربی میں۔

## • پاکستانیوں کا کردار

اندازاً اسی فیصد آبادی دیہات میں آباد ہے۔ یہ لوگ بڑے جنگاں ، دیندار ، قناعت شعار ، اسلامی اقدار کے محافظ ، راست باز ، سرفروش اور جاں باز ہیں۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ ہندو پاک میں ان لوگوں نے ایثار ، شجاعت اور جفا طلبی کا وہ مظاہرہ کیا، کہ بھارت کے اکیس ڈویژنوں کے ہوش اڑ گئے۔ گزشتہ سو سال سے تہذیب فرنگ اپنے تمام حربوں یعنی حیا سوز فلموں ، عریاں مصوّر رسالوں اور بد آموز ادب سے ہمارے قلب و دماغ پہ مسلسل حملے کر رہی ہے۔ لیکن ہنوز ہمارے عقائد کے صحابہ مستحضر نہیں ہو سکے۔ اس میں کلام نہیں کہ ہماری شہری آبادی کا ایک حصہ آوارہ ، اخلاق باختہ اور لاد مذہب

ہو چکا ہے۔ لیکن سماج کے خوف سے یہ لوگ سامنے نہیں آتے۔ پیتے ہیں تو چھپ کر، اور گناہ کرتے ہیں تو ہزار پردوں میں۔ ان کالی بھڑوں کو چھوڑ کر باقی ساری قوم بڑی خوبیوں کی مالک ہے۔ تیس برس کی مختصر مدت میں اس قوم کے عزم و عمل نے پاکستان کو یورپی ریاستوں کا ہمدوش بنا دیا ہے۔ کراچی سے چٹا گام تک ہر طرف کارخانے ہی کارخانے نظر آتے ہیں۔ ہزاروں اہل قلم کتابیں لکھ رہے ہیں۔ بے شمار انجینئرز ملک کی تعمیر میں مصروف ہیں۔ لاتعداد اساتذہ و اطباء جہالت و امراض کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ ہزار ہا علما نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ گو ہر علاقے میں چند آدمی اسلام کی جہاں گیر اخوت کے مقابلے میں قبائلی تعصبات اور مقامی تہذیبوں کو اچھال رہے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد کم ہے، اور حلقہ اثر بہت محدود۔

قوم میں حیثیت القوم انہی عظیم روایات کی حامل ہے۔ جن کا نچوڑ حضور صلعم نے ان چند جملوں میں پیش کیا تھا :

”تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم خاک سے پیدا ہوا تھا  
کسی عرب کو عجمی پر اور عجمی کو عرب پر فوقیت حاصل نہیں۔ صرف  
تقویٰ انساں عظمت ہے، اور تم میں بڑا وہ ہے۔ جو زیادہ  
مستقی ہو۔“ (خطبہ الوداع)

اس قوم نے پچھلے تیس برس میں چند ایسے کارنامے دکھائے۔  
جن پر دنیا سر دھن رہی ہے۔  
یعنی :-

۱ : ہندوستان نے ڈیڑھ کروڑ مسلمانوں کو لوٹ کھسوٹ کر پاکستان  
میں دھکیل دیا تھا۔ اس قوم نے انہیں آباد کیا۔



۲ : بھارت نے تلج . بیکس اور راوی کا پانی روک لیا تھا۔ ہم نے  
مشکل ڈیم بنا کر اس نقصان کی تلافی کی۔ اور اب ہم تربیلا ڈیم بنا  
رہے ہیں۔ جس کی جھیل پچاس میل لمبی اور چار سو اسی فٹ گہری ہوگی۔  
اس سے ہم اکیس لاکھ کلو واٹ بجلی پیدا کریں گے۔

یہ یاد رہے کہ اس وقت (۱۹۷۰ء) ہم صرف سات لاکھ کلو واٹ  
پیدا کر رہے ہیں۔ تین لاکھ منگلا سے۔ اور چار لاکھ باقی دریاؤں،  
اور انجنوں سے۔ یہ ڈیم ۱۹۷۶ء میں مکمل ہوگا۔

۳ : ہم راولپنڈی کی شمالی پہاڑیوں میں اپنا پانی حکومت تعمیر کر رہے ہیں  
جس پر اس وقت تک نواب روپیہ صرف ہو چکا ہے۔ اس کی  
کشادہ، ہموار اور شفاف سڑکیں، میلوں میں پھیلے ہوئے  
سبزہ زار۔ وسیع آبادیاں اور پر شکوہ عمارتیں ہمارے عزم اور  
ہماری حسین و جمیل تہذیب کی داستان بنا رہی ہیں۔

۴ : ہم نے سوئی کی قدرتی گیس کو کراچی، حیدرآباد، ملتان، لاہور  
اور لاہور تک پہنچایا، اور ڈھلیاں (ضلع اٹک) کی گیس کو  
راولپنڈی اور واہ تک۔

۵ : آزادی (۱۹۴۷ء) کے وقت پاکستان میں صرف چونتیس  
کارخانے تھے، اور آج دس ہزار سے زیادہ کارخانے کپڑا،  
چینی، کھاد، سگریٹ، شکر، موٹریں، ادویات، کاغذ، ربڑ  
اور لاتعداد دیگر اشیائے ضروریات تیار کر رہے ہیں۔ بعض اشیاء  
کی سالانہ پیداواریہ ہے :-

چار لاکھ سولہ ہزار ٹن -	:	چینی لے	: ۱
ایک لاکھ پانچ ہزار ٹن -	:	ڈالڈا	: ۲
چھیا نوے ہزار ٹن -	:	کانڈہ گتہ	: ۳
۵۳۱ ملین پونڈ -	:	سوت	: ۴
۷۳۹ ملین گز -	:	سوتی کپڑا	: ۵
۲۱ لاکھ ٹن -	:	سیمنٹ	: ۶
۳۲ ہزار ملین -	:	بگریٹ	: ۷
۶۷ ملین پونڈ -	:	چائے	: ۸
۱۷ لاکھ (تعداد)	:	{ سائیکل کے ٹائر - ٹیوب	: ۹
۳۰ ہزار ٹن -	:	{ موٹروں اور انجنوں کے پرزے	: ۱۰
۱۲ لاکھ گیلن -	:	روغن	: ۱۱
ساتھ چار لاکھ ٹن -	:	{ صاف شدہ مٹی کا تیل اور پٹرول	: ۱۲
سوا چار لاکھ ٹن -	:	جوٹ کھانا	: ۱۳

لے : یہ معلومات پاکستان کی "سالانہ کتاب"  
برائے ۱۹۶۹ء سے ماخوذ ہیں۔

۱۲ : فطری گیس : یہ تیرہ مقامات سے پیدا ہو رہی ہے۔ ان میں سے سات غربی پاکستان میں ہیں، اور چھ مشرقی پاکستان میں۔ سوئی، ڈھلیاں، ماڑی وغیرہ غربی پاکستان میں اور سلہٹ، ٹیٹاز وغیرہ مشرقی پاکستان میں ہیں۔ ذخائر گیس کا اندازہ دو کروڑ ملین کیوبک فیٹ ہے۔ ۱۹۶۷ء میں ۸۲۳۸۸ ملین کیوبک فیٹ گیس کارخانوں اور گھروں میں استعمال ہوئی۔

## • وسائل آمدورفت

ہماری ریلوے لائن کی لمبائی ۶۶۱۷ میل ہے۔ ۴۹۹۹ میل غسربنی حصے میں اور ۱۶۱۸ مشرقی میں ہے۔ سڑکوں کی لمبائی دونوں حصوں میں ۲۱۷۵۸ میل ہے۔ بحری، تجارتی جہازوں کی تعداد اسی کے قریب ہے۔ اور مسافر بردار طیاروں کی اندازاً پچاس۔

ملک میں سوادولاکھ ٹیلی فون محکمہ ریل، بس کمپنیوں، جہازوں اور دیگر اداروں کی مدد کر رہے ہیں۔

## • ریڈیو اور ٹیلی ویژن

اس وقت ملک میں گیارہ ریڈیو سٹیشن ہیں۔ یعنی :-

۱ : ڈھاکہ

۲ : کھٹنا

کراچی	: ۳
حیدرآباد	: ۴
کوئٹہ	: ۵
خیبر پور	: ۶
مُلستان	: ۷
لاہور	: ۸
راولپنڈی	: ۹
پشاور	: ۱۰
آزاد کشمیر	: ۱۱

اور چارٹیلی ویژن کارپوریشنز - یعنی :-

کراچی	: ۱
لاہور	: ۲
اسلام آباد - اور	: ۳
ڈھاکہ	: ۴

ان سے ہر روز گانے، مکالمے، ڈرامے اور تقریریں نشر ہوتی ہیں۔ جو ایک تہذیب نو کی تشکیل کر رہی ہیں۔

## ● صحافت

تہذیب کی تعمیر میں صحافت کا حصہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ پاکستان سے اس وقت ۱۷۹۶ رسائل و اخبارات نکل رہے ہیں۔ ان میں :  
انگریزی، پشتو، سندھی، بلوچی، عربی اور فارسی کے پرچے بھی

شامل ہیں۔  
 نیز وہ میگزین جو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلتے ہیں۔

پہچے کی قسم	مشرقی پاکستان	غربی پاکستان	میزان
روزانہ اخبارات	۲۴	۷۸	۱۰۲
ہفتہ میں دو بار	۶	۱۱	۱۷
ہفتہ وار	۷۸	۲۵۷	۳۳۵
پندرہ روزہ	۴۳	۱۱۳	۱۵۶
ماہانہ	۱۵۲	۵۰۲	۶۵۴
سہ ماہی	۲۷	۸۲	۱۰۹
سالانہ	۱۹۳	۲۲۰	۴۲۳
میزان : ۵۲۳	۱۲۷۳	۱۷۹۶	۱۷۹۶
			(۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۲ء)

ان اخبارات و رسائل میں سے :

اردو	: ۷۲۰
بنگالی	: ۴۱۲
انگریزی	: ۵۵۶
پشتو	: ۳۱
بلوچی	: ۵

۵ : فارسی

۲ : عربی

۶۰ : سندھی

اور باقی پنجابی، گجراتی وغیرہ میں ہیں۔

## آرٹس

یہاں نقاشی - تصویرگری اور دست کاری کی تعلیم کے لیے مندرجہ ذیل ادارے قائم ہیں :-

۱ : کالج آف آرٹس اینڈ کرافٹس - ڈھاکہ

۲ : نیشنل کالج آف آرٹس - لاہور

۳ : فائن آرٹس ڈیپارٹمنٹ - پنجاب یونیورسٹی

۴ : ایوننگ آرٹ اکاڈمی - لاہور

۵ : سنٹرل آرٹ انسٹیٹیوٹ - کراچی

۶ : کراچی سکول آف آرٹس - ناظم آباد

۷ : دی انسٹیٹیوٹ آف آرٹس اینڈ ڈیزائن - کراچی

آج کل فطری مناظر کے بڑے بڑے چوکھٹے ہوٹلوں - ریستورانوں -

قہوہ خانوں - ہال کمروں - سینماؤں اور سرکاری عمارات میں نظر آتے ہیں۔

یہ سب ان اداروں کے تربیت یافتہ طلباء یا ان کے اساتذہ کی

تیار کردہ ہیں۔

ہمارے ہاں دیگر شعبوں کی طرح آرٹسٹوں کے بھی کئی طبقے ہیں۔

عبدالرحمان چغتائی - صادقین - اللہ بخش - شیخ احمد - سلطان - زوبی

عاجی شریف - ناگی - شاکر علی - مبارک حسین اور شیخ صفدر صف اول میں  
شمار ہوتے ہیں۔

اللہ بخشش کا زیادہ رُحمان دیہات کے مناظر، دیہات کے باسیوں  
اور جنگلوں وغیرہ کی طرف ہے۔

ناگی قبائلی لوگوں - مزدوروں اور مچھیروں وغیرہ کا گرویدہ ہے۔

سلطان اور مبارک حسین مناظر فطرت کو پسند کرتے ہیں۔

آج سے دو تین سال پہلے صادقین نے منگلا ڈیم کے لیے ایک فکر انگیز

تصویر تیار کی تھی۔ جو ایک سو ستر فٹ لمبی اور ۲۳ فٹ چوڑی تھی۔ اس میں

فریاد و تیرہی کے علاوہ ایک کونے میں چاند کی تصویر بھی ہے۔ فریاد گوہ کندن

و جوئے آب بر آوردن کی علامت ہے۔ اور چاند کا مطلب یہ کہ انسان

بہت جلد چاند پر پہنچنے والا ہے۔ یہ تصویر ہزاروں میں فروخت ہوئی۔

کراچی کے پروفیسر عسکری قائد اعظم کی تصویر بنانے میں خاص نیکہ رکھتے ہیں۔

اور پروفیسر سجاد علیگ کا خاص موضوع اقبال ہے۔ لاہور کے خالد اقبال اور

سعید عسکری کی تصاویر بھی بہت مقبول ہیں۔

## • آرٹ کی نمائش

آزادی سے پہلے لاہور میں تصاویر کی نمائش صرف وائی۔ ایم۔ سی۔ اے

ہال میں ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب کراچی - لاہور - راولپنڈی اور ٹوہاکہ میں

آرٹ کونسیں بن گئی ہیں۔ جہاں آئے دن کوئی نہ کوئی مصوٰر اپنی تخلیقات

کی نمائش کرتا رہتا ہے۔

۶۸ - ۱۹۶۷ء میں مندرجہ ذیل فن کاروں نے نمائش کی :-

## آرٹ کونسل لاہور میں :

- شیخ صفدر
- پروین طاہر
- مسعود کھاری
- کابل خان ممتاز
- عبد الوحید
- رحیل میان جاوید
- اے۔ جے۔ شیمزہ
- مرتضیٰ بشیر
- انوسجاد
- علی امام
- اعجاز الحسن

## آرٹ کونسل راولپنڈی میں :

- مبینہ الاعظم
- امین الاسلام اور
- مرتضیٰ بشیر

## آرٹ کونسل کراچی میں :

- اے۔ بی۔ نذیر



- جہیل نقوش —————
- ایوان قریش —————
- کے جی - مصطفیٰ —————
- محمد جہیل —————
- مسترت مرزا —————
- نیز ہندو پاک جنگ (۱۹۶۵ء) کی تصاویر - جن میں سے کچھ  
غیر ملکی مصوّرین کی تھیں۔

## ڈھاکہ میں :

- جہانگیر —————
- ارہین الاسلام —————
- رؤف و شمس الاسلام نظامی —————
- قمر الحسن —————
- کراچی میں ہر سال پاکستانی دست کاریوں کی نمائش ہوتی ہے اور باقی  
شہروں میں گاہے ، گاہے۔
- ہر مصوّر کے پاس ایک پیغام ہوتا ہے۔ جسے وہ رنگ و موتلم کی  
زبان سے سناتا ہے۔ وہ اس معاملہ میں فطرت کی پیروی کرتا ہے۔ فطرت  
بظاہر خاموش ہے۔ لیکن درحقیقت پھول کی ہر پتی - شبنم کا ہر قطرہ ، چاند  
کی ہر کرن اور باد بہار کی ہر موج ایک ایسا پیغام بنا رہی ہے۔ جسے دل  
تو سمجھ لیتا ہے۔ لیکن زبان بیان نہیں کر سکتی۔

## • پاکستان کی لائبریریاں

پاکستان میں خیبر سے چائنگام تک لائبریریوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے یہاں تیرہ یونیورسٹیاں ہیں۔ ہر یونیورسٹی کے ساتھ ایک ایک لائبریری ہے۔ جس میں کتابوں کی تعداد دو لاکھ سے دس لاکھ تک ہے۔

ملک میں سوا چار سو کالج بھی ہیں۔ ہر کالج کے ساتھ ایک ایک لائبریری ہے جس میں کتابوں کی تعداد آٹھ ہزار سے پچیس ہزار تک ہوگی۔

چھوٹی چھوٹی لائبریریاں ہمارے چار ہزار ہائی سکولوں کے ساتھ بھی ہیں۔ دو سے چار ہزار کتابوں پر مشتمل۔ بڑے سکولوں کے ساتھ بھی اوسطاً ایک ایک ہزار کی لائبریریاں ہیں۔

کتابوں کے کچھ ذخائر افراد کے پاس ہیں۔

پاکستان میں آٹھ ہزار پروفیسر ہیں۔ اگر ہر پروفیسر کے پاس اوسطاً ایک سو کتاب ہو، تو میزان آٹھ لاکھ بنتی ہے۔ پروفیسروں کے علاوہ بھی بہت سے لوگ کتب کے شوقین ہوتے ہیں۔ مثلاً :-

••• وکلاء

••• ڈاکٹر

••• علماء

••• حکام - وغیرہ

ہمارے ضلع (ٹنک) کے ایک مقام مکھڑ میں سات ہزار عربی و فارسی کتابوں کی لائبریری ہے۔ ایک لائبریری حسن ابدال سے ۶۰ مشرق کی طرف گورنمنٹ ہسپتال میں بھی ہے۔

ہمارے کالج (کیمبل پور) میں پندرہ ہزار کتابیں ہیں۔ مجھے ایک مرتبہ ایسٹ آباد میں میرولی اللہ مرحوم (شارح دیوان حافظ) کی لائبریری دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اندازہ یہ ہے، کہ اس میں دس ہزار سے زیادہ کتابیں ہوں گی۔  
راولپنڈی کے ایک ڈاکٹر کرنل عبدالعزیز (۱۹۶۸ء) کے پاس ۶۵ ہزار کتابیں تھیں۔ زیادہ تر عربی و فارسی کی۔ ان میں کئی ہزار نایاب مخطوطات بھی تھیں۔

لاہور میں مولانا غلام رسول بہتر۔ مولانا نضر اقبال۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ ڈاکٹر محمد باقر۔ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ۔ جناب احمد ربانی بن ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (مرحوم) جسٹس ایس۔ اے۔ رحمان۔ نقیر گھرانہ۔ اور بیسیوں دیگر ارباب علم کے ہاں بڑی بڑی لائبریریاں ہیں۔  
یہی حال دیگر بڑے بڑے شہروں یعنی۔۔۔ ڈھاکہ۔ کراچی۔ پشاور۔ راولپنڈی۔ لائل پور۔ ملتان اور حیدرآباد کا ہے۔

میرا اندازہ یہ ہے۔ کہ تمام سرکاری و غیر سرکاری درس گاہوں، اداروں اور اشخاص کے پاس کتابوں کی تعداد پانچ کروڑ سے کم نہیں ہوگی۔  
حساب یوں ہے :-

شمار	درگاہ۔ ادارہ افراد	تعداد	کتابیں فی ادارہ اوسطاً	میزان
۱	یونیورسٹیاں	۱۳	چھ لاکھ	۷۸ لاکھ
۲	کالج	۴۲۶	آٹھ ہزار	۳۴ لاکھ
۳	ہائ سکول	۴۰۰۰	تین ہزار	ایک کروڑ ۲۰ لاکھ

شمار	درسگاہ - ادارہ افراد	تعداد	کتابیں فی ادارہ اوسطاً	میزان
۴	بڈل سکول	۴۴۰۰	ایک ہزار	۳۳ لاکھ
۵	عربی مدارس	۵۰۰۰	تین ہزار	ایک کروڑ ۵۰ لاکھ
۶	پروفیسر	۸۰۰۰	ایک سو	آٹھ لاکھ
۷	بینک - میوزیم	۲۰۰	دو ہزار	چار لاکھ
۸	کلب وغیرہ علماء - وکلاء ڈاکٹر - طبیب وغیرہ	۲۰,۰۰۰	تین سو	ساتھ لاکھ
				میزان: چار کروڑ ۹۸ لاکھ

# پاکستان کے اہل علم و قلم

اس وقت اسلامی ممالک میں پاکستان وہ واحد ملک ہے جس کے علماء اُدباء اور شعراء کو شمار کرنا مشکل ہے۔ علماء میں فلسفی، مورخین، محدثین، مفسرین، سائنس دان، ماہرین قانون سب شامل ہیں۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ پوری فہرست مرتب کرنے کے لیے طویل مدت چاہیے۔ یہاں صرف چند نام پیش کرتا ہوں :-

- ۱ : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی - جہاد، تفہیمات، تفہیم القرآن، خطبات اور دیگر چھوٹی بڑی ستر کتابوں کے مصنف۔ اسلام کے بے باک ترجمان اور نظریہ پاکستان کے دلیر محافظ۔
- ۲ : مولانا غلام احمد پرویز - اسلام کے شارح۔ قرآن کے مفسر، اور کوئی تیس علمی کتابوں کے خالق۔
- ۳ : مولانا صدر الدین اصلاحی - کئی کئی کتابیں نکل چکی ہیں۔
- ۴ : حیدر زمان صدیقی، نظریہ جہاد - اسلامی نظریہ اجتماع، اسلام کا معاشی نظام اور کئی دیگر کتابوں کے مصنف۔
- ۵ : محمد نجات اللہ صدیقی، کئی عربی کتابوں کے مترجم۔ نیز خالق۔
- ۶ : مولانا نعیم صدیقی - جن کے قلم سے محسن انسانیت، اور کئی دیگر کتابیں نکلیں۔

۷ : رئیس احمد جعفری (۱۹۶۸ء) جن کی کتابوں کی تعداد ڈیڑھ سو

کے قریب ہے۔ مثلاً :-

❖ تاریخ تصوف اسلام

❖ انوار اولیاء

❖ آثار ابام شافعی (ترجمہ)

❖ امام ابو حنیفہ (ترجمہ)

❖ سیرت آئمہ اربعہ

❖ آن حضرت (بکثرت سپہ سالار افواج)

❖ واجد علی شاہ - وغیرہ

۸ : مولانا سید نائب حسین نقوی - جنہوں نے صحیح بخاری مشکوٰۃ

ترمذی ، نسائی ، امام احمد بن حنبل (عربی) اور امام ابن تیمیہ

(الوزیرہ) کو اردو میں منتقل کیا۔

۹ : غلام احمد عربی نے بھی کچھ ترجمے کیے۔ مثلاً :-

❖ ابن خزم (الوزیرہ)

❖ ابن قیم (عبدالعظیم - عبدالسلام)

۱۰ : مولانا غلام رسول ہر کی تصانیف اور ان کے تراجم کی تعداد

ایک سو سے زیادہ ہے۔ چند نام :-

❖ امام ابن تیمیہ -

❖ سیرت سید احمد بریلوی -

❖ حزیہ اور اسلام (ترجمہ)

❖ اسلام صراطِ مستقیم (ترجمہ)

تاریخ لبنان (ترجمہ) :

تاریخ شام (ترجمہ) وغیرہ :

۱۱ : امام اللہ خان سرحدی نے طبع زاد تصانیف کے علاوہ حضرت عوثِ اعظم کی تصانیف فتوح الغیب، غنیۃ الطالبین، اور الفتح الربانی کو اردو میں ڈھالا۔

۱۲ : جناب ارمان سرحدی نے علی بن ابی طالب اور عوثِ اعظم کے سوانح لکھے۔

۱۳ : سید ہاشمی فرید آبادی - ہیرلڈ لیم کی کتاب "بابر" - غازیانِ تہذیب (جوزف ہائیم) کے مترجم اور تاریخِ ملتِ عربی تاریخِ مسلمانانِ پاکستان و ہند وغیرہ کے مصنف ہیں۔

سید جلال الدین عمری - ابوسلیم محمد عبدالحی - خلیل حامدی - حضرت مفتی محمد شفیع - مفتی محمد رؤف صاحب - جناب ثروت صولت - مولانا امین احسن اصلاحی - مولانا محمد حنیف ندوی - سید جعفر شاہ پھلواری - جناب شاہد حسین رزاقی - ڈاکٹر مظہر الدین صدیقی - ڈاکٹر سید محمد عبداللہ - ڈاکٹر محمد رفیع - ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ - ڈاکٹر محمد باقر - ڈاکٹر محمد حمید اللہ - ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی - ڈاکٹر نصیر احمد ناصر - سید نصیر جامعہ - جنرل اکبر خان - اسعد گیلانی - پروفیسر عبدالصمد صارم - سید نذیر نیازی - پروفیسر عبدالمنان عمر - ڈاکٹر برہان احمد فاروقی - امام یحییٰ خان نوشہروی - جناب نسیم حجازی - مولانا کوثر نیازی - پروفیسر خورشید احمد - ڈاکٹر جاوید اقبال - اور سینکڑوں دیگر علماء اسلام یہ سلسلہ لکھ رہے ہیں۔ اور مغربی پاکستان کے اندازاً نوے پبلشرز انہیں چھاپ کر عوام تک پہنچا رہے ہیں۔

حال ہی میں کسی باہمت نے تازہ مطبوعاتِ پاکستان کی ایک ڈائرکٹری شائع کی ہے۔ اندازاً بارہ سو صفحات پر مشتمل۔ اس میں ان کی تخلیقات کی فہرست دیکھی جاسکتی ہے۔

ہمارے ہاں تالیف و تحقیق کے کچھ ادارے بھی ہیں۔

مثلاً :-

- ۱ : مرکزی اسلامیہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ - راولپنڈی۔
- ۲ : مجلس اقبال - کراچی
- ۳ : مجلس اقبال - لاہور
- ۴ : انجمن ترقی اردو - کراچی
- ۵ : مجلس ترقی ادب - لاہور
- ۶ : اردو بورڈ - کراچی
- ۷ : مرکزی اردو بورڈ - لاہور
- ۸ : ادارہ ثقافت اسلامیہ - لاہور
- ۹ : شاہ ولی اللہ اکاڈمی - سندھ
- ۱۰ : عائشہ بوانی ٹرسٹ - کراچی
- ۱۱ : ادارہ ترجمان القرآن - لاہور
- ۱۲ : ادارہ طلوع اسلام - لاہور
- ۱۳ : دائرہ معارف اسلامیہ - پنجاب یونیورسٹی۔
- ۱۴ : پنجابی — اکاڈمی - لاہور
- ۱۵ : حلقہ ارباب ذوق - لاہور
- ۱۶ : پشتواکادمی - پشاور



- ۱۷ : رائٹرز گلڈ - کراچی
- ۱۸ : ادارہ معارفِ اسلامیہ - کیمبل پور
- ۱۹ : مجلسِ شاہِ مُراد - چکوال
- ۲۰ : اُردو اکاڈمی - سندھ

اور کئی دیگر !

---

# اَدْبائے پاکستان

ہمارے ہاں افسانہ ، مضامین ، اور ناول لکھنے والے اتنے ہیں کہ انہیں گننا مشکل ہے۔

## مغربی پاکستان میں :

خدیجہ مستور	❖	اقیاز علی تاج	❖
ممتاز مفتی	❖	احمد ندیم قاسمی	❖
اے۔ جمید	❖	اختر حسین رائے پوری	❖
عصمت چغتائی	❖	شوکت حسین تقانوی	❖
جمیلہ ہاشمی	❖	آلفت منہاس	❖
بانو قدسیہ	❖	ڈاکٹر وزیر آغا	❖
رضیہ بٹ	❖	عبداللہ حسین	❖
الطاف فہمی	❖	نشار عزیز	❖
وقار بن الہی	❖	ابراہیم جلیس	❖
اشفاق احمد	❖	قدرت اللہ شہاب	❖
اصغر بٹ	❖	رئیس احمد جعفری	❖
عبدالقدیر رشک	❖	عزیز احمد	❖

- |                            |   |                      |   |
|----------------------------|---|----------------------|---|
| ابن انشاء                  | ✽ | طاہر جمیل            | ✽ |
| عابدی جعفر                 | ✽ | رشید اختر ندوی       | ✽ |
| عذرا جمال                  | ✽ | محمد سعید            | ✽ |
| کرنل محمد خان (بہ جنگ آمد) | ✽ | عشرت رحمانی          | ✽ |
|                            |   | اور ✽ کمال احمد رضوی |   |

کے اسمائے گرامی سے ہر کوئی آگاہ ہے۔

### مشرقی پاکستان میں :

- |                     |   |                     |   |
|---------------------|---|---------------------|---|
| اسماعیل حسین شیرازی | ✽ | میر مشرف حسین       | ✽ |
| لطف الرحمان         | ✽ | قاضی امداد الحق     | ✽ |
| ابراہیم خان         | ✽ | واجد علی            | ✽ |
| ولی اللہ ابورشد     | ✽ | ابوالفضل            | ✽ |
| شوکت عثمان          | ✽ | شمس الدین ابوالکلام | ✽ |
| ڈاکٹر انعام الحق    | ✽ | ڈاکٹر شہید اللہ     | ✽ |

اور عبداللطیف چودھری کا بہت چرچا ہے۔ شہید اللہ اور لطیف

چودھری نے ادب بنگال کی تاریخ بھی لکھی ہے۔

# شعراۓ پاکستان

ہمارے ہاں شعرا کی تعداد پانچ ہزار سے کم نہیں ہوگی۔ ان میں سے بہت ممتاز یہ ہیں :-

## مغربی پاکستان :

فیض احمد فیض	جوش ملیح آبادی
حنیظ جالندھری	احمد ندیم قاسمی
احسان دانش	ن۔ م۔ راشد
عبدالعزیز خالد	شورش کاشمیری
سید مصطفیٰ زیدی	جعفر طاہر
خاطر غزنوی	احمد فراز
قتیبیل شغائی	محسن احسان
سیف الدین سیف	فارغ بخاری
قیوم نظر	حمایت علی شاعر
اختر ہوشیار پوری	ظہور نظر
طفیل ہوشیار پوری	حنیظ ہوشیار پوری
جمیل ملک	عبیب جالب

عبدالعزیز فطرت (مرحوم)	✽	منیر نیازی
ضمیر جعفری	✽	مجید امجد
حسن بھوپالی	✽	منظور عارف
نعیم صدیقی	✽	منیر بن عظیم (منو بھائی)
سرمد صہبائی	✽	امجد اسلام
شہزاد احمد	✽	عرش صدیقی
سحر انصاری	✽	ادا جعفری
رشیدہ سلیم سمیں	✽	پروین فنا سید
کیشور ناہید	✽	افضل منہاس
ادیب سہیل	✽	فہمیدہ ریاض
اور سینکڑوں دیگر	—	جن کے کلام سے ملک کے اخبارات
اور رسائل بھرے پڑے ہیں۔		

## مشرقی پاکستان :

مسلمانوں سے پہلے بنگال کی شاعری پر ہندو ماہمتا لوجی چھپائی ہوئی تھی۔ مسلمانوں نے زندگی کا ایک انوکھا رخ پیش کیا، اور ہر موضوع پر اسلامی نقطہ نگاہ سے لکھنا شروع کیا۔

شاہ محمد صغیر (چودھویں صدی عیسوی) پہلا بنگالی شاعر ہے۔ جس نے ایک مذہبی داستان یعنی یوسف۔ زلیخا کو منظوم کیا تھا۔ دو سو سال بعد دولت وزیر بہرام خان نے لیلی۔ مجنوں لکھی۔

قرن رواں کا سب سے بڑا شاعر نذرا لاسلام ہے۔ اس کا کلام

ولولہ حیات سے سرشار اور جوش انقلاب سے معمور ہے۔ اس میں بغاوت کے بھرے ہوئے نعرے۔ آلام معاشرہ کے افسانے اور ہمارے تابناک ماضی کی داستانیں شامل ہیں۔ اس کی تیس تصانیف میں :

باغی

چنپا کا رقص

زہریلی بنسی

سدا بہار ، اور

بربادی کے گیت

بھی شامل ہیں۔ یہ ۱۹۴۵ء میں حضور صلعم کی سیرت لکھ رہے تھے، کہ یکدم خاموش ہو گئے، اور آج تک نہیں بولے۔

باقی شعرا میں سے چند ایک بڑی شہرت کے مالک ہیں۔

مثلاً :-

شمار	نام	مجموعہ کلام و دیگر تصانیف	کیفیت
۱	جسیم الدین	راکھلی۔ پدما پار۔ ماترکانا۔ روپا بستی	بنگال کی عوامی روایات کا گرویدہ
۲	شہادت حسین	روپا چندا	ڈھاکہ۔ طبع ۱۹۴۷ء
۳	بذل الرشید	پنٹقا پینا	ڈھاکہ۔ طبع ۱۹۴۷ء
۴	عبدالقادر	دل ربا	طبع ۱۹۴۸ء
۵	روش از دانی	راہ گیر	طبع ۱۹۴۸ء

شمار	نام	مجموعہ کلام اور دیگر تصانیف	کیفیت
۶	امین الاسلام چوہدری	جورے	طبع ۱۹۴۹ء
۷	غلام مصطفیٰ	ترانہ پاکستان، مسدس حالی، بنی آدم، کلام اقبال	اسلامی شاعر
۸	عبدالرشید خان	نکسترا۔ بوندی مہرتہ	طبع ۱۹۵۲ء و ۱۹۵۳ء بالترتیب
۹	ابوالکلام مصطفیٰ	شکوہ و جواب شکوہ	اسلامی اقدار کا مبلغ
۱۰	فریح احمد	شت شاگر، ماجھی سراجا منیرا	ایضاً
۱۱	محمد محفوظ اللہ	پر بو بنگلہ گوتہ	طبع ۱۹۵۴ء
۱۲	اشرف صدیقی	لبس کنیا	طبع ۱۹۵۵ء
۱۳	احسن حبیب	راتری شیش	طبع ۱۹۵۵ء
۱۴	عطاء الرحمن	دومی ریتو	طبع ۱۹۵۶ء
۱۵	مُعین الدین	ناؤ	طبع ۱۹۵۶ء
۱۶	مطیع الاسلام	شاپٹا کنیا	طبع ۱۹۵۷ء
۱۷	اشرف علی خان	کنکال	طبع ۱۹۵۸ء
۱۸	عبدالغنی	سمنیہ دان	طبع ۱۹۵۹ء
۱۹	عبدالرشید	امیر سوداگر	طبع ۱۹۵۹ء
۲۰	عبدالستار	برسشتی نکھار	طبع ۱۹۵۹ء

شمار	نام	مجموعہ کلام و دیگر تصانیف	کیفیت
۲۱	علی اشرف سید	چیترا جاگھن	طبع ۱۹۵۹ء
۲۲	صوفی ذوالفقار	بھنگہ تلوڑ	طبع ۱۹۵۹ء
۲۳	قادر نواز	نسیل گڈھی	طبع ۱۹۶۰ء
۲۴	شمس الرحمان	روڈرا کروتی	طبع ۱۹۶۰ء
۲۵	ولایت حسین اکھنڈ	ناتن پر بجات	طبع ۱۹۶۱ء
۲۶	محمودہ خاتون صدیقی	مانو برتیکا	طبع ۱۹۶۱ء
۲۷	محمد منیر الزمان	در لبتہ	طبع ۱۹۶۱ء
۲۸	بے نظیر احمد	پساکی	طبع ۱۹۶۲ء
۲۹	بندے علی میاں	کتیا بھیکہ	طبع ۱۹۶۲ء
۳۰	احسن آرا	نسیل پینا	طبع ۱۹۶۲ء
۳۱	لطیفہ ہلالی	ایک آکاش	طبع ۱۹۶۲ء
۳۲	تعلیم حسین	شاہین	طبع ۱۹۶۲ء
۳۳	المحمود	لوک لوکتر	طبع ۱۹۶۳ء
۳۴	صوفیہ کمال	جیون	طبع ۱۹۶۴ء



اور بھی بے شمار شاعر ہیں۔ مثلاً :-

شوکت عثمان ❖

ابورشد ❖

ولی اللہ ❖

واجد علی ❖

ابراہیم خان ❖

امداد الحق ❖

میر مشرف حسین ❖

سکندر ابو جعفر وغیرہ ❖

لیکن ہم انہی ناموں پر اکتفا کرتے ہیں۔

# پاکستان کی درس گاہیں

پاکستان میں کچھ درس گاہیں خاص نوعیت کی ہیں۔ مثلاً :-

پاکستان سول سروس اکاڈمی - لاہور

سیپا - لاہور

ایڈمنسٹریٹو سٹاف کالج - لاہور

پاکستان ملٹری اکاڈمی - ساکول

ایئر فورس اکاڈمی - رسالپور

ملٹری سٹاف کالج - کوئٹہ

بحریہ کالج - کراچی

ملٹری انجینئرنگ کالج - رسالپور

ایئر فورس انجینئرنگ کالج - کراچی

درجن بھر پاپی ٹکنیک سکولز

کمپری ہنسیو ماڈرن سکولز

واپڈا

ریلوے

سروسے

منجھتی رپورٹیشن

اکونٹنسی      ☆  
 کامرس      ☆  
 فارسٹ      ☆  
 ٹیلی ویشن      ☆  
 ریڈیو      ☆

اور دیگر متعدد شعبوں کی تربیتی درس گاہیں۔ فوج کے خاص سکول، جہاں  
 گنٹری۔ سگنلنگ۔ سروے وغیرہ کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ ہمیں نہ ان کی  
 صحیح تعداد کا علم ہے، اور نہ اس امر کا، کہ ان میں تعلیم پانے والے دو ہزار ہیں  
 یا بیس ہزار۔ البتہ عام درس گاہوں کے متعلق ہر سال ایک رپورٹ نکلتی ہے۔  
 جس میں ہمارے مدارس و طلبا کی تعداد درج ہوتی ہے۔ اس وقت میرے سامنے  
 پاکستان کی سالانہ کتاب برائے ۱۹۶۹ء پڑھی ہے۔ اس میں ۱۹۶۸ء  
 تک کے اعداد و کوائف درج ہیں۔

ان کا ملخص یہ ہے :-

### ● ہماری یونیورسٹیاں

اس وقت پاکستان میں تیرہ یونیورسٹیاں ہیں۔ یعنی :-

- ۱ : کراچی - یونیورسٹی
- ۲ : حیدرآباد - یونیورسٹی
- ۳ : لائل پور - زرعی یونیورسٹی
- ۴ : لاہور - یونیورسٹی
- ۵ : لاہور - انٹرنٹنگ یونیورسٹی

- اسلام آباد - یونیورسٹی : ۴  
 کوئٹہ - یونیورسٹی ( جلد قائم ہو رہی ہے ) : ۷  
 بہاولپور - یونیورسٹی ( یہ دینی علوم کی یونیورسٹی ہے ) : ۸  
 ڈھاکہ - یونیورسٹی : ۹  
 ڈھاکہ - انجینئرنگ یونیورسٹی : ۱۰  
 بمبئی سنگھ - زرعی یونیورسٹی : ۱۱  
 راجشاہی - یونیورسٹی : ۱۲  
 چٹاگام - یونیورسٹی : ۱۳  
 ہر یونیورسٹی کے ساتھ عموماً یہ کالج ہوتے ہیں :-

- آرٹس کالج  
 میڈیکل کالج  
 انجینئرنگ کالج  
 کامرس کالج  
 فزیکل ٹریننگ کالج  
 ہوم سائنس کالج  
 سائنس کالج - وغیرہ

۱۹۶۸ء میں پاکستان ہونے والے طلباء کی تعداد یہ تھی :-

- ۱ : میٹرک : تقریباً تین لاکھ  
 ۲ : انٹرمیڈیٹ : ۷۰ ہزار  
 ۳ : گریجویٹ : ۲۴ ہزار  
 ۴ : ایم۔ اے، ایم۔ ایس۔ سی : ۵۲۶۵

۱۱۵۲	:	انجینئر	:	۵
۱۰۰۰	:	ڈاکٹر	:	۴
۳۵۰۰	:	صناع	:	۷

## دیگر درس گاہیں

ریمارک	طلباء کی تعداد	تعداد	درس گاہ	نمبر
	اندازاً ۷۰ لاکھ (۴۲ لاکھ مشرقی ۲۸ لاکھ مغربی پاکستان)	۴۰۹۷۲	پرائمری	۱
	۸ - لاکھ	۴۴۶۲	مڈل	۲
	۱۶ - لاکھ	۴۰۰۰۹	ہائی سکول	۳
	۴۳ ہزار	۱۶۶	انٹر کالج	۴
۱۶۷ مشرقی، اور ۲۵۹ عربی میں	۲۶۵۵۸۹	۴۲۶	کالج	۵
	۱۸ - ہزار	۹۵	دستکاری	۶
	۱۴ - ہزار	۱۱۴	تربیت معلمین	۷
	۶ - لاکھ	۵۰۰۹	عربی مدارس	۸
	۱۰۳۲۰۵۸۹	۷۵۳۲۳	میزان:	

خلاصہ یہ ، کہ ہماری پچھتر ہزار درس گاہوں میں ایک کروڑ کے قریب طلباء زیر تعلیم ہیں۔

## • ماحصل

تو یہ ہیں ہمارے وہ صنّاع - صحافی - مُعلّم - شاعر - ادیب - عالم - اور فلسفی جو پاکستان میں ایک نئی تہذیب کو جنم دے رہے ہیں۔ اس میں کچھ حصّہ میری (اب تک) تیس تصانیف اور سینکڑوں مضامین کا بھی ہے۔ جو گزشتہ پچاس برس سے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہو رہے ہیں۔ میرے ہاں صحیح معنوں میں اسلامی تہذیب وہ ہے جس کی عمارت جہاں گیر علم اور یزداں شکار عشق پہ اٹھائی جائے۔ علم کے بے شمار شعبے ہیں۔ مثلاً :-

تاریخ	جغرافیہ
سیاسیات	معاشیات
شہریت	مذہب ، اور
طبیعیات وغیرہ	

طبیعیات کی بیسیوں شاخیں ہیں۔ مثلاً :-

فزکس	کیمیا
طب	نباتات
حیوانیات	ارضیات
انجینئرنگ	مدنیات

برقیات وغیرہ

ان میں سے اہم ترین شعبہ مذہب کا ہے۔ جو زندگی کی حقیقت سمجھانا۔

منزل کا پتہ بتاتا، انسانی روابط کو اخوتِ انسانی کی بنیاد پر استوار کرتا، اور دنیا و عقبی ہر دو میں کامیابی کے گر بتاتا ہے۔ مذہب کے بعد طبیعات کا مقام آتا ہے۔

طبیعات کیسے ہے ؟

ارض و سما کی تمام توانائیوں، مثلاً :

☆ بجلی ☆ ہوا

☆ پانی ☆ لوہا

☆ کوئلہ ☆ تیل اور

☆ دیگر تمام عناصر و معاون

کو مسخر کر کے انسانی خدمت پہ لگانا۔ اس کے بغیر آج کسی قوم کا زندہ رہنا مشکل ہے۔

ہمارا یہ فرض ہے، کہ :

مذہب سے منزلِ حیات پوچھیں۔ طبیعات سے تسخیر کائنات کا راز سیکھیں، اور عشق سے اللہ کو اپنی طرف مائل کریں۔

علم و عشق کے اس امتزاج سے ایک نہایت توانا، تابدار اور عظیم تہذیب جنم لے گی۔ جس میں نہ تو موجودہ تہذیب مغرب کی سنگ و لی، بدستی و سیاہ کاری ہوگی، نہ اشتراکیت کی لاخدائیت اور نہ ہندوؤں کی سنگ پرستی، چھوٹ چھات اور انسان دشمنی۔

اس سے وقت تقریباً ڈیڑھ ہزار اخبارات و رسائل، اور کئی ہزار دیگر اربابِ علم و قلم یہ مطالبہ کر رہے ہیں، کہ پاکستان میں مکمل اسلامی نظام نافذ کرو۔ اس میں کروڑوں دیہاتیوں کی خاموش آواز بھی شامل ہے۔

میرا اندازہ یہ ہے، کہ :  
 ویر و زوویہ مطالبہ پورا ہو کر رہے گا۔ شروع میں ہمارے  
 ارباب سیاست سے لغزشیں ہوں گی۔ لیکن رفتہ رفتہ رائے عامہ  
 کے فشار سے ہماری سیاست — مذہبیت — انفرادی و اجتماعی  
 زندگی اس مقام پہ پہنچ جاتے گی۔ جو خدا و رسول نے تجویز  
 کیا ہے۔ اور یہ ہوگا، دُنیا ئے انسانیت کے لیے ایک  
 نیا افق۔ روشن — رفیع — نظر فریب — اور  
 علم و عشق کا حسین سنگم۔



## ہمارا آرٹ

آرٹ (یا آرٹس) سے مراد فنونِ لطیفہ ہیں۔ یعنی مصوری۔ نقاشی۔ موسیقی۔ تعمیرات۔ خطاطی اور شاعری۔ آج کل شاعری کا ذکر دیگر علوم یعنی تاریخ۔ ادب۔ ریاضی وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے میں بھی اسے یہاں نظر انداز کرنا ہوں۔ ہر قوم کا آرٹ اُس کے تصورات۔ معتقدات۔ مذاق۔ کردار۔ رسم و رواج اور تہذیب کا عکاس ہوتا ہے۔ کسی مُعبد میں بارہ بارہ ہاتھوں، خوفناک جبروں اور پونچھوں والے دیوتاؤں اور بڑے بڑے ناگوں کی تصاویر دیکھ کر یہی خیال آئے گا، کہ بجا بجا رہی و سہم پرست ہیں۔ جو فطرت کے ہر خوفناک منظر سے ڈر کر اُس کے سامنے سجدے میں گر جاتے ہیں۔ کسی محل کی دیوار پر مصروف جنگ افواج اور شمشیر بدست بہادر دیکھ کر چشمِ تصور کے سامنے یونان و ایران کا عہدِ شجاعت گھومنے لگے گا۔ خوبصورت جلد میں سنہری منقش قرآن دیکھ کر ہم اسی نتیجہ پہ پہنچیں گے، کہ نقاشی کے دل میں خدا اور رسول کا احترام تھا۔

آرٹ کے مختلف نونے اپنے دور کے مذاق، کردار اور تہذیب پر تاریخ سے زیادہ روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کی واضح مثال یورپ کا موجودہ آرٹ ہے پچھلے چالیس برس سے یورپ نقاشی و عریانی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور اب یہ عالم ہے کہ اُن کے ہاں ہزاروں عریاں (از سرتا پابے لباس) کلب گھل

حکے ہیں۔ جن میں برصہ خواتین کی تعداد پچاس فیصد سے کم نہیں۔ نکاح کی قیود ٹوٹ چکی ہیں۔ اور ہر دو شیزہ اپنے ہمراہ ایک دو بچے لیے پھرتی ہے۔ یہ صورت حال اُن کے موجودہ آرٹ سے پوری طرح نمایاں ہے۔ اُن کے بڑے بڑے مفسور رسائل، مثلاً :-

لا لائف

پوسٹ

مکت

ٹائم وغیرہ

اٹھا کر دیکھیے۔ آپ کو ہر اشوع میں کئی عریاں، نیم عریاں، جیاسوز اور بدآموز تصاویر ملیں گی۔

چونکہ اسلام فحاشی کا شدید دشمن ہے۔ اس لیے ہمارے آرٹ میں یہ رجحانات کہیں نظر نہیں آئیں گے۔

## مُصَوِّرِي وَ نَقَّاشِي

مُصَوِّرِي سے مُراد کسی چیز کا عکس لینا، یا کوئی تصویر بنانا ہے۔  
خواہ وہ جاندار کی ہو، جیسے :-

آدمی، گھوڑا، کبوتر

یا بے جان کی، مثلاً :-

درخت، عمارت، پہاڑ اور دریا

نقّاشی ایک محدود سی چیز ہے۔ اس سے مُراد وہ نقش و نگار ہیں۔ جو محلات و مساجد کی دیواروں - کتابوں - کپڑوں - برتنوں وغیرہ پر بنائے جاتے ہیں۔ اسلام میں نقش و نگار کی تو اجازت ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ ہمارے تمام معابد، مقابر اور مشہور عمارات منقش ہیں۔ لیکن مُصَوِّرِي ممنوع ہے صحاحِ سنیہ میں اس مضمون کی احادیث موجود ہیں کہ فرشتے اُن گھروں میں داخل نہیں ہوتے۔ جہاں کوئی تصویر یا کتا ہو۔ یا قیامت کے دن تصویر سازوں کو حکم دیا جائے گا، کہ وہ اپنی تصاویر میں جان ڈالیں۔

شیخ علی المتقی الہندی کی کنز العمال (ج ۲ - ص ۲۰) میں

یہ حدیث درج ہے :-

کہ قیامت کے دن نارِ جہنم سے ایک سُر اُبھر کر پوچھے گا :  
”کہاں ہیں اللہ کے وہ دشمن۔ جو اُس پر افترا باندھتے

اور اُس کی تحقیر کرتے تھے؟“

کوئی پوچھے گا :

”کہ اس سے مراد کون ہیں؟“

تو جواب ملے گا :

”جادوگر اور مُصَوِّر۔“

برطانیہ کے ایک پروفیسر اے۔ گلامی (A. G. WILLAUMI) نے ”لیگسی آف اسرائیل“ (میراثِ یہود) کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔ اُس کا ایک باب ہے۔ ”اسلام پر یہود کا اثر“۔ اس میں وہ لکھتا ہے :

”کہ یہود مُصَوِّر کی سخت خلاف تھے۔ چونکہ مدینہ میں پیغمبر اسلام یہود کے ہمراہ برسوں رہے تھے اور بعض یہود اسلام بھی لے آئے تھے۔ اس لیے ممکن ہے کہ حضور (صلعم) اُن سے متاثر ہوئے ہوں، اور مُصَوِّر کو حرام قرار دے دیا ہو۔“

پروفیسر گلامی کی یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ ہم اس پر بحث نہیں کرتے ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ اسلام کے تصورِ توحید میں بت تراشی، مجسمہ سازی، اور تصویر کشی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے حضور (صلعم) نے ان پر قدغن لگادی۔

### ● عہدِ جاہلیت میں مُصَوِّر

عہدِ جاہلیت میں شہری آبادی بہت کم تھی۔ یمن سے تبوک اور حضرموت سے عراق تک طویل و عریض صحرا حائل تھے۔ جن میں بدوی قبائل ادھر ادھر

بھکتے پھرتے تھے۔ یہ نہایت جفاکش۔ بڑو بار۔ بہادر اور مبارزہ طلب تھے۔ انھیں متمدن شہریوں کے مشاغل یعنی فنون لطیفہ سے نفرت تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُس دور میں کوئی مصوّر یا نقاش کہیں نظر نہیں آتا۔ البتہ کچھ سنگ تراش ملتے ہیں۔ جن کا کام مختلف قبائل کے لیے صنم تراشنا تھا۔ ان کے بنائے ہوئے مجسمے رُف سے ہوتے تھے۔ نہ آنکھ، نہ منہ، نہ ناک۔ مین کی تازہ کھدائیوں میں پتھر اور تانبے کے کچھ ایسے ہی مجسمے برآمد ہوئے ہیں۔

پروفیسر آرنلڈ نے "پینٹنگ ان اسلام" میں عربوں کے چند مشہور "خداؤں" کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً :-

## ۱: ذُو الْخَلَصَةِ

یہ سفید پتھر پر ایک کوا تھا۔ جو مکہ سے کوئی سو فرسنگ جنوب۔ مشرق میں نصب تھا۔

(اسلام میں مصوّر ی : ص ۵۲)

## ۲: الْفَلَسَ

(بَنُو طے کا خدا) ایک چٹان کا بڑھا ہوا حصہ تھا۔ جسے تراش کر انسان نما بنا دیا گیا تھا۔

(اسلام میں مصوّر ی : ص ۵۲)

## ۳: الْجَلَسَدَ

ایک انسان نما بت۔ جس کا سر سیاہ تھا اور

جہم سفید - (اسلام میں مصوری - ص ۵۲)

## ۴: هَبَلٌ

کعبہ میں ایک بُت تھا۔ نیز بنو کلب کی ایک  
شاخ کا مُورث اعلیٰ۔ (اسلام میں مصوری : ص ۵۲)

## ۵: عُزَّى

بنو غطفان کا بُت۔ جو اس قبیلہ کے ایک  
سردار ظالم بن سعد نے بنوایا تھا۔ اور جسے خالد بن ولید  
نے حضور صلعم کے حکم سے تباہ کیا تھا۔

(منتہی الاوب - عُزَّى)

یہ بُت طول عرض عرب میں پھیلے ہوئے تھے، اور ان میں سے  
تین سو پینسٹھ صرف بیت اللہ میں رکھے تھے۔

## • تمثال و تمثیل

تمثال و تمثیل دونوں کے معنی ہیں :-

پیکر نگاشتن و صورت بستن (منتہی الاوب)

یعنی :-

• موقلم سے کوئی تصویر بنانا۔ یا

• تیشہ وغیرہ سے کوئی پیکر تراشنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور

قوم دونوں سے کہا تھا :

ماہِدِہُ التَّمَاثِیلُ  
الَّتِیْ اَنْتُمْ لَهَا  
عَافِیُونَ -  
(ان موریتوں کی حقیقت  
کیا ہے۔ جن کے سامنے  
تم پُجاری بن کر بیٹھے ہو)

(انبیاء - ۵۲)

اس آیت میں بُتوں کے لیے تماثیل (مفرد تَمَال) کا لفظ استعمال ہوا ہے  
جس کے لغوی معنی ہیں :

پیکر - صورت

چونکہ مصوّر کا کام ہی صورت گری ہے۔ اس لیے ہمارے فقہاء نے  
تصویر سازی کو ناجائز قرار دے دیا۔ لیکن ہمارے ارباب اقتدار نے اس کی  
قطعاً پرواہ نہ کی۔ انہوں نے اپنے محلات کو نہ صرف تصویروں بلکہ شیروں،  
گھوڑوں اور ہرنوں کے مجسموں سے بھی آراستہ کیا۔ یہ کہانی مورخین کی زبانی  
یہ ترتیب زمانی سنیے :-

۱ : حضرت علیؑ کے دور - خلافت (۳۵ - ۴۰ ھ) میں  
قاضی شریح مدینہ کے قاضی تھے۔ ڈاکٹر عبد اللہ چغتائی  
طبقات ابن سعد کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ کہ اُن کی مہر میں  
دو شیروں کی تصویر تھی اور بیچ میں درخت۔

(ڈاکٹر عبد اللہ چغتائی :-

تاریخ اسلامی مصوری - طبع لاہور

۱۹۳۶ء - ص ۳۱)

۲ : امیر معاویہ (۴۱ - ۶۰ ھ) نے ایک ایسا دینار بڑایا تھا۔

جس کی ایک جانب کوئی تصویر تھی۔ لیکن یہ سب آج کسی میوزیم میں موجود نہیں۔

(مقربری : الثقود الاسلامیہ -

طبع قسطنطنیہ - ۱۹۲۸ء - ص ۵)

۳ : امام حسین کا قاتل عبید اللہ بن زیاد یزید کے زمانے (۶۰-۶۳ھ) میں کوفہ کا گورنر تھا۔

یا قوت لکھتا ہے :

کہ اس کے محل میں شیروں، چیتوں، گتوں اور مینڈھوں کی تصویریں تھیں۔

(یا قوت : معجم البلدان - ج ۱ -

ص ۹۲، ۹۳، بحوالہ آرنلڈ : مصوری ص ۱۹)

۳ : عبد الملک بن مروان (۶۵-۸۶ھ) کے سکوں پر ایک آدمی کی تصویر تھی۔ جس نے لمبا کرتہ پہن رکھا تھا، اور تلوار لگائی ہوئی تھی۔

معلوم ہوتا ہے، کہ عبد الملک نے بعض رومی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد ان کے اہل کاروں اور تصویر دار سکوں کو کچھ وقت کے لیے بحال رکھا تھا۔ تاکہ بیع و شرا میں خلل نہ آنے پائے۔

ایسی ہی ایک بات ہندوستان میں بھی ہوئی تھی۔ کہ شاہ ہند

محمد اکبر شاہ ثانی ۱۸۰۶ء میں مرچکا تھا۔ لیکن انگریز ۱۸۳۲ء

تک اس کے نام کے سکتے ڈھالتے رہے۔ تاکہ تجارت نہ رکے۔

(آرنلڈ : تاریخ اسلامی مصوری ص ۱۲)



۵ : مسدِ خلافت سنبھالنے کے بعد جب عمر بن عبدالعزیز (۶۹-۱۰۱ھ) شاہی غسٹنی نے میں گئے۔ تو وہاں ایک تصویر دیکھی۔ جسے فوراً پتھر سے کھرتق ڈالا۔ اور فرمایا، کہ اگر مجھے یہ تصویر پازیل جائے تو اسے سزا دوں۔

( ابن الجوزی : مناقب عمر بن عبدالعزیز

تدوین سی۔ ایچ۔ بیڑہ۔ ص ۳۳۰ )

۶ : عمر بن ربیعہ دورِ اموی ( ۴۱ - ۱۲۲ھ ) کا ایک شاعر تھا۔ جب یہ حج کو گیا۔ تو اس نے حرم کے قریب کسی شہزادی کا ایک خیمہ دیکھا۔ جس کے ریشمی پردوں پر سنہری تصاویر تھیں۔

( باحفظ : کتاب حسان - ج ۱ - ص ۳۳۲ )

۷ : بحیرہ مردار ( فلسطین ) کی کھدائیوں میں آج سے ہتر سال پہلے ( ۱۸۹۸ء ) ایک عمل برآمد ہوا تھا۔ جس کے متعلق ماہرین آثار قدیمہ کی رائے یہ ہے۔ کہ یہ کسی اموی خلیفہ نے بنوایا تھا۔ اس میں متعدد تصاویر تھیں۔ چھ ان بادشاہوں کی — جنہیں مسلمانوں نے شکست دی تھی۔ یعنی :-

۱ : شاہ ایران

۲ : راجہ داہر

۳ : شاہ انڈس

۴ : خاقان ( چینی ترکستان کا بادشاہ )

۵ : قیصر اور

۶ : نجاشی

۱) مؤخر الذکر پہ کبھی مسلمانوں نے چڑھائی نہیں کی۔ یہ ہمیشہ مسلمانوں کا مددگار رہا۔ اور شاید اس کی تصویر بحیثیت دوست محفوظ کی گئی ہو) اس محل میں کچھ موسیقاروں اور رقاصوں کی نصابی بھی تھیں۔

(آرنلڈ : تاریخ اسلامی مصوری - ص ۲۹)

خلیفہ ہشام اموی (۶۵۱ - ۷۰۵ھ) کے زمانے میں حوہ بن یوسف الثقفی موصل کا گورنر تھا۔ اس نے ایک سرائے، ایک مدرسہ اور ایک تل تیار کرایا۔ اس میں اس قدر نقش و نگار تھے کہ اس کا نام ہی منقوشہ پڑ گیا۔

(آرنلڈ : تاریخ اسلامی مصوری - ص ۳۲)

۹ : خلیفہ منصور عباسی (۱۳۶ - ۱۵۸ھ) کے محل پر ایک گھڑ سوار کا مجسمہ تھا۔ جو مرغ باد نما کا کام دیتا تھا۔ یہ ۳۲۹ھ کے ایک طوفان میں تباہ ہو گیا۔

(آرنلڈ : تاریخ اسلامی مصوری - ص ۳۱)

۱۰ : عباسیہ کا مشہور شاعر ابو نواس (۱۹۵ھ) جام شراب کے متعلق کہتا ہے :-

” اُس کے پیندے میں کسری اور پہلو میں ایسی نیل گلے کی تصویر ہے۔ جسے شکاری، گھوڑوں پہ سوار ہو کر تیروں سے شکار کر رہے ہوں۔“

(ڈاکٹر چغتائی : تاریخ مصوری - ص ۶)

۱۱ : امین حسینی (۱۹۳ - ۱۹۸ھ) نے شیروں اور شاہبازوں

کی شکل پر خوبصورت کشتیاں بنوائی تھیں۔ جس میں بیٹھ کر وہ  
دجلہ کی سیر کیا کرتا تھا۔

( ابن منظور مصری : - اخبار  
ابی نواس - طبع قاہرہ ۱۹۲۳ء  
ج - ۱ ، ص ۱۱۱ )

۱۲ : متوکل عباسی ( ۲۳۲ھ — ۲۴۷ھ ) کے محل " المختار "  
میں یونانی نقاشوں نے چند تصاویر بنائی تھیں۔ ان میں ایک تصویر  
ایک ایسے گرجے کی تھی۔ جس میں چند عیسائی عبادت کر رہے تھے۔

( آرٹلڈ : مصوری ص ۲۹ )

۱۳ : متوکل پہلا خلیفہ ہے۔ جس نے سکے پر اپنی تصویر بنوائی تھی۔  
( ایضاً - ص ۱۲۵ )

۱۴ : مصر کے ایک چھوٹے سے نیم آزاد خاندان بنی طولون کے  
دوسرے حکمران خمار و بیہ بن احمد بن طولون ( ۲۶۰ - ۲۸۲ھ )  
کے محل میں اس کی بیویوں اور گانے والی لڑکیوں کے مجسمے تھے۔

( مقرر یزی : خطط - ج - ۱ ص ۳۱۶ )

طبع قاہرہ ، ۱۲۷۰ھ )

۱۵ : مشہور مؤرخ مسعودی ( ۳۴۴ھ ) اپنی تاریخی کتاب مروج الذهب  
میں لکھتا ہے :-

" کہ اس نے ۳۰۲ھ میں بمقام ارضطخزہ ( فارس ) ایک ایسی  
کتاب دیکھی۔ جس میں بہت سے ساسانی بادشاہوں کی تصاویر تھیں۔ "

( آرٹلڈ : مصوری ص ۸۲ )

آرنلڈ کہتا ہے : : ۱۶  
 کہ طبری ( ۳۱۰ھ ) کی مشہور کتاب تاریخ الرسل والملوک  
 کا ایک مصوٰر ایڈیشن بھی تیار ہوا تھا۔ جس کا ایک نسخہ  
 اُس نے مسٹر کوؤرکین کے پاس دیکھا تھا۔ لیکن یہ نہیں بتایا  
 کہ یہ کوؤرکین کون تھا ؟  
 ( آرنلڈ : مصوٰری ص ۸۴ )

خليفة مقتدر عباسی ( ۲۹۵ — ۳۲۰ھ ) کے محل میں سونے کا  
 : ۱۷  
 ایک درخت تھا۔ جس کی اٹھارہ شاخیں تھیں۔ ہر شاخ کے ساتھ  
 پھلوں کی شکل میں تراشے ہوئے نعل لٹک رہے تھے۔ شاخوں پر  
 چاندی کے بنے ہوئے مختلف قسم کے پرندے تھے۔ جو ہوا کے  
 چلنے پر چھپاتے تھے۔ یہ درخت محل کے ایک تالاب میں تھا۔  
 اس کے کنارے پر متحرک گھڑ۔ سواروں کے مجسمے تھے۔ جو ایک  
 دوسرے کی طرف یوں بڑھتے تھے جیسے حملہ کر رہے ہوں۔  
 ( آرنلڈ - ص ۲۰ )

ان خلفاء و سلاطین کے سیکے مصوٰر تھے :- : ۱۸

مقتدر عباسی	۲۹۵ — ۳۲۰ھ	: ۱
راضی عباسی	۳۲۲ — ۳۲۹ھ	: ۲
ناصر عباسی	۴۲۲ — ۴۲۳ھ	: ۳
دیار بکر کے اُرققیہ	۴۹۵ — ۷۱۲ھ	: ۴
( ان کی تعداد ۲۵ تھی )		
ایشیائے صغیر کے سلجوقی	۴۷۰ — ۷۰۰ھ	: ۵

(ان کی تعداد ۱۸ تھی)

۴ : امرائے زنگی ۵۲۱ — ۴۲۸ ھ (تعداد ۱۹)

(آرنلڈ : ص ۱۲۶)

۱۹ : جب بخارا کے سامانی امیر نصر بن احمد (۳۰۰ — ۳۳۰ ھ) نے زودکی (۳۲۹ ھ) سے منظوم کلید و منہ لکھوائی، تو ایک نقاش چین سے منگو کر اسے مصور کر آیا۔

(آرنلڈ : ص ۱۲۶)

۲۰ : قرطبہ کے اموی خلیفہ عبدالرحمان — ثالث (۳۰۰ — ۳۵۰ ھ) نے قرطبہ کے قریب ایک محل اپنی بیوی زہراء کے نام پر بنوایا تھا۔ اس کے دروازے پر زہراء کا مجسمہ نصب تھا۔ آرنلڈ لکھتا ہے، کہ :

”اس محل میں شیروں، پرندوں، سانپوں، بازوں، ہاتھیوں اور پرندوں کے متعدد مجسمے تھے۔“

(المتحریری : حِطَطَ - ج - ۱)

(ص ۳۲۲)

۲۱ : ۳۳۶ ھ میں روم کے ایک قیصر قسطنطین — ہفتم (۲۹۹ ھ — ۳۲۶ ھ) نے آندلس کے عبدالرحمان

ثالث کو ڈسکارڈی (DIOSCORIDES) کی ایک مصور کتاب بھیجی تھی۔ (آرنلڈ - ص ۸)

۲۲ : جب غالب کے خاندانی امیر سیف الدولہ (۳۳۳ — ۳۵۶ ھ) نے ایک جنگ میں قیصر روم کو شکست دی، تو اس موقع پر

سیف الدولہ کے درباری شاعر مثنوی (۳۵۳ھ) نے ایک  
قصیدہ پڑھا۔ جس میں فتح کا نقشہ یوں کھینچا :  
"کہ سیف الدولہ ایک ایسے خیمے میں مندر نشین ہے۔ جس کی  
چھت اور دیواریں شیروں اور گھوڑوں کی تصاویر سے آراستہ ہیں۔  
اور سامنے قیصر دست بستہ کھڑا ہے۔"

( ایضاً - ص ۲۰ )

مشہور جغرافیہ نگار ابن حوقل (۳۵۶ھ) نے اپنی وفات سے  
ایک برس پہلے اصفہن میں ایک ایسی عمارت دیکھی تھی، جس  
میں تصاویر کے علاوہ مجسمے بھی تھے۔

: ۲۳

( ایضاً - ص ۸۲ )

فردوسی کا شاہ نامہ سنہ ۳۸۸ھ میں مکمل ہوا تھا۔ اس کے مصور  
نسخے مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں۔

: ۲۴

( ایضاً - ص ۸۱ )

محمود غزنوی (۳۸۸ھ - ۴۲۱ھ) کے محل میں مشہور  
رباعی نگار ابوسعید ابوالخیر کے والد نے خود سلطان، اس کے  
عساکر نیز گھوڑوں اور ہاتھیوں کی تصاویر بنائی تھیں۔  
( عطار : تذکرۃ الاولیاء - تدوین آری - اے نیکسن )

: ۲۵

ج - ۲ ، ص ۳۲۲ )

محمود غزنوی نے اس کمرے کو، جس میں فردوسی شاہ نامہ لکھا کرتا تھا۔  
ایرانی بادشاہوں اور بہادروں کی تصاویر سے آراستہ کرایا ہوا تھا۔

: ۲۶

( آرنلڈ - ص ۸۲ )

۲۷ : نظامی عروضی سمرقندی ( ۵۵۸ھ — زندہ ) چہار  
مقالہ میں لکھتا ہے کہ :

جب محمود غزنوی نے جرجان کے ایک امیر علی بن مامون  
خوارزم شاہی کو لکھا کہ وہ اپنے دربار کے تمام علماء کو جن میں  
بوعلی سینا - البیرونی - ابو سہل مسیحی - ابوالخیر خمار اور ابونصر  
عزاق بھی شامل تھے ، دربار غزنی میں بھیج دو ۔ ۔ تو بوعلی سینا ،  
محمود کی زود رنجی اور سخت گیری کے خوف سے روپوش ہو گیا ۔  
جب یہ خبر محمود تک پہنچی ۔ تو اُس نے ابونصر عزاق کو ، جو ایک  
بلند پایہ مصور بھی تھا ، سینا کی تصویر بنانے کا حکم دیا ۔ اور پھر  
اس کی چالیس کاپیاں اردگرد کی ریاستوں کو بجا دیں ، کہ سینا  
جہاں بھی ملے ۔ اُسے گرفتار کر کے غزنی روانہ کریں ۔

( نظامی عروضی : چہار مقالہ ۔ طبع لاہور )

تدوین فیروز سن بٹا ۔ ص ۵ )

۲۸ : اخلاق نامری کا مصنف ناصر خسرو لکھتا ہے کہ :-

۱ : خوارزم شاہ ، ملک شاہ سلجوقی ( ۴۶۵ - ۴۸۵ھ ) کا  
طشت دار تھا ۔ نام انوشنگین ۔ جسے اُس نے خوارزم ( خیوہ ) کا  
عادل بنا کر خوارزم شاہ کا خطاب دے دیا تھا ۔ یہ جلد خود مختار ہو گیا ۔  
اور اس کے خاندان کے آٹھ سلاطین نے ۴۸۵ھ سے ۶۲۵ھ تک  
حکومت کی ۔ یہ خاندان محمود غزنوی کی وفات سے ۷۴۵ھ تک  
اُبر تھا ۔ جرجان کے خوارزم شاہی ان سے الگ تھے ۔

”مجھے شک ہے میں مصر جانے کا اتفاق ہوا، اور فاطمی خلیفہ  
مستنصر (۴۲۷ھ — ۴۸۷ھ) سے ملا۔ وہ ایک ایسے  
تخت پہ بیٹھا ہوا تھا۔ جو پرندوں کی تصاویر سے آراستہ تھا اور  
زمین سے چار گز بلند تھا۔ اس کے محل میں بھی تصاویر تھیں۔“

(ڈاکٹر چغتائی :- تاریخ اسلامی مصوری

ص ۲۷)

اسی مستنصر کے وزیر یازوری نے، جو ۴۴۱ھ سے ۴۴۹ھ  
تک وزیر رہا۔ ایک قیمتی نیمہ بنوایا۔ جس پر ایک سو پچاس  
کارگیریں نے نو سال تک کام کیا تھا۔ اس پر تیس ہزار دینار  
صرف ہوئے تھے، اور یہ تصاویر سے پر تھا۔

(مقرریزی :- خطط - ج ۱ ص ۱۹

و آرنلڈ ص ۲۱)

یازوری کے زمانے میں دو مصور بہت مشہور تھے :-

۱ : ابن عزیز عراقی - اور

۲ : ابن قصیر

یازوری نے تصویر سازی میں دونوں کا مقابلہ کرایا۔ اور دونوں  
کو بھاری انعامات دیئے۔ دونوں نے دیوار پر ایک ایک عورت  
کی تصویر بنائی۔ فرق یہ کہ ابن عزیز عراقی کی عورت دیوار سے  
نکلتی اور دوسرے کی دیوار میں گھستی نظر آتی تھی۔

(خطط : ج ۲، ص ۳۱۸)

اشبیلیہ کے بادشاہ المعتد عبادی (۴۷۱ھ - ۴۸۱ھ)



کا محل تصاویر سے آراستہ تھا۔  
(مقبری :- نفتح الطیب -

ج - ۱، ص ۳۲۱)

۳۲ : ابوالقاسم حریری (۵۱۵ھ) کی مقامات کا ایک مصور  
نسخہ برطانوی میوزیم میں موجود ہے۔

(آرنلڈ :- ص ۸۱)

۳۳ : عامر فاطمی (۴۹۳ - ۵۲۳ھ) نے محل کے ایک کمرے میں  
معاصر شعراء کی تصاویر بنوائی تھیں۔ اور ساتھ ہی ان کا کلام  
بھی لکھوایا تھا۔ (مقبری : ج - ۱، ص ۳۱۷)

۳۴ : عراق کے سلطان طغرل بن ارسلان سلجوقی (۵۷۳ - ۵۹۰ھ)  
نے زین الدین خوش نویس سے بعض شعراء کا کلام لکھوا کر، جمال  
نقاش اصفہانی سے ان کی تصاویر بھی بنوائی تھیں۔  
(راوندی - راحة الصدور -

طبع لندن - ۱۹۲۱ء ص ۵۷)

۳۵ : نظامی گنجوی (۵۹۴ھ) کی پانچ منظوم کہانیاں (خمسه) :-

۱ : ہفت پیکر

۲ : شیریں خسرو

۳ : مخزن الاسرار

۴ : لیلے مجنوں ، اور

۵ : سکندر نامہ

ایران میں بہت مقبول تھیں۔ ان میں سے بعض کے مصور

نسخے بھی تیار ہوئے۔ (آرنلڈ - ص ۸۳)

جب ایشیائے صغیر کے سلجوقی امیر علاء الدین کیقباد (۶۱۵-۶۳۴ھ) نے قونہ کی فصیل بنوائی۔ تو اُس نے سب سے بڑے دروازے پر دائیں۔ بائیں دو پر دار گھوڑوں کے مجسمے بنوائے جو براق سے ملتے جلتے تھے۔

: ۳۶

(آرنلڈ : ص ۲۴)

خلافت عباسیہ کے اواخر میں بدر الدین لؤلؤ (۶۲۹-۶۵۷ھ) موصل کا امیر تھا۔ اس کے محل میں انسانوں اور حیوانوں کی ایک سو تصاویر تھیں۔ (آرنلڈ : ص ۲۴)

: ۳۷

دیوان شمس الدین محمد جوینی (۶۸۲ھ) ہلاکو خان (۶۶۳ھ) اباقا (۶۷۰ھ) اور احمد (۶۸۳ھ) تینوں کا وزیر اعظم رہا ہے یہ بڑا ہی علم دوست تھا۔ اس کے فرزند شرف الدین ہارون کا ایک محل بغداد میں تھا۔ اس کا غسلخانہ دس کمروں پر مشتمل تھا۔ جن میں پہاڑی چشموں کا پانی چاندی کے نلوں کے ذریعے پہنچایا گیا تھا۔ ہر نل کے منہ پر کسی پرندے کا مجسمہ تھا۔ جب اُس سے پانی باہر نکلتا۔ تو آواز پیدا ہوتی۔ بلبل کے مجسمے سے بلبل کی اور کوئل سے کوئل کی۔

: ۳۸

(مقبری : نفع الطیب - ج ۲ - ص ۲۳۵)

شیخ سعدی شیرازی (۶۹۱ھ) کی گلستان و بوستان کے متعدد مصور نسخے یورپ و ایشیا کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ (آرنلڈ - ص ۸۳)

: ۳۹

۴۰ : رشید الدین فضل اللہ (۷۱۸ھ) دو اہل خانی سلاطین یعنی :  
 غازان (۶۹۴ھ — ۷۰۳ھ) اور الجائتو (۷۰۳ — ۷۱۶ھ)  
 کا وزیر رہا ہے۔ یہ عالم بھی تھا۔ کئی کتابوں کا مصنف۔ ان میں  
 مشہور ترین جامعۃ التواریخ ہے۔ انبیاء، خلفاء و امراء کی  
 تاریخ۔ اس میں مغلوں کے حالات اور سقوطِ بغداد کی  
 روئداد بھی ہے۔ اس نے تبریز کے قریب ایک یونیورسٹی  
 باب رشیدی کے نام سے بنوائی تھی۔ جس میں سات ہزار  
 طلباء قیام کر سکتے تھے۔ اس میں ساٹھ ہزار کتب کی ایک  
 لائبریری، تیس ہزار کمرے، ۲۴ کارواں سرائے اور پندرہ  
 دکانیں تھیں۔ اس میں ایک شعبہ مصوّرین کا بھی تھا۔ جس نے  
 رشید الدین کی کتاب جامعۃ التواریخ کو مصوّر کیا تھا۔ اس  
 یونیورسٹی کو کسی تاتاری سلطان نے ۷۳۶ھ میں تباہ کر دیا۔

(آرنلڈ : ص ۷۷)

۴۱ : تیمور (۷۷۱ — ۸۰۷ھ) نے شمالی سرقتند میں ایک  
 محل بنوایا تھا۔ جو تصاویر سے پر تھا۔

(شرف الدین علی یزدی : نظرنامہ۔

طبع کلکتہ۔ ۱۸۸۷ء۔ ج۔ ۱۔ ص ۸۰۲)

۴۲ : مغلوں کی ایک شاخ آلِ جلائر کہلاتی ہے۔ اس کے چھ امراء  
 عراق پر ۷۸ برس حکمران رہے۔

ان کے نام یہ ہیں :

۱ : شیخ حسن  
 ۲ : اولیس

۴ : حسین : ۴ : بایزید

۵ : سلطان احمد : ۶ : شاہ ولا

ان میں سے سلطان احمد (۷۸۲ - ۸۱۳ھ) مصوّر بھی تھا۔  
اور زرکار بھی۔ یعنی کتابوں پر سنہری نقش و نگار کیا کرتا تھا۔

(دولت شاہ سمرقندی - تذکرۃ الشعراء

تدوین ای۔ جی۔ براؤن - ص ۳۰)

مقبریزی (۸۲۵ھ) اپنی تصنیف خطّ (ج - ۲ ص ۳۱۸)

: ۴۳

میں لکھتا ہے، کہ :-

"اُس نے مصوّر پر ایک کتاب لکھی تھی۔"

تیمور کے بیٹے شاہ رخ (۸۰۷ھ - ۸۵۰ھ) نے

: ۴۴

ہرات میں ایک منقش محل بنوایا تھا۔

(آرنلڈ : ص ۲۷)

ترکی کے ایک فرماں روا سلطان محمد دوم عثمانی (۸۵۵ -

: ۴۵

۸۸۶ھ) نے وینس کے ایک مصوّر جینٹائل بلیینی کو

اپنے ہاں ملازم رکھا ہوا تھا۔ (ایضاً - ص ۳۸)

آذربائیجان پر ۷۸۰ھ سے ۹۰۸ھ تک ایک ایسا

: ۴۶

سلسلہ حکمران رہا۔ جو آق قویون لوگ کے نام سے مشہور ہے۔

ان میں سے ایک بایسنقر (۸۹۶ھ - ۸۹۷ھ) کے

متعلق بابر لکھتا ہے، کہ :

"یہ اعلیٰ درجہ کا خطاط بھی تھا، اور مصوّر بھی۔"

(بابر نامہ : ص ۱۱۱، بحوالہ آرنلڈ : ص ۳۳)

۳۷ : انڈلس کا شہر و آفاق محل الحمراء بنو نصر (۶۲۹-۵۸۹ھ)  
نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی دیواروں پر متعدد تصاویر تھیں اور  
اس میں سب ممر کے بارہ شیر بھی تھے۔

(آرنلڈ : ص ۲۳)

۳۸ : دولت شاہ سمرقندی کا بیان ہے کہ :

"بابر (۹۳۷ھ) کا خالہ زاد بھائی مرزا حیدر دؤغلات  
(۹۵۷ھ) (تاریخ رشیدی کا مصنف) شاعر اور مصور تھا۔"  
(دولت شاہ - تذکرۃ الشعراء -

تدوین - ای - جی - براؤن - ص ۳۰)

۳۹ : سلاطین عثمانیہ ترکیہ میں سے سلیمان (۹۲۶ - ۹۷۴ھ)

اور محمد چہارم (۱۰۵۸ھ - ۱۰۹۹ھ) دونوں مصور تھے۔

اور مصور نواز بھی - (آرنلڈ : ص ۳۸)

۵۰ : عبدالرشید جو ۹۳۸ھ سے ۹۷۶ھ تک کاشغر کا خان رہا۔

اچھا خاصہ فنکار تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے کانڈکاٹ کر ایک

درخت بنایا۔ اُس کے بر حصے (تنے - پتے - پھل - پھول) کو

۱ : اُس دور کی مشہور تاریخیں دو ہیں :-

۱ :- بابر کی تریک - جو ۱۵۲۹ء تک کے

واقعات پر مشتمل ہے۔

۲ :- تاریخ رشیدی - جس میں وسطی ایشیا کے

مغلوں کی تاریخ کے علاوہ واقعات ۱۵۳۱ء تک چلتے ہیں۔

ایسا قدرتی رنگ دیا۔ کہ بڑے بڑے نقاش جس حیرت زدہ ہو گئے۔

(ایضاً - ص ۳۲)

۵۱ : ظہاسپ صفوی (۹۲۹ - ۹۸۳ھ) بھی مُصَوِّر تھا۔ اُس نے

یہ فن اپنے درباری مُصَوِّر سلطان محمد سے سیکھا تھا۔

(سکندر نشی - تاریخ عالم آراء - اے عباسی۔

بحوالہ آرنلڈ : ص ۳۳)

۵۲ : کمال الدین بہزاد ایران کا وہ عظیم مُصَوِّر ہے۔ جسے سعدی و حافظ

کی طرح جہانگیر شہرت حاصل ہوئی۔ یہ پہلے سلطان حسین مرزا

(ہرات ۸۷۰ - ۹۱۰ھ) کے دربار میں تھا۔ بعد ازاں

اسماعیل اول - صفوی (۹۰۷ - ۹۳۰ھ) نے اسے ۹۲۷ھ

میں اپنی لائبریری کا ناظم مقرر کر دیا۔ یہ ایران کا پہلا مُصَوِّر ہے

جو اپنی تخلیقات پہ اپنا نام لکھا کرتا تھا۔

(آرنلڈ : ص ۷۵)

۵ : ایک تیموری شہزادہ جس کے والد کا نام منصور، دادے

کا بائیسرا، پڑ دادے کا عمر شیخ بن تیمور تھا۔ یہ پہلے اُلغ بیگ

(۱۴۳۷ء - ۱۴۳۹ء) کا درباری رہا۔ بعد ازاں خاندانی

رقابتوں میں کود پڑا۔ اور ۱۴۵۷ء میں جرجان و ماژندران پر

قابض ہو گیا۔ جب ۱۴۶۷ء میں ہرات کا تیموری سلطان ابوسعید

فوت ہو گیا۔ تو اُس نے ہرات پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اسی کو پایہ تخت بنایا۔

میر شیر علی نوائی (۱۵۰۱ء) اسی کا وزیر تھا۔ اس کا زمانہ حکومت

۱۴۶۷ء - ۱۵۰۶ء = ۸۷۰ - ۹۱۰ھ ہے۔

۵۳ : جلال الدین اکبر (۹۶۳ - ۱۰۱۴ھ) کے ایک خطاط نے انوار سہیلی کا ایک نسخہ بڑی محنت سے لکھا تھا۔ اس کے درباری نقاشوں نے اُسے چھ برس میں مصور کیا۔

( آرٹلڈ : ص ۷۳ )

۵۴ : برنیر ( BURNIER ) اپنی کتاب "ٹریولز ان دی مٹل امپائر" (ص ۲۵۴) میں لکھتا ہے کہ :

" ۱۶۶۳ء = ۱۰۶۲ھ میں مجھے دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔

وہاں ایک ایسی تصویر دیکھی۔ جس پر نقاشوں نے سات سال لگائے تھے۔"

۵۵ : قاجاری خاندان (ایران) کا دوسرا بادشاہ فتح علی شاہ (۱۲۱۱ء -

۱۲۵۰ھ = ۱۷۹۷ء - ۱۸۳۲ء) شاعر بھی تھا۔ اس کے

دیوان کو مرزا بابا نے سترہ سال میں مصور کیا تھا۔

( سرولیم آسلے : ٹریولز ان ویٹریٹس

کنٹریز آف دی ایسٹ - طبع لندن -

۲۲ - ۱۸۱۹ء - ج - ۳ - ص ۳۷۲ )

۵۶ : قزاقیہ کے عجائب گھر میں آج بھی باپتوں اور شیروں کے ایسے

نستے موجود ہیں۔ جو سلجوقی دور میں تیار ہوئے تھے۔

( آرٹلڈ : ص ۲۴ )

۵۷ : قاضی خلیفہ کا پایہ تخت قندہار تھا۔ یہ شہر تباہ ہو چکا ہے اور

اب اس کی کھدائی چوری ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے وہاں سے

ایک شہزادے کا مری مجسمہ نکلا۔ جس کے ہاتھ میں جام شراب ہے اور

ایک منیہ سے بنی کی دھن سن رہا ہے۔ ( ایضاً - ص ۲۲ )

یوں سے تو اسلامی مصوٰری کے نمونے دُنیا کے ہر عجائب گھر، اور ہر  
 لائبریری میں موجود ہیں۔ لیکن پیرس اور لینن گراڈ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے  
 ایران، ہند اور پاکستان کے عجائب گھر بھی ان سے لبریز ہیں۔ اس موضوع پر  
 وی۔ سی۔ سکاٹ نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ اور ان ہے :

”دی ایسٹرن لائبریریز“

ابوالفضل، آئین اکبری (ج-۱، ص ۱۰) میں لکھتا ہے، کہ :-  
 ”جن نقاشوں نے اکبر کی لائبریری کے لیے مصوٰر نسخے تیار  
 کیے تھے۔ ان کی تعداد ۱۴۵ تھی۔“

(نیز آرکائیو : ص ۷۵)

## • تصاویر کی تباہی

کوئی نہیں جانتا، کہ کچھلے چودہ سو سال میں ہمارے نقاشوں نے کتنی  
 تصاویر بنائیں۔ اور ان میں سے اب کتنی محفوظ ہیں۔ یہ بھی ممکن تھا، کہ ہر قرن میں  
 دو تین مرتبہ تمام مصوٰرین کی تخلیقات ضبط تحریر میں لائی جاتیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔  
 اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ جب عیسائیوں نے قرطبہ، غرناطہ، طلیطلہ، میڈرڈ  
 مراکش، ٹیونس، طرابلس، قاہرہ اور فلسطین کی سینکڑوں لائبریریوں کو آگ لگائی۔  
 جب تاتاریوں نے جرجان، خوارزم، بخارا، نیشاپور، کوفہ، بصرہ اور بغداد  
 جیسے علمی مراکز کو تباہ کیا تو کتنی تصویریں تلف ہوئیں؟

تصاویر پڑے پڑے بھی پھٹ جاتی ہیں۔ ویک اور ٹیڈی بھی انہیں چاٹ

جاتی ہے۔ اس لیے :

نقصان کا صحیح اندازہ لگانا آسان نہیں !!



## ● اسلامی تصاویر کا امتیاز

اسلامی تصاویر کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ عموماً غیر جذباتی ہوتی ہیں، یعنی ان کے چہروں پر غم، مسرت، مایوسی، محبت، فکر وغیرہ کے آثار قطعاً نہیں ہوتے اس کے سبب وہ ہیں :-

**اول :** مسلمان اللہ کی بر تقدیر کو عظیم حکمت کا حامل سمجھتا ہے

اس لیے وہ ناکامیوں میں مضطرب نہیں ہوتا، اور نہ کامرانیوں میں مسرور۔ یہ اعتدال و توازن اس کی تصاویر میں بھی پایا جاتا ہے۔

**دوم :** ہماری بیشتر تصاویر درباری نقاشیوں کی تیار کردہ ہیں۔

گزشتہ زمانے کے شاہی درباروں کا ماحول بڑا بھیانک ہوتا تھا۔ کیا مجال کہ کوئی درباری اونچی آواز میں بات کرے، یا آنکھ اٹھا کر ادھر ادھر دیکھے۔ یہی فروتنی، دلگیری و مسکینی ان کی تصاویر میں بھی پائی جاتی ہے۔

## مُصَوِّرِین کے حالات

گو مُسَلِّم مَوْرِخِین نے وسیع پیمانے پر اپنے شاہیر کے سوانح لکھے۔  
مثلاً :

- ابن اثیر نے ساڑھے سات ہزار
- ابن الجحر العسقلانی نے آٹھ ہزار نو سو چھیاسی - اور
- ابن الفوطی نے تقریباً نو ہزار رجال کے حالات قلمبند کیے۔
- سیوطی - ابن الجوزی اور ابن طولان نے ہر شعبہ علم (نحو، منطق، فقہ، شعر، ادب، حدیث، تفسیر وغیرہ) پر الگ الگ طبقات و معارجم لکھیں۔ لیکن مُصَوِّرِین کو کسی نے درخور اعتناء نہ سمجھا۔ ہاں مقریزی (۱۴۲۲ء) نے مُصَوِّرِین پر ایک کتاب لکھی تھی۔ لیکن وہ گم ہو چکی ہے۔

ہرات کے ایک مَوْرِخِ نُوْند میر (۱۴۷۵ء - ۱۵۳۵ء) نے جب اپنے دادا میر خُوْند کی روضۃ الصفا کا مختص خلاصۃ الاخبار کے عنوان سے تیار کیا، تو آخر میں چار مُصَوِّرِین کے حالات بھی درج کر دیے۔ بعض کا ذکر منقش شاہی محلات اور مُصَوِّرِ کتب کے ضمن میں ملتا ہے۔ اور بعض کا ایسے شاہوں کے حالات میں، جو مُصَوِّرِ کے سرپرست تھے۔ مثلاً :-

- طہاسب
- بایسنقر
- سلیمان عثمانی وغیرہ

اسکندر منشی (۱۵۶۰ — ۱۶۲۸ء) سلاطین صفویہ کا مؤرخ تھے۔  
اس نے شاہ عباس صفوی (۵۸۷ — ۱۶۲۹ء) کی فرمائش پر تاریخ عالم  
آرائے عباسی لکھی تھی۔ اس میں بھی چند مؤرخین کا ذکر آیا ہے۔ ان تمام ماخذ سے  
جو حالات بل سکے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں :-

۱ : حاجی محمد نقاش مصور بھی تھا۔ اور صنعت کار بھی۔ اس نے  
میر علی شیر نوائی (۱۵۰۱ء) وزیر سلطان حمید مرزا (ہرات) کی  
لائبریری کے لیے ایک ایسا کلاک تیار کیا۔ جس پر ایک آؤن عصار دست کھڑا تھا  
اس کے سامنے ایک چھوٹا سا ڈھول رکھا تھا۔ طلوع آفتاب سے ایک ساعت  
بعد وہ اس ڈھول پر ایک ضرب لگاتا۔ دو ساعت بعد دو اور بارہ ساعت بارہ۔  
اس کی وفات ۱۵۰۷ء کے قریب ہوئی۔

(خوء ند میر: حیدرآباد شیراز۔ طبع بمبئی ۱۸۵۷ء)

ج - ۳ - ص ۳۳۳

۲ : میرک نقاش (۱۵۰۷ء) نقاشی، زرکاری اور خطاطی میں  
بے نظیر تھا۔ ہرات کی بیشتر تاریخی عمارات کے کتبے اسی نے تیار کیے تھے۔

(ایضاً: ص ۳۳۳)

۳ : مولانا قاسم علی ایک صاحب علم نقاش و زرکار تھا۔ یہ تقویٰ،  
فیاضی اور راست بازی میں بھی بڑی شہرت رکھتا تھا۔ یہ پہلے سلطان حسین  
مرزا کی لائبریری میں تھا، اور پھر سیستان چلا گیا۔

(ایضاً: ص ۳۳۸)

۴ : طہماسپ صفوی (۱۵۲۴ — ۱۵۷۶ء) ناصر سلطان محمد  
نقاش کا شاگرد تھا۔ ہرات کے اپنی ہی لائبریری میں کام رہا تھا۔ طہماسپ کو

بچپن ہی سے نقاشی کا شوق تھا۔ چنانچہ اس نے اس میں کمال حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کی۔  
(آرنلڈ : ص ۱۴۱)

۵ : مولانا مظفر علی بہزاد کا شاگرد تھا۔ چہل ستون —  
(صفویوں کا ایک شاہی محل) کو اسی نے نقش و نگار سے آراستہ کیا تھا۔  
لہما سپ کی وفات کے بعد یہ جلد ہی چل بسا۔

(ایضاً : ص ۱۴۱)

۶ : میرزین العابدین ، ماسٹر سلطان محمد (لہما سپ کا  
اُستاد و نقاش) کا نواسہ تھا۔ جب اسماعیل ثانی (۱۵۷۶-۱۵۷۸ء)  
نے دربارِ سلطانی کی لائبریری (جو پہلے بند ہو گئی تھی) دوبارہ قائم کی۔  
توزین العابدین کو وہاں لگا دیا۔

(ایضاً : ص ۱۴۱)

۷ : صادق بیگ ترکوں کی ایک شاخ اُفتار سے تعلق رکھتا تھا۔

اسے بچپن ہی سے نقاشی کا شوق تھا۔ اسلاف میں قدرے مہارت  
حاصل کرنے کے بعد مولانا مظفر علی نقاش (شمار ۵) کی شاگردی اختیار  
کر لی۔ اور بے نظیر نقاش بن گیا۔ لیکن زمانے نے قدر نہ کی، اور یہ  
درویش بن کر سیاحت پہ نکل گیا۔ جب ہمدان میں پہنچا۔ تو وہاں کے  
گورنر امیرخان توغلو نے اُسے اپنے دربار میں رکھ لیا۔ پھر یہ اُسترآباد  
کی طرف چلا گیا۔ اور بالآخر صفویوں کے پایۂ تخت تبریز میں واپس آ گیا۔  
اسے شاہ عباس اول (۱۵۸۷-۱۶۲۹ء) نے ناظم دارالکتب مقرر  
کر دیا۔ لیکن اس کے مزاج میں اتنی ترشی تھی۔ کہ اس کے تعلقات سب سے  
خراب ہو گئے۔ بالآخر بادشاہ نے اسے معزول کر دیا۔ لیکن

اس کی تنخواہ تادم مرگ جاری رہی۔

(ایضاً : ص ۱۴۲)

۸ : مولانا عبد الجبار بن حاجی علی منشی آشرہ آبادی۔ موصوّر بھی تھا اور خطاط بھی۔ اس کے مزاج میں اس قدر لطافت، ظرافت، اور سلیقہ مندی تھی۔ کہ ہر امیر اسے ہفتوں اور مہینوں اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور اسے اپنے فن میں کمال پیدا کرنے کا وقت نہیں ملتا تھا۔ یہ کچھ عرصہ کے لیے گیلان کے صفوی گورنر خان احمد کے ہاں بھی رہا پھر قزوین چلا گیا۔ اور وہاں کچھ عرصے تک شاگردوں کی ایک جماعت کو نقاشی سکھاتا رہا۔

(ایضاً : ص ۱۴۲)

۹ : خواجہ ناصر، مولانا عبد الجبار کا فرزند تھا۔ اور ان سے بہتر نقاش۔ یہ اسماعیل اول (۱۵۰۲ء — ۱۵۲۴ء) کے والد سلطان حیدر کے ایک افسر حسین بیگ یوزباشی کا صاحب رہا۔

(ایضاً : ص ۱۴۳)

۱۰ : سیاوش بیگ شاہ طہاسب کا غلام تھا۔ جو جیہ کار ہونے والا۔ اس کے ذوق نقاشی کو دیکھ کر شاہ نے اسے ماسٹر حسن علی نقاش کی شاگردی میں دے دیا۔ جب اسماعیل اول (۱۵۰۲ء — ۱۵۱۸ء) کا زمانہ آیا۔ تو اسے شاہی لائبریری میں لگا دیا۔

(ایضاً : ص ۱۴۳)

۱۱ : مولانا شیخ محمد شیرازی بڑا اوجیہ اور خوش مزاج انسان تھا۔ باکمال خطاط و نقاش۔ پہلے یہ اسماعیل اول کے چوٹے بھائی ابراہیم مرزا کے ہاں ملازم ہوا۔ اسماعیل ثانی نے اسے

لاٹبریری میں لگا دیا۔ پھر عباس — اول (۱۵۸۷ — ۱۶۲۹ء) کے ہاں ملازم ہو گیا۔ اور اسی کی ملازمت میں وفات پائی۔

(ایضاً : ص ۱۴۳)

۱۲ : مولانا علی اصغر کاشانی نقاشی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔

یہ پہلے ابراہیم مرزا کی ملازمت میں تھا۔ پھر اسماعیل ثانی نے اسے لاٹبریری میں لگا دیا۔

(ایضاً : ص ۱۴۳)

۱۳ : آفتاب رضا، علی اصغر کاشانی کا فرزند تھا۔ نقاشی و تصویر سازی میں

بڑی شہرت کا مالک۔ لیکن اس میں دو عیب بھی تھے :

اول : از حد بد مزاج تھا۔

دوم : پہلوانی کا بہت شوقین تھا۔ اور عموماً نوح مشق

اور غیر مہذب پہلوانوں کی صحبت میں رہتا تھا۔

نتیجہ یہ کہ سلاطین و اُمراء اس سے کنارہ کرتے تھے۔

(ایضاً : ص ۱۴۴)

۱۴ : میرزا محمد اصفہانی، خواجہ عبدالعزیز کا کا کاشاگرد۔ محلات کی

آرائش میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ اسماعیل — ثانی نے اسے لاٹبریری میں لگا دیا۔

(ایضاً : ص ۱۴۴)

۱۵ : مولانا حسن بغدادی کی شہرت زرکاری کی وجہ سے تھی۔ اسے بھی

اسماعیل — ثانی نے لاٹبریری میں بھیج دیا تھا۔ (ایضاً)

۱۶ : اسی عہد کا ایک اور زرکار مولانا عبداللہ شیرازی تھا۔ اسے بھی

اسماعیل — دوم نے عملہ دارالکتب میں شامل کر دیا تھا۔ (ایضاً : ص ۱۴۴)

مجھے اتنے ہی مصوّرین کے حالات مل سکے ہیں۔ پہلے تین مصوّرین کا تعلق

ہرات سے تھا۔ اور باقی کا عباس صفوی کے دربار سے۔

۱۹۱۲ء میں یورپ کی ایک کتابی نمائش میں شاہنامہ فردوسی کا ایک مُصَوِّر نسخہ بھی رکھا گیا تھا۔ جسے زین العابدین، صادق بیگ، سیاوش بیگ، اور علی اصغر نے مکمل کیا تھا۔ نقاشوں کے اس گروہ کے کارنامے اور بھی ہوں گے۔ لیکن مورخ انہیں ضبط نہ کر سکا۔ اس بے نیازی کا نتیجہ یہ کہ جن مُصَوِّرین کے نام ہم تک پہنچے ہیں۔ ہمیں ان کی تخلیقات کا علم نہیں۔ اور ایسی تصاویر بھی بے شمار ہیں۔ جن سے دُنیا کے عجائب خانے اور کتب خانے بھرے پڑے ہیں۔ لیکن ان کے خالق معلوم نہیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔





# موسیقی

ہر انسان کے گلے میں کچھ ایسے اعصاب ہیں، جن کے تناؤ اور کھپاؤ سے ترنم پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی کا نام موسیقی ہے۔ بولنے اور سننے کی طرح گانا بھی انسانی خاصہ ہے۔ آدمی تنہا ہو، ستارہا ہو، یا سفر میں ہو، تو وہ بوریٹ کو کم کرنے کے لیے گنگنا تا ہے۔ نوجوان لڑکیاں شاد لویں، منگنیوں اور عیدوں پر، دیہاتی گھبرومیوں پر، تو ال غرسوں پر ناچتے اور گاتے ہیں۔

ذرا کان لگا کر سنئے، رباب کائنات کے ہر تار سے موسیقی کے بھرنے رواں ہیں۔ یہ چشموں کی روانی، گھٹاؤں کی گرج، نسیم بہار کی سنسناہٹ، کوئل کی کوکو، مور کی جھنکار، پیپے کی پکار اور چکور کی صدا فطرت کی موسیقی ہے۔ کتنا غلط ہے یہ خیال، کہ موسیقی کا مؤجد فیتا غوث (۵۸۲ ق م) تھا۔ کیا ساون کی پھوہار، اور برگھائے چنار کی سرسراہٹ موسیقی نہیں؟ کیا فطرت کے یہ ساز فیتا غوث کی ایجاد تھے؟

## • موسیقی کی شرعی حیثیت

سوال یہ ہے، کہ جب فطرت کے ہر ذرے سے امواج موسیقی بلند ہو رہی ہیں، تو علمائے اسلام نے اسے حرام کیوں قرار دیا؟ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ موسیقی کی کئی قسمیں ہیں :-

اول : وہ جو قیڑوں ، سینماؤں اور طوائف خانوں میں ملتی ہے۔  
جس کا مقصد ہے :-

• جذباتِ سفلی کو بھڑکانا، اور

• شباب کو دعوتِ شراب و گناہ دینا۔

دوم : توّالی ، یعنی خدا و رسول کی تعریف۔

سوم : کسی فلسفیانہ غزل ، پاکیزہ نظم یا مرثیہ کو خوش الحانی سے پڑھنا۔

چہارم : بیٹھی آواز سے تلاوت ۔

قسم اول ہر طبقے کے ہاں حرام ہے ، اور قسم چہارم ہر مکتب خیال کے ہاں مستحسن ۔ باقی دو قسموں کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ محمّاظ طبقہ اس خیال سے اس کی اجازت نہیں دیتا، کہ مبادا اس سے رُوحِ جنّی طلبی مر جائے۔ اور آدمی سہل انگار بن جائے، یا اس کا دل رُوحانی لذت کے سرچشموں یعنی عبادت و تلاوت سے اُچھاٹ ہو جائے۔ یا وہ موسیقی کی جائز و ناجائز حدود کو ملاوے۔ لیکن ایک اور طبقہ ان کی اجازت دیتا ہے۔

سید محمد جعفر شاہ ندوی نے اس موضوع پر "اسلام اور موسیقی" کے عنوان سے ایک مفصل کتاب لکھی ہے، اور ان تمام صحابہ کرام ، تابعین ، اولیاء اور علماء کی فرست دی ہے۔ جو موسیقی کو جائز یا ناجائز سمجھتے تھے۔

جائز سمجھنے والوں میں آپ نے حضرت عمرؓ ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ، حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح ، عبد اللہؓ بن مبارک ، قاضی ابو یوسفؓ ، ابوطالبؓ مکی مولانا رومیؒ ، نجم الدین کبرئےؒ ، حضرت بختیار کاکیؒ ، اور بیشتر علمائے چشت

کا نام لیا ہے۔

## ● عرب اور موسیقی

عربوں کے ہاں موسیقی کی قدر و قیمت کیا تھی؟ اس کا اندازہ اَلْفُ لَيْلہ، ابنِ عبد ربیب (۹۴۰ء) کی الْعِقْدُ الْفَرِیدِ اور ابوالفرج اصفہانی (۹۶۷ء) کی کتاب الاغانی سے ہو سکتا ہے۔

یہ کتابیں بتاتی ہیں، کہ عرب ہر موقع (شادی، غم، جنگ، شکار، کام، کھیل) پر موسیقی سے کام لیتے تھے۔ اُن کے دیوان اس قسم کے گیتوں سے لبریز ہیں۔ اُن کے سازوں کی کثرت سے بھی پتہ چلتا ہے، کہ وہ موسیقی کے رسیا تھے۔

چند سازوں کے نام یہ ہیں :-

شاہ رُود	⋮	عُود	⋮
نُضیر	⋮	بُوق	⋮
طَبَل	⋮	دَف	⋮
رَبَاب	⋮	أَرْغَنُون	⋮
سَمْعَنی	⋮	نُزْهَة	⋮
سَبَابَة	⋮	زَمْر	⋮
صَفَارَة	⋮	جُواق	⋮
	⋮	اور	⋮
	⋮	زُلامی	⋮

کہتے ہیں کہ :-

⋮ رَبَابِ كَامُوجِد (یا مُصَلِح) فارابی (۹۵۰ء)

زُلاَمی کا موجد الزُّنَام (۸۰۰ء کے بعد)

عُود کا زَلْزَال (۷۹۱ء)

لُوق کا (غالباً مُصَلِح) خلیفہ الحکم — دوم (۹۷۶)

نُزْهہ کا صغیٰ الدِّین عبدالمومن (۱۲۹۴ء) اور

نئے کی ایک قسم کا زریاب (۸۰۰ء کے بعد) تھا۔

چونکہ جزیرہ نمائے عرب کی سرحدیں مشرق میں ایران اور شمال میں روم سے ملتی تھیں۔ اس لیے اس کی موسیقی پر بھی ایران و روم کا اثر پڑا۔ حیرہ کی ریاست ایران سے متاثر تھی۔ اور ریاستِ غسان روم سے۔

ابنِ سبّاح (۱۴ — ۷۰۵ء) پہلا اہم عرب موسیقار ہے۔ جس نے ایرانی و رومی موسیقی کو ملا نا چاہا۔

ڈیڑھ سو برس بعد اسحاق موصلی (۸۵۰ء) نے عربی موسیقی کو فینیا غوری اصولوں کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ اُس کے بعد اس پر یونانی، اور دیگر اثرات پڑنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ اس میں اس قدر تبدیلی ہوئی، کہ اس کا رابطہ قدیم بدوی موسیقی سے منقطع ہو گیا۔

مسلمانوں نے موسیقی کو فروغ دینے کے لیے تین بڑے بڑے قدم اٹھائے۔

اول : ان کے موسیقاروں نے نئی نئی دھنیں

ایجاد کیں۔

دوم : ان کے علمائے یونانیوں کی کتب موسیقی کا

ترجمہ عربی میں کیا۔

سوم : اس موضوع پر خود بھی کتابیں لکھیں۔

## • عرب موسیقار

اوائل اسلام میں عربوں کے ہاں چار قسم کے گیت بہت مقبول تھے :-

اول - عشقیہ : جن کو چالیس سال کی عمر تک

ہر شخص عموماً خود گاتا، اور  
بعد ازاں دوسروں سے سُنا تھا۔

دوم - جنگ : جنہیں شاعر، مُطرب، مجاہد

سب جنگ کے وقت گاتے تھے۔

سوم - کاروانی : یعنی سفر کے گیت، جن کو

عُدی خوانی بھی کہتے ہیں۔

چہارم - مذہبی گیت : جنہیں عہد جاہلیت کے عرب

قرآنی، دعا اور پرستشِ اصنام  
کے وقت گایا کرتے تھے۔

اُس زمانے میں گانا صرف عورتوں کا کام تھا۔ شاعر لحن (معمولی خوش

آوازی) سے کام لیتے تھے، اور یہ لحن آج بھی باقی ہے۔ مترنم شعراء

کی خوش نوائی لحن ہے۔ اور کسی فن کار کی نوا سنجی مرہ سیٹی۔

حضرت فاروقِ اعظم کے بعد یہ عہد بندی ختم ہو گئی، اور مرد بھی سُرتال کے

ساتھ گانے لگے۔ ان میں مدینہ کا رہنے والا طویس سب سے پہلا مُطرب تھا۔

۱ : یہ تفصیل نیاز فتح پوری کی دو علمائے اسلام

طبع ۱۹۵۵ء سے ماخوذ ہیں۔

یہ ایک مخنث تھا۔ اصل نام طاؤس۔ طوؤیس اس کی تصغیر ہے۔  
مجدالدین فیروز آبادی نے اس کا ایک قول نقل کیا ہے۔  
کہتا ہے :-

”میری ولادت اُس رات کو ہوئی۔ جس میں حضور صلعم نے  
انتقال فرمایا تھا جس روز حضرت ابو بکر صدیق کی وفات ہوئی، تو  
ماں نے میرا دودھ چھڑایا۔ شہادتِ عمرہ کے روز میں بالغ ہوا۔  
شہادتِ عثمان کے دن میں نے شادی کی، اور شہادتِ علی کے وقت  
میرا پہلا بچہ پیدا ہوا۔“

(القاموس - زیر مادہ ”طوؤس“)

یہ نحوست میں ضرب المثل تھا۔ عرب کہا کرتے تھے :  
هُوَ أَشَاهِرُ مِنِّیْ ، کہ فلاں شخص طوؤیس سے بھی  
طوؤیس۔  
زیادہ منحوس ہے۔

طوؤیس کے شاگردوں میں ابن سراج نے خاص شہرت حاصل کی۔ یہ  
اہلبیت کا مداح تھا۔ اور حضرت امام حسینؑ کی دختر سکیئہ اس کے گیتوں کو بہت  
پسند فرماتی تھیں۔ کتبہ کا مشہور حبشی موسیقار سعید بن مسباح بھی اس کے  
اساتذہ میں سے تھا۔ سعید کو دربارِ امیہ میں بڑی عزت حاصل تھی۔ یہ پہلا  
فن کار ہے۔ جس نے عربی موسیقی کے لیے کچھ اصول وضع کیے۔ اس کے شاگردوں  
میں غریض بھی تھا۔ جو جناب سکیئہ کا غلام تھا۔

اُس دور میں دو اور فن کاروں کے نام بھی ملتے ہیں :

اَوَّلُ : ابن مخرز۔

جو عرب کا پہلا جھانجھ بجانے والا تھا۔

حرف : مدینہ کا مخلوط النسل مُعَبَّد۔

جو ولید - اوّل (۷۰۵ - ۶۷۱۵) کا

درباری مُطَرَّب تھا۔

خواتین میں جمیلہ اُس وقت کی ملکہ موسیقی تھی۔ اس کے ہاں چھوٹے بڑے موسیقاروں کا ہر وقت جھگڑا سارہتا تھا۔ یزید ثانی (۷۲۰ - ۶۷۲ م) کی دوفن کارکنیزیں حجابہ اور سلامہ اسی کی شاگرد تھیں۔

اُس دور کا ایک اور موسیقار حُنین تھا۔ حیرہ کا ایک عیسائی۔ اسے ایک موقع پر جنابہ سکیٹنے نے طلب فرمایا۔ تو سامعین کے ہجوم سے مکان کی چھت گر گئی۔ اور حُنین نیچے دب کر مر گیا۔

(نیاز فتح پوری : علمائے اسلام

طبع لکھنؤ ۱۹۵۵ء - ص ۱۴)

اموی خلفا میں سے یزید اوّل (۶۸۰ - ۶۷۸۳) اور ولید ثانی (۷۲۳ - ۷۴۴) موسیقار تھے۔ اور ان کے ہاں نئے و نغمہ کے بڑے بڑے جشن ہوتے تھے۔ جب عباسیوں نے اُمیہ کے خلاف تحریک شروع کی۔ تو ان پر ایک الزام یہ بھی عائد کیا۔ کہ وہ فسق و فجور کی طرف مائل ہیں۔ لیکن جب ان کا اپنا زمانہ آیا۔ تو انھوں نے اُمیہ سے بڑھ کر موسیقی کی سرپرستی کی۔

## ● عباسیوں کے دور میں موسیقی

عباسیہ کے پہلے دو خلیفوں سفاخ (۷۵۰ - ۷۵۴ م) اور منصور (۷۵۴ - ۷۷۵ م) کی تمام تر توجہ قیام امن اور استحکام سلطنت پر مرکوز رہی۔ تیسرے خلیفے المہدی (۷۷۵ - ۷۸۵ م) نے موسیقی کی سرپرستی شروع کی۔ اور

اس وقت کے دو عظیم فن کاروں ، عبداللہ بن وہب مکی اور اس کے شاگرد ابراہیم موصلی کو اپنے ہاں بلا لیا۔ ابراہیم اس فن میں اتنا باکمال تھا، کہ ایک دن تیس کنیزیں بل کر عود بجا رہی تھیں۔ اس نے ایک کنیز کو کہا۔ تمہارے عود کا دوسرا تار بے سُر ہے۔

مہدی کے فرزند ہارون الرشید (۷۸۶-۸۰۹ء) کے جشن موسیقی میں کئی کئی ہزار موسیقار حصہ لیتے تھے۔ اور اس کا بیٹا امین الرشید ان جشنوں میں شام سے صبح تک ناچار ہوتا تھا۔

ہارون کے زمانے میں ایک قصاب۔ بچہ اپنا گوشت بیچنے کے لیے اس انداز سے کچھ گاتا تھا، کہ راستے رُک جاتے تھے۔ اس کی شہرت ہارون تک پہنچی تو اسے بلایا۔ اور گانائیں کر تخت پر اپنے پہلو میں جگہ دی۔

(نیاز : مہلمائے اسلام ص ۶۲)

مامون (۸۱۳-۸۳۳ء) کے زمانے میں ابراہیم کے فرزند اسحاق موصلی کو بہت عروج حاصل ہوا۔ یہی وہ فن کار ہے۔ جس نے عربی راگ کو فیتا غوری قواعد کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی تھی۔

ان خلفائے میں سے بعض موسیقار بھی تھے۔ مثلاً :-

الْوَالِثِق (۸۲۲-۸۴۷ء) : اس نے کئی دھنیں ایجاد کیں۔ نیز عود بجانے میں کمال پیدا کیا۔

مُسْتَنْصِر (۸۶۱-۸۶۲ء) اور

مُحْتَز بھی موسیقار تھے۔





## ● موسیقی آندلس میں

آندلس میں عربی موسیقی کا تعارف زریاب نے کرایا تھا۔ یہ اسحاق موصلی کا شاگرد تھا۔ عود نے پانچویں تار کا اضافہ اسی سے کیا تھا۔ اس کے بعد ابن فرناس نے موسیقی کو فروغ دیا۔

## ● رتاں

اُس دور میں کچھ رتاں بھی تھیں :

اصفہانی نے کتبلیش اور عبد السلام کا ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں اسحاق موصلی کے معاصر تھے۔

حیدر بن احمد اور اُس کا بھائی ابراہیم، مصر کے رتاں تھے۔

مزید تفصیل کتاب الاغانی میں دیکھیے۔

## ● یونانی کتب موسیقی کے تراجم

۱ : فیثاغورس (۵۸۲ ق م) غالباً پہلا یونانی فلسفی ہے۔ جس نے موسیقی پر ایک کتاب لکھی تھی۔ اور جسے مترجمین بیت الحکمت میں سے کسی ایک نے عربی میں منتقل کیا تھا۔

(بیراث : ص ۳۶۳)

۲ : فیثاغورس کے بعد افلاطون (۴۲۷ - ۳۴۷ ق م) نے اس موضوع پر توجہ دی اور TIMONEUS کے عنوان سے

ایک رسالہ لکھا۔ جسے پہلے یونان بن بطریق (۸۱۵ء) اور پھر  
حنین بن اسحاق (۸۷۳ء) نے عربی میں تبدیل کیا۔

(ایضاً)

۳ : آرسطو (۳۸۴ - ۳۲۲ ق م) نے موسیقی پر دو کتابیں  
لکھی تھیں :

۱ : پرابلیما (PROBLEMATATA) اور

۲ : ڈی - انیمہ (DE - ANIMA)

مؤالذکر کی شرح یونان کے دو علما۔ یعنی تھیستیس (THEMISTIUS)

اور سیمپلیسیس (SIMPLICIUS) نے کی تھی۔

حنین نے ان متون و شرح کا عربی میں ترجمہ کیا۔ (ایضاً)

۴ : پرابلیما کا عبرانی ترجمہ ایک یہودی عالم موسیٰ بن طہین نے کیا۔

(ایضاً - ص ۳۶۹)

۵ : یونان کے ایک اور عالم ارسطاکسنس (۳۰۰ ق م سے پہلے) نے

بھی دو کتابیں موسیقی پر لکھی تھیں۔ جو عربی میں منتقل ہوئیں۔

(ایضاً - ص ۳۶۲)

۶ : یونان کے مشہور ریاضی دان اقلیدس (۳۰۰ ق م) کی دو کتابیں

بھی اسی موضوع پر تھیں۔ جن کا عربی میں ترجمہ ہوا۔

(ایضاً)

۷ : حکمائے ذیل کی بھی ایک ایک کتاب موسیقی پر تھی۔ جن کا عربی

میں ترجمہ چکا ہے :

اول : ارشمیدس (ARCHIMEDES)

۲۸۷-۲۱۲ (قم) ایک بلند پایہ ریاضی دان -

۳۵۵ : اپالونیس پرگیس -

(APPOLLONIUS PERGEUS)

۲۶۲ (قم) حکیم و طبیعی (ایضاً)

۸ : نیکومیکس (NICOMACHUS - شاہ)

فیتاغوری مکتب فکر سے تعلق رکھتا۔ اس نے موسیقی پر

دو کتابیں لکھی تھیں :

اولے : مینوئل آف ہارمنی (عنوان کا انگریزی ترجمہ)

جس کا عربی میں ترجمہ نہیں ہوا۔

۳۵۴ : انٹروڈکشن ٹو اریٹھمٹک - جس میں

موسیقی پر بھی بحث ہے۔ اسے ثابت بن قریہ

(۱۹۰۱ء) نے عربی میں منتقل کیا تھا۔

(ایضاً)

۹ : اسکندریہ کے شہرہ آفاق منجم - بطلموس (یونانی الاصل)

(شاہ - زندہ) جس کے نظام شمسی اور ہیئت کی

ضخیم کتاب الجسطی یہ آج تک بحث ہو رہی ہے ،

نے موسیقی پر بھی ایک کتاب لکھی تھی۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا

کہ اس کا عربی ترجمہ ہوا ہے یا نہیں ؟

(ایضاً : ص ۳۶۴)

## • موسیقی پر مسلمانوں کی کتابیں

گو دنیائے اسلام کا عام عقیدہ ہر زمانے میں یہی رہا، کہ اسلام نے موسیقی کی اجازت نہیں دی۔ تاہم متعدد علماء نے اس فن پر کتابیں لکھیں۔ جن میں سے بعض کے نام جدول ذیل میں بہ ترتیب زمانہ درج ہیں :-

### جدول

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	ریارک
۱	یونس الکاتب	۶۷۵ء	-	فن موسیقی پر لکھنے والا پہلا مسلمان عالم۔
۲	خلیل عروسی	۶۷۹۱ء	-	بن احمد بن عمر ازوی بصری۔ ولادت عمان (مشرقی ساحل عرب) میں ہوئی تھی۔ لیکن اپنے بصرے میں اقامت اختیار کر لی۔ اور موسیقی پر ایک رسالہ لکھا۔

شمار	نام	سال وقات	عنوان کتاب	ریارک
۳	بذل کینز مامون	۱۸۳۳ء	-	موسیقی پر ایک کتاب لکھی جس میں سات ہزار راگوں کا ذکر تھا۔
۴	محمد بن موسیٰ خوارزمی	۱۸۲۲ء	مفاتیح العلوم	یہ ریاضی دان و منجم تھا۔ لیکن اس نے مفاتیح میں موسیقی پر بھی بحث کی ہے۔
۵	کندی - یعقوب بن اسحاق	۱۸۵۰ء	۱: رسالۃ الکبریٰ ۲: کتاب ترتیب النغم ۳: المدخل الی الموسیقی ۴: رسالۃ فی الایقاع ۵: رسالۃ فی ضاعۃ الموسیقی	یہ عرب کا عظیم فلسفی تھا القفطی نے اس کی ۲۲۶ کتبوں کی فہرست دی ہے۔

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	زیادہ
۶	خلیفہ معتز عباسی	۶۹-۸۶۶ھ	۶: فی خبر ضاعة الشعراء	اس نے مامون کی ایک کینز عریب پر جو ایک ہزار راگ کا سکتی تھی، ایک کتاب لکھی۔
۷	ابن فرناس آندلسی	۸۸۸ھ	-	اس نے آندلس کو خیل عروسی کے نظریہ موسیقی سے متعارف کرایا۔
۸	احمد بن محمد بن مروان الشرقی	۸۹۴ھ	۱: کتاب الموسیقی الکبیر ۲: کتاب الموسیقی الصغیر	

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	ریارک
۹	انخوان الصفا	۹۰۰ء کے بعد	۳: المدخل الی علم الموسیقی	ریارک
			فلسفیوں کی یہ جماعت بصرہ میں تھی۔ پانچ ارکان پر مشتمل۔ یعنی :- ۱: المہرجانی ۲: عوفی ۳: ابن رفاعہ ۴: ابوسلیمان محمد بن معشر ۵: علی بن ہارون انہوں نے ۵۲ رسائل لکھے :- ریاضی پر : ۱۴ طبیعیات پر : ۱۷ فلسفہ پر : ۱۰ شہادت پر : ۱۱ رسائل ریاضی میں	

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	ریارک
۱۰	ثابت بن قُسرہ	۹۰۱ء	۱: مقالۃ فی الموسیقی ۲: کتاب فی ماسا کرۃ ابوالحسن علی بن یحییٰ المنجم من ابواب علم الموسیقی	سے ایک موسیقی پر بھی تھا۔
۱۱	ابوبکر بن زکریا رازی	۹۲۳ء	موسیقی پہ مقالہ	۳۳ اکتابوں کا مصنف - یہ شباب میں سارنگی بجایا کرتا تھا۔
۱۲	قسطابن لوقاشامی	۹۳۲ء	-	کوئی ۳۰ کتابوں

۱۰ : ثابت بن قُسرہ - حنین - اسحاق وغیرہ غیر مسلم تھے۔ لیکن مسلمانوں کے ملازم تھے۔ اس لیے ان کی تصانیف مسلمانوں کی تصانیف کے ذیل میں آئیں گی۔



شمار	نام	سالی وفات	عنوان کتاب	ریارک
۱۳	ابن عبد ربہ قرطبی	۶۹۴۰	العقد الفرید	کامُصنِف - طِب ، فلسفہ ، موسیقی اور ہندسہ میں ماہر۔ گو یہ کتاب عربوں کا دیوان اور ان کی ادبی تاریخ ہے۔ لیکن اس میں مشہور موسیقاروں کے سوانح اور جواز موسیقی پر بحث بھی ہے۔
۱۴	فارابی - ابو نصر محمد	۹۵۱ء	کتاب فی الموسیقی	قطنی نے آپ کی ۳ کتابوں کے نام دیے ہیں۔ فلسفی انہیں ارسطوئے ثانی کہتے ہیں۔ !
۱۵	مسعودی - ابوالحسن علی بغدادی	۹۵۷ء	مروج الذهب	اصلاً یہ تاریخ کتاب ہے۔ جس میں صنّاع عرب و عجم کی موسیقی پر بھی بحث ہے۔

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	ریہارک
۱۶	ابوالفرج علی بن حسین الإصفہانی	۹۶۷ء	کتاب الاغانی	یہ دیوان عرب ہے اس میں ایام العرب، لوک گیتوں، ادبی، علمی اور ثقافتی مجالس کی تفصیل، موسیقاروں کے حالات، اور ان گانوں کا ذکر ہے۔ جو خلفا کو پسند تھے۔ اس میں دُھنوں پر بھی بحث ہے، اور ان شاعروں پر بھی، جنہوں نے وہ گانے لکھے تھے۔
۱۷	ابن ندیم - محمد بن اسحاق الورّاق - بغدادی	۹۹۵ء	الفرست	در اصل یہ کتاب مسلمانوں کی تصانیف کی فہرست ہے۔ لیکن اس میں موسیقی، اور موسیقاروں پر بھی بحث موجود ہے۔

شمار	نام	سال و نوات	عنوان کتاب	ریارک
۱۸	ابوالوفا محمد بن محمد ابوزبانی الخراسانی	۹۹۸ء	-	ان کی شہرت ہندسہ اور ریاضی میں تھی۔ لیکن ان کی کچھ تخریحات موسیقی پر بھی ہیں۔
۱۹	مسلّمہ بن احمد ابوالقاسم المرزبانی الاندلسی	۱۰۰۷ء	-	اندلس کا ایک بلند پایہ محاسب و منجم، جس نے موسیقی پر بھی کچھ لکھا تھا۔
۲۰	بوعلی سینا بخاری	۱۰۳۷ء	-	الْمَذْخَلُ إِلَى ضَاعَةِ الْمَوْسِقِيِّ كَمَا وَه بُوْعَلِي سِينَا فِي كِتَابِ الشِّفَا وَرِجَاتٍ فِي مَوْسِقِيٍّ بِرَبْحَتٍ كَيْ هِيَ۔
۲۱	ابن عیثم حسن بن حسن بصری	۱۰۳۹ء	رسالة	فی تاثیر اللحن الموسیقیة بلند پایہ فلسفی، محاسب اور منجم۔ قفطی نے اس کی ۶۹ تصانیف دی ہیں۔

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	ریمارک
۲۲	ابن زویلہ	۱۰۴۸ء	-	بو علی بنینا کا شاگرد۔ موسیقی پر ایک کتاب کا مصنف۔
۲۳	کرمانی	۱۰۶۶ء	-	اس کا ذکر آرنلڈ نے میراث (ص ۳۶۵) میں کیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ کون تھا۔ صرف اتنا ہی کہا ہے کہ اس نے موسیقی پر کچھ لکھا تھا، اور رسائل اخوان الصفا کو مقبول بنانے کی کوشش کی تھی۔
۲۴	یحییٰ الخدیج المرسی الاندلسی	۱۱۰۰ء کے بعد	کتاب اللغانی	اصغہانی کے تتبع میں لکھی تھی۔ اس میں موسیقی پر بھی بحث ہے۔
۲۵	ابو الصلت امیہ مصری	۱۱۳۴ء	مقالۃ علی الموسیقی	

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	ریارک
۲۶	ابن باجرہ - ابو بکر محمد بن یحییٰ سر قوسوی -	۱۱۳۸ء	کتاب الموسیقی	آندلس کا فلسفی اور سیاست دان، ابن طفیل کا استاد۔
۲۷	ابن العربی الاشعری الاندلسی - (مشہور ابن العربی وفات ۱۲۲۰ء الگ شخصیت ہے)	۱۱۵۱ء	-	۴۰ کتابوں کا مصنف۔ جس نے ضمناً فن موسیقی اور سازوں کا بھی ذکر کیا ہے۔
۲۸	محمد بن حداد	۱۱۶۵ء	موسیقی پر مقالہ	میراث ص ۳۶۵
۲۹	ابن النقاش	۱۱۷۸ء	موسیقی پر مقالہ	میراث ص ۳۶۵
۳۰	ابوالمجد بن الباہلی	۱۱۸۰ء	موسیقی پر مقالہ	میراث ص ۳۶۵
۳۱	ابن رشد - ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد قرطبی	۱۱۹۸ء	موسیقی پر رسالہ	آندلس کا وہ ممتاز فلسفی، جس کا فلسفہ فرانس اور اٹلی کی درس گاہوں میں تین صدیوں تک پڑھایا جاتا رہا۔

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	ریمارک
۳۲	علم الدین قیصر مصری	۱۲۵۱ء	موسیقی پر تحریر	مصر کا محاسب اور ماہر موسیقی۔
۳۳	ابن سبعین - ابو محمد عبدالحق بن ابراہیم اشبیلی	۱۲۶۹ء	-	نصوف کے ایک مکتب کا بانی۔ اس نے موسیقی پر بھی ایک رسالہ لکھا تھا۔
۳۴	نصیر الدین محقق طوسی	۱۲۷۴ء	رسالہ فی الموسیقی	منجم۔ منطقی، اور فلسفی۔
۳۵	صغی الدین عبدالمومن	۱۲۹۴ء	شرفیہ	اس نے اس کتاب میں موسیقی کے نئے اصول پیش کیے ہیں۔ اور بوعلی سینا اور فارابی پر تنقید کی ہے اس نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔
۳۶	شمس الدین محمد بن المرزحوم	۱۳۲۹ء	-	اس نے موسیقی پر ایک منظوم رسالہ لکھا۔

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	ریمارک
۳۷	مولانا مبارک شاہ	۱۳۶۰ء زندہ		اس نے صغی الدین عبد المؤمن کی کتاب موسیقی کی شرح لکھی۔ اور اسے شیراز کے جلال الدین شاہ شجاع (۱۳۵۷-۱۳۸۴ء) کی طرف منسوب کیا۔ شجاع آل مظفر سے تعلق رکھتا تھا۔
۳۸	عمر و بن حفص الکردی	۱۳۹۰ء	-	اس نے بھی موسیقی پر ایک کتاب لکھی تھی۔
۳۹	شمس الدین العجمی	۱۴۰۰ء کے بعد	کتاب فی الموسیقی	
۴۰	ابن خلدون - عبدالرحمن	۱۴۰۶ء	-	مشہور مورخ۔ اس نے اپنی تصانیف میں موسیقی پر بھی بحث کی ہے۔

شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	زیادگی
۴۱	جرجانی - علی بن محمد السید الشریف	۱۴۱۷ء	-	اس نے اپنی ایک کتاب میں جو طبیعات پر ہے۔ موسیقی پر بھی ایک باب باندھا ہے۔
۴۲	ابن الفناری	۱۴۳۰ء	-	اس نے علوم و فنون پر ایک ضخیم کتاب لکھی تھی۔ نام غالباً "مجمع العلوم" تھا۔ اس میں موسیقی پر بھی بحث کی ہے۔
۴۳	اللاذقی	۱۴۴۵ء	فتیحہ	حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اسے صفی الدین عبدالمومن کا ہم مرتبہ قرار دیا ہے۔
۴۴	ابن شیشی بہاء الدین محمد بن احمد الحللی الشافعی المصری -	۱۴۴۶ء	المستطرف	اس میں موسیقی کے علاوہ باقی علوم پر بھی بحث ہے۔



شمار	نام	سال وفات	عنوان کتاب	رینارک
۴۵	-	-	-	موسیقی پر ایک بے نام کتاب پرنس میوزیم میں رکھی ہے۔ جو عثمانیوں کے ساتویں سلطان محمد ثانی بن مراد ثانی (۱۲۵۱-۱۲۸۱ء) کی طرف منسوب ہے۔

## نوٹ :-

نمبر ۴۵ کی بیشتر تفصیل آرشلڈ کی میراث سے ماخوذ ہیں۔ اور  
کچھ متفرق ماخذ سے لی گئی ہیں۔

• عربی کتب موسیقی یورپ میں

قرون وسطیٰ میں یورپ ایک تاریک بڑا عظیم تھا۔ جہالت، بربریت اور  
بدکاری میں مبتلا۔ استنبول سے فرانس تک نہ کوئی کام کی درس گاہ تھی۔ نہ کتاب،  
نہ عالم نہ معلم۔ جب اسلامی تہذیب کا آفتاب بغداد سے اور مابتاب آندلس سے  
طلوع ہوا۔ تو روشنی کی کرنیں یورپ کے دور۔ دراز گوشوں تک جا پہنچیں۔  
خوابیدہ ذہنوں نے کروٹ لی۔ یورپ کے طلبہ، قرمان، غرناطہ، قاہرہ، دمشق

اور بغداد کی درس گاہوں میں آنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ ایسے عالم پیدا ہو گئے۔  
جو عربی و لاطینی دونوں میں ماہر تھے۔ اور عربوں کا علم یورپ کو دے سکتے تھے۔

✽ قسطنطنیہ افریقی

✽ آرنلڈ آف ولے ٹون

✽ ٹائیگل سکاٹ

✽ بن عذرا

✽ جیرارڈ - وغیرہ

اسی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے عربوں کی کتب موسیقی لاطینی  
وغیرہ میں منتقل کیں۔۔

چند نام حاضر ہیں :-

۱ : ارسطو کی ڈی - - ارنیما کے عربی ترجمہ کو جہینی اسپلانی

(JOHANNES HISPLENSIS - ۱۱۵۷ء)

نے لاطینی میں منتقل کیا۔ (میراث - ص ۳۶۹)

۲ : جالینوس (۱۳۰ - ۲۰۰ء) کی ڈی - ووسی (DE-VOCE)

کا عربی ترجمہ بھی لاطینی میں منتقل ہوا۔ لیکن مترجم کا نام معلوم نہیں۔

(ایضاً)

۳ : فارابی (۹۵۰ء) نے موسیقی پر دو ضخیم کتابیں لکھی تھیں۔ ان

میں سے ایک کا لاطینی ترجمہ جہینی نے DE SCIENTIIS

کے عنوان سے کیا، اور دوسری کا جیرارڈ آف کریونہ (۱۱۸۷ء)

نے DE ORTU SCIENTIARUM -

کے نام سے۔ (ایضاً)

۴ : بو علی سینا (۱۰۳۷ء) نے ارسطو کی ڈی — اِنیما کا ایک  
ملخص تیار کیا تھا۔ جسے جہینی نے لاطینی میں ڈھالا۔

(ایضاً)

۵ : چار سو سال بعد اسی کتاب کو اینڈریاس الپاگ —

(— ANDREAS ALPAGUS — ۱۵۲۰ء) نے

لاطینی میں منتقل کیا۔ (ایضاً)

۶ : ابن رشد (۱۱۹۸ء) نے ڈی — اِنیما کی ایک شرح لکھی تھی۔

جس کا لاطینی ترجمہ مائیکل سکاٹ (۱۲۳۲ء) نے کیا۔

(ایضاً)

۷ : اقلیدس کی الفتانوں (عربی ترجمہ) عبرانی میں منتقل ہوئی۔

(ایضاً)

۸ : موسیٰ بن طین اسرائیلی (۱۲۸۳ء) نے ارسطو کی پرا بلیمیا کا

عربی ترجمہ عبرانی میں ڈھالا۔ (ایضاً)

۹ : ابراہیم بن حیثہ اسرائیلی (۱۱۳۶ء) نے ابو القلت

انیہ (۱۱۳۴ء) کے مقالہ موسیقی کو عبرانی لباس پہنایا۔

(ایضاً : ص ۳۷)

۱۰ : تروٹوسہ (سپین) کے شہم طاب اسحاق —

(SHEM TOB ISAAC — ۱۲۶۷ء) نے

ابن رشد کی شرح (اِنیما) کو عبرانی میں ڈھالا۔

(ایضاً : ص ۳۷)

۱۱ : کلونی مسے (۱۳۲۸ء) نے انفاراج —

عبرانی ترجمہ کیا۔ (ایضاً)

قسنطنطین افریقہ (۱۰۸۷ء) نے۔ جو سبلیز نو (نیپلز) کے نزدیک۔ اٹلی میں) کی طبی اکاڈمی میں پرنسپل تھا۔ دو کتابیں بعنوان : DE HUMAN NATURE اور DE MORBORUM COGNITIONE لکھیں۔

: ۱۲

ایک کا موضوع تھا :

” انسانی زندگی پر ستاروں کا اثر ”

اور دوسری کا :

” موسیقی سے بیماری کا علاج ”

یہ دونوں کتابیں عربوں کے نظریات پہ مبنی تھیں۔

(ایضاً)

گندی سلواکس (— GUNDI SALVUS —)

: ۱۳

۱۱۳۰ء — ۱۱۵۰ء) نے اپنی ایک لاطینی تصنیف :

DE DIVINE PHILOSOPHIAE میں

موسیقی پہ ایک باب باندھا ہے۔ جو تمام تر الفارابی سے ماخوذ ہے۔

(ایضاً)

موسیقی پر ایک لاطینی کتاب کا نام DE MUSICA ہے

: ۱۴

جس کا مصنف ایک جعلی ارسطو ہے۔ اس نے سب کچھ فارابی

سے لیا تھا۔ (ایضاً)

اسی طرح وینٹ ڈی بوائس —

: ۱۵

(VINCENT DE BEAUVAIS ۱۲۶۴ء)

نے اپنی ایک کتاب *SPECULUM DOCTRINALE* میں فارا جے کا بار بار حوالہ دیا ہے۔

(ایضاً)

سین کے ایک مُفکر جیمینی ایچڈٹسٹس — : ۱۶

(JOHANNES AEGIDIUS — ۱۲۷۰ء)

کی کتاب *ARS MUSICA* کا ماخذ بھی فارابی تھا۔

(ایضاً)

راجر بیکن (۱۲۸۰ء) نے اپنی کتاب *OPUS TERTIUM* : ۱۷

میں موسیقی پر ایک باب باندھا ہے۔ جس میں اقلیدس اور

بطلمیوس کے ساتھ فارابی کا بھی بار بار حوالہ دیا ہے، اور

بو علی سینا کی سند سے واضح کیا ہے، کہ موسیقی سے علاجِ امراض

کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ (ایضاً)

اسی موضوع، علاجِ امراض (پر وَالْفَرْ اَوَّلُ مَقْلُوبٌ) (۱۲۸۰ء) : ۱۸

اور اینجیل برٹ (ENGELBERT — ۱۳۳۱ء)

نے ایک ایک کتاب لکھی تھی۔ اور سینا ہی کا سہارا لیا تھا۔

(ایضاً)

جیروم آف ٹراویہ (تیرھویں صدی عیسوی) نے اپنی کتاب : ۱۹

*DE MUSICA* میں آلفارابی کے نظریہ موسیقی پر

پورے باب میں بحث کی۔ اور باقی ابواب میں اس کا

بار بار حوالہ دیا۔

(ایضاً)

۲۰ : علمائے ذیل نے بھی اپنی تصانیف کی تکمیل میں فارابی سے مدد لی تھی :-

جارج ویلا ( VALLA — ۱۵۰۱ء )

جارج ریش ( REISH — ۱۵۰۸ء )

اور کامریئرس ( CAMERARIUS — ۱۶۳۸ء )

( ایضاً )

# ہندی موسیقی

ہندی موسیقی ترکیب و ہیئت میں عربی موسیقی سے قاتلاً جداگانہ ہے۔ اس کے سوز و گداز سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ مندروں اور بندوں کی کوکھ سے پیدا ہوئی۔ پجاری اپنے دیوتا کو متوجہ کرنے کے لیے ایک چھوٹے سے جملے کو مثلاً :-

”ہو مجھ پہ عجز یا (نظر) مورے رام“

انداز اور آواز بدل کر بار بار دہراتا۔ اور ساتھ ساتھ روتتا اور گڑگڑاتا بھی ہے۔  
● اس ریاضت نے رفتہ رفتہ مختلف راگوں مثلاً :-

بھیروی	✽	باگیشری	✽	مالکونس
ویپک	✽	رام کلی	✽	دھناسری
کھباوتی	✽	نالسری	✽	سارنگ
مورٹھی	✽	پلت	✽	دھڑپد
سادھرا	✽	عظمی	✽	ادرا
درباری	✽	ایمن کلیان وغیرہ		

کی صورت اختیار کر لی۔

کہتے ہیں کہ :-

ہندی موسیقی کے کل راگ تقریباً ۳۵ ہزار ہیں۔

ہندی موسیقی کے بڑے بڑے سکول (مکتب) تین ہیں :

- ۱ : کرانہ گائیگی
- ۲ : آگرہ گائیگی ، اور
- ۳ : پٹیارہ گائیگی

### ● کرانہ گائیگی

کرانہ ، دہلی کے قریب ایک گاؤں تھا، جہاں کے دو بھائی نائک بھانو اور نائک دھاندو راجہ مان (۱۴۸۶ء - ۱۵۲۶ء) کے درباری موسیقار تھے۔ اس مکتب سے کچھ مسلمان بھی وابستہ رہے۔ مثلاً :-

رحیم علی اور اس کے دو بیٹے شہاب خان اور ولایت علی۔

شہاب خان کا بیٹا ننھے خان ، ریاست بیدر (دکن) کے والی ، راجہ

چندو لال کا درباری مُطرب تھا۔

ننھے خان کا فرزند رحیم بخش ، نظام دکن (محبوب علی) کے دربار

سے مُسک تھا۔

ہندوستان کی عظیم ترین مُغنیہ، میرا بائی بڑو وکر (عبدالکریم خان کی دختر)

اسی رحیم خان کی شاگرد تھی۔ اور پاکستان کی ملکہ موسیقی روشن آرا بیگم ،

عبدالکریم خان کی شاگرد ہے۔

۱۷ : لالہ موسیٰ کی رہنے والی حکومت کی خطاب یافتہ۔ گواہ (۱۹۷۰ء)

کہوت کی مناہل سے گزر رہی ہے۔ لیکن اس کی آواز میں شباب کی توانائی

اور شیرینی ہنوز موجود ہے۔ یہ ٹی۔وی پہ باز با آہنگی ہیں۔



## • آگرہ کاٹنگی

اس مکتب کا بانی دربار اکبر کا ایک مُغنی حاجی سُبحان خان تھا۔ اس کے دو بیٹے شام رنگ اور سرس رنگ بھی اونچے درجے کے گویے تھے۔ اس مکتب کا سب سے بڑا گوتا گھگتے خدا بخش تھا۔ اس کے تینوں فرزند کلن خان، شیر خان اور غلام عباس بھی موسیقار تھے۔ غلام عباس نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور سن ۱۹۱۷ء میں فوت ہوا۔ بڑوردے والا اُستاد فیاض خان اسی غلام عباس کا نواسہ تھا۔

کلن خان ریاست جے پور سے وابستہ تھا۔

اور شیر خان ریاست میسور سے۔

اُستاد فیاض نے بڑے بڑے شاگرد پیدا کیے، مثلاً :-

•• عظمت حسین خان -

•• شرافت حسین خان -

•• عطا حسین خان - اور

•• بندے حسین خان -

## • پٹیلہ گاٹنگی

یہ سکول بہت پرانا نہیں، بلکہ پچھلی صدی کے آخر میں اُبھرا تھا۔ بھائیوں کہ پٹیلہ کے ایک ہمارا جنے اپنے ہاں بڑے بڑے موسیقار جمع کر لیے۔ اور اُس کا دربار ایک الگ مکتب بن گیا۔ فتح علی خان، اور علی بخش اس مکتب کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ دونوں بہادر شاہ ظفر کے

درباری گائیک ، تان رس خان کے شاگرد تھے۔ بڑے فلام علی خان اسی علی بخش کا بیٹا تھا، اور پٹیالہ گائیکی کا سب سے بڑا نمائندہ۔ فتح علی خان کا لڑکا عاشق علی خان (۱۹۴۸ء) بھی بلند پایہ موسیقار تھا۔

پاکستان کی تین فن کار خواتین :

۱ : ملکہ نگہراج

۲ : فریدہ خانم ، اور

۳ : زاہرہ پروین

اس کی شاگرد ہیں۔ پاکستان کے دو نوجوان فن کار، امانت علی اور فتح علی، علی بخش کے پوتے ہیں، اور اختر حسین خان کے فرزند۔

## ● دربار اکبر

اکبر کا دربار موسیقی کا سب سے بڑا گڑھ تھا۔ اس میں تقریباً سترہ سو گویے تھے۔ تان سین ان کا سردار تھا۔ بیجو باورا، میاں چاند خان، سورج خان، تان ترنگ خان، حسن خان، نوبت خان اور مرزا عاقل کا مقام اس کے بعد آتا ہے۔

تان سین ریاست ریوا میں ایک برہمن کے گھر پیدا ہوا تھا۔ بعد میں مسلمان ہو گیا۔ ۱۵۸۸ء میں وفات پائی، اور گوالیار میں دفن ہوا۔ اس کا مقبول راگ درباری تھا۔ یہ تین راگوں یعنی :-

۱ : میاں کی ٹوڑھی

۲ : میاں کی ٹھہار ، اور

۳ : میاں کے سازنگ کا موجد تھا۔

## ● پاکستان میں موسیقی

پاکستان کے دونوں حصوں (مشرقی و مغربی) میں راگنیوں، راگوں، اور گیتوں کی وہ بھرپور اور موسیقاروں کی وہ کثرت ہے، کہ انہیں ضبط کرنے کے لیے کئی جلدیں چاہئیں۔ آج :

- ☆ فردوسی بیگم ☆ نزاکت علی ، سلامت علی
- ☆ گلنار بیگم (سرحد) ☆ مالا ☆ نور جہاں
- ☆ نذیر بیگم ☆ بیگم سلمیٰ ☆ لیلے ارجمند بانو
- ☆ اقبال بانو ☆ ثریا ملتانگیر ☆ کشور سلطانہ
- ☆ خمیسو خان سندھی ☆ مصری خان سندھی
- ☆ فیض محمد بلوچ ☆ سائیں اختر ☆ عالم لوہار
- ☆ محمد جمن سندھی ☆ احمد خان (سرحد)
- ☆ مطیع الحق (پٹاکام) ☆ زاہدہ پروین
- ☆ ارونا لیلے ☆ پینا لیلے ☆ ریشماں
- ☆ ناپید نیازی ☆ نجمہ نیازی ☆ نسیم بیگم
- ☆ مہدی حسن ☆ احمد رشیدی
- ☆ مسعود رانا ☆ سہیل رانا

اور سینکڑوں دیگر فن کاروں کی نواؤں سے پاکستان گونج رہا ہے۔ ان میں سے کون کس فن میں یکتا ہے۔ اس پر کوئی ماہر فن ہی بحث کر سکتا ہے۔ میں صرف اتنا کہہ کر اس بحث کو ختم کرتا ہوں، کہ اس وقت ہمارے موسیقار ہمارے معاشرے پہ چھائے ہوئے ہیں۔ ان کے عشقیہ گانوں سے ہمارے

درو دیوار گونج رہے ہیں۔ یہ ہمارے نوجوانوں کو ماٹل بہ لذت کر رہے ہیں،  
اور نظام اخلاق کو متزلزل۔

اسے کاشش!

کہ ایسا نہ ہوتا۔

نوٹ :-

ہندی موسیقی کا مواد ان کتابوں سے لیا گیا ہے :

۱ : سر سنگیت : عنایت ملک ، خالد محمود

طبع لاہور ، ۱۹۶۱ء

ادارہ مطبوعات پاکستان - کراچی { ہماری موسیقی : ۲  
پاکستان کو آرٹری : ۳

# مسلمانوں کا فن تعمیر

اسلامی فن تعمیر کی ابتدا گارے کا ایک چھپر یعنی مسجد نبوی مہدی، اور انتہا آگے کا تاج محل۔ ظاہر ہے، کہ اس حسین انتہا تک پہنچنے کے لیے ہمارا فن تعمیر بے شمار ارتقائی منازل سے گزرا ہو گا۔ عربوں کا کوئی اپنا فن تعمیر نہیں تھا۔ وہ جس ملک میں پہنچے، وہیں کے معماروں سے کام لینے لگے۔ ایران میں ایرانی معماروں سے، مصر میں مصریوں سے، اور جہاں کوئی چیز پسند آگئی۔ اُسے دیگر ممالک میں رواج دیتے گئے۔ اس طرح سو۔ دو سو سال میں اسلامی فن تعمیر نے ایک معین ہیئت اختیار کر لی۔ محراب۔ گنبد۔ مینار۔ حوض۔ وسیع صحن۔ جالیاں۔ نظر فریب کتبے اور حسین نقش و نگار مساجد کا لازمہ بن گئے۔

دوسری طرف بڑے بڑے دروازے۔ برج۔ اونچی محرابیں۔ کچی کاری۔ حسین ماحول۔ چشمتے۔ سبزہ زار، اور فوارے شاہی عمارات کے اجزائے لائٹنگ قرار پائے۔

ہماری تعمیرات کی معیاریت۔ ہم نوعیت اور یک رنگی میں سچ کو بھی دخل تھا۔ کہ مسلم معمار سچ پہ جاتے ہوئے مختلف شہروں سے گزرتے۔ ان کی مساجد، مقابر نیز دیگر عمارات دیکھتے۔ ہر اچھی چیز کو ذہن یا قریب میں نقش کرتے چلے جاتے۔ مسلمانوں نے ہر قوم سے اچھی چیزیں لے کر انہیں اپنے نظریات و عقائد کے سانچوں میں یوں ڈھالا، کہ تعمیر کا ہر پہلو ہماری تہذیب، کردار اور خصوصیات

کی علامت بن گیا۔ مینار انگشت شہادت کی۔ گنبد سفید عمامہ کی۔ حوض علم کی۔  
صحن وسعت قلب کی۔ اور جالیاں پر نور سینوں کی۔

## ● ہماری عمارات

ہم نے ہندوستان پر ساڑھے آٹھ سو۔ ہسپانیہ پر آٹھ سو۔ سبلی پر  
پونے تین سو اور مالٹا پر دو سو سال حکومت کی تھی۔ عرب، عراق، شام، ایران،  
افغانستان، مصر، لیبیا، ٹیونس، الجیریا اور مراکش پر ہم چودہ سو سال سے  
مسلط ہیں۔ ہم نے ان ممالک میں بے شمار عمارات بنوائی تھیں۔ جن میں سے کچھ  
تو کھنڈر بن چکی ہیں اور کچھ باقی ہیں۔ ان تمام پر بحث کرنا میرے بس کی بات نہیں۔  
اس لیے چند ایک کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں :-

## ● بیت اللہ الحرام

اس عمارت کی بنیاد مسیح سے اڑھائی ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم  
علیہ السلام نے ڈالی تھی۔ بعد میں یہ بارہا گری اور بنی۔ ۶۰۵ء میں اس کی  
چھت جل گئی اور سیلاب سے دیواریں پھٹ گئیں۔ چنانچہ قریش نے اس کی  
اسر نو تعمیر کرائی، اور حضور صلعم نے دست مبارک سے حجر اسود نصب فرمایا۔

۱ : فن تعمیر کے متعلق تمام معلومات :-

۱ : شیخ احمد کی مسلم آرکیٹیکچر - طبع لاہور ۱۹۲۱ء

۲ : لین پول کی سیرسٹینک آرٹ - اور

۳ : آر۔ ٹی۔ آرنسٹ کی مسلم آرکیٹیکچر سے ماخوذ ہیں۔

اس کے بعد اس میں کئی اضافے ہوئے :-

پہلا : فاروق اعظمؓ نے ۶۳۸ء میں کیا۔

دوسرا : حضرت عثمانؓ نے ۶۴۹ء میں - اور

تیسرا : حضرت عبداللہ بن زبیر نے ۶۸۳ء میں -

خلیفہ عبدالملک نے ایسے ستونوں کا اضافہ کیا۔ جن پر سونا چڑھا ہوا تھا۔

ولید بن عبدالملک نے حرم میں سب مرمر لگوایا۔

خلیفہ مکتفی (۹۰۲ - ۹۰۸ء) نے چاندی کے دروازے بنوائے۔

جن پر سنہری نقش و نگار تھے۔ نیز سات مینار تیار کرائے، اور سلاطین مصر اور

ترکی نے اسے مزید آراستہ کیا۔

### ● مسجد نبوی

یہ مسجد حضور صلعم نے ۶۲۲ء میں تعمیر کرائی تھی۔ اس وقت اس کی

دیواریں گارے کی، اور چھت پر کھجور کی شاخیں تھیں۔ بعد میں فاروق اعظم

اور حضرت عثمانؓ نے اسے وسیع کیا۔ عبدالملک نے اس میں ستونوں اور میناروں

کا اضافہ کیا۔ مامون عباسی اور بعد کے کئی سلاطین نے اسے مزید حسین و جمیل بنایا۔

### ● مسجد اقصیٰ و مسجد عمر یا قبۃ الصخر

مسجد عمر اس مقام پر تعمیر ہوئی ہے، جہاں سے حضور صلعم معراج کی رات

بِزاق پہ سوار ہو کر آسمانوں کی طرف گئے تھے، اور جہاں فتح یوروشلم کے روز

فاروق اعظم نے نماز ادا کی تھی۔ اس کا معمار یزید بن سلم مقدسی تھا۔ پہلے یہ

مسجد معمولی سی تھی۔ عبدالملک نے اسے حسین پتھروں سے بنوایا، اور وسیع

پیمانے پر نقش و نگار کرائے۔

مامون کے عاقل خراسان، عبداللہ بن طاہر (۸۲۸-۸۳۳ء) نے اس کا پورج بنوایا۔ ۹۸۵ء میں مسجد اقصیٰ کے کل ۲۶ دروازے تھے۔ ۱۰۳۵ء میں طاہر فاطمی (۱۰۲۰ء-۱۰۳۵ء) نے عبداللہ نامی ایک عمار سے مسجد کی تجدید کرائی اور دروازوں کی تعداد ۱۵ کر دی۔ ۱۲۲۸ء میں مسجد اقصیٰ کو آگ لگ گئی۔ اور سلیمان اعظم عثمانی (۱۵۲۰-۱۵۶۶ء) نے سنگ مرمر چمکیلی ٹائلوں اور حسین پتھروں سے اسے دوبارہ بنوایا۔ ہماری بعض دیگر عمارات اور مساجد کے کوائف جدول ذیل میں دیکھیے :-

## دیگر عمارات

شمار	عمارت	سال تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
	مسجد کوفہ	۶۳۹ء	بہ عہد عمر بن خطاب	کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کے بعد یہ دوسری مسجد تھی۔ اس کے ستون سنگ مرمر کے تھے، اور اس کا عمار صمدان کا روزبہ تھا۔



شمار	عمارت	سال تعمیر	کس نے بنوائی	ریمارکس
۲	مسجد فسطاط	۶۴۲ء	عمر بن عاص	یہ مسجد ۹۲ x ۵۶ فٹ بنتی ہے۔ چھ دروازے اور پست چھت۔ عہد معاویہ میں مصر کے گورنر مسلمہ بن مخلد نے اس کی تجدید کرائی اور چار مینار بنوائے۔ ۶۰۵ء میں ولید نے اسے وسیع تر اور جمیل تر بنایا اور اس قسم کے اضافے آج تک ہوئے ہیں۔
۳	مسجد قیروان	۶۷۰ء	عقبة بن نافع	یہ ایک سو سالار تھا جسے ۶۶۱ء میں امیر معاویہ نے براہرہ کی طرف بھیجا تھا۔ اس نے

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریکارڈس
				<p>یونیس شہر کے جنوب میں ایک چھاؤنی (قرواں) کی بنا ڈالی۔ جس میں کئی مساجد تعمیر ہوئیں۔ ان میں سے ایک مسجد عقبہ ہے۔</p> <p>۵۶۰ x ۳۳۰ فٹ۔</p> <p>اس میں پہلے خلیفہ ہشام نے اور بعد میں اعلیٰ امیر زیادت اللہ اول (۸۱۶-۶۸۳۷) نے اضافے کرائے۔</p> <p>۵۳۰ x ۳۲۰ فٹ۔</p> <p>یہاں پہلے معبد الشمس تھا جو ۱۱۲ھ میں بنایا گیا۔ اسے عیسائیوں نے کلیسا بنایا، اور</p>
۴	جامع دمشق	۶۷۰ھ	عبدالملک نے شروع اور ولید نے مکمل کی۔	<p>۵۳۰ x ۳۲۰ فٹ۔</p> <p>یہاں پہلے معبد الشمس تھا جو ۱۱۲ھ میں بنایا گیا۔ اسے عیسائیوں نے کلیسا بنایا، اور</p>

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
۵	مسجد قرطبہ	۹۲-۷۸۶ھ	عبدالرحمان اول (۷۵۶-۷۸۸ھ)	مسلمانوں نے مسجد۔ یہ پہلی مسجد ہے، جس میں سیڑھیوں والے مینار، اور گول محرابیں بنائی گئیں۔ یہ مسجد عبدالرحمان نے شروع کی۔ لیکن اس کی تکمیل اس کے نزدند ہشام (۷۸۸-۷۹۶ھ) کے ہاتھوں ہوئی۔ اس میں گیارہ منقش دروازے، دوسو فانوس، کئی زرریں کتبے اور قوارے تھے ساتھ ایک باغ اور جس میں ایک آراب تھا۔

شمار	عمارت	سال تعمیر	کس نے بنوائی	ریکارڈس
۶	فصیل بغداد	۱۷۷۲ء کے قریب	منصور عباسی	۱۲۹۲ھ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی، تو فرودینان نے اسے کلیا بنا دیا۔ بغداد کی بنامصور عباسی (۱۷۷۲ - ۱۷۷۵) نے ۱۷۷۲ھ میں ڈالی تھی۔ اس کی فصیل عظمت و استحکام کا شاہ کار تھی۔ اس پر ۱۶۰ مینار تھے۔ ساتھ ایک خندق آب و جلہ سے ہمیشہ پُر رہتی تھی۔ منصور نے بغداد میں ایک نہایت عمدہ مسجد بھی بنوائی تھی۔
۷	مسجد سامرہ	۱۸۵۷ء کے قریب	متوکل	سامرہ بغداد کی ایک اضافی بستی تھی۔ (۱۸۲۷ - ۱۸۶۱)

شمار	عمارت	سال تعمیر	کس نے بنوائی	ریبار کس
۸	مسجد احمد ابن طولون	۶۸۸۰ کے قریب	احمد	اس میں متوکل نے چار لاکھ دینار کے صرف سے لب و جلد ایک خوشنما مسجد بنوائی تھی۔ بہت وسیع ۶۰۴۳ × ۶۵۶۴ فٹ۔ اس میں متعدد دینار تھے۔ لیکن اب یہ موجود نہیں۔ بُنھارا کے ایک سامانی فرماں روا نے اپنا ایک غلام (طولون) مامون کو تسحفہ بھیجا۔ مامون نے اسے مناصب عالیہ پہنچا دیا، اور جب اس کا فرزند احمد جوان ہوا، تو اسے

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
				<p>خلیفہ معتمد (۸۶۸ - ۸۶۹ء) نے عاملِ مصر مقرر کر دیا۔ وہاں یہ خود مختار بن بیٹھا، اور اس نے اپنے چار جانشینوں سمیت ۳۸ برس حکومت کی۔ اس نے فسطاط کے قریب ایک مسجد، ایک مدرسہ، اور ایک لائبریری بنائی تھی۔</p>
۹	جامعہ ازہر	۹۷۵ء	معز فاطمی (۹۷۲ - ۹۷۵ء)	<p>۹۰۸ء میں ایک بربری شیعہ ابو محمد عبداللہ ہدی نے مراکش سے مصر تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ یہ</p>

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریبار کس
				<p>سلسلہ فاطمیہ کا  بانی تھا۔ یہ خاندان  سال ۱۱۷۱ء تک  زندہ رہا۔ اس  خاندان نے ۱۹۶۹ء  میں قاہرہ فتح کر لیا۔  اور وہاں ایک  عظیم الشان مسجد  بنا کر اس کے ساتھ  ایک درس گاہ بھی  قائم کر دی۔ جو  جامعہ ازہر کے  نام سے مشہور ہے۔  یہ یونیورسٹی آج  بھی جو بن پر ہے۔  اس میں ہر عہد کے  سلاطین نے اضافے  کیے، اور اس لیے  اس کا ہر حصہ جداگانہ</p>

شمار	عمارت	سال تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
۱۰	مسجد الحاکم	۱۹۹۶ء	الحاکم (۱۹۹۶-۲۰۱۰ء)	فین تعمیر کا مظہر ہے۔ قاہرہ کی یہ مسجد عزیزہ فاطمی (۱۹۶۵-۱۹۹۶ء) نے ۱۹۹۶ء میں شروع کرائی۔ لیکن تعمیر الحاکم کے باعثوں ہوئی۔ یہ مسجد اب باقی نہیں رہی۔
۱۱	مسجد الجیوش	۱۰۸۵ء	بدر الجمالی (۱۰۹۲ء)	بدر الجمالی - خلیفہ مستنصر فاطمی (۱۰۳۵-۱۰۹۲ء) کا سپہ سالار تھا۔ جس نے قاہرہ کے قریب ایک پہاڑی آفتد پر یہ مسجد بنائی تھی۔
۱۲	فصیل قاہرہ	۱۰۸۷ء	”	اس میں کئی



شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
۱۳	مدرسہ	۱۱۷۶ء	صلاح الدین ایوبی (۱۱۷۹-۱۱۹۳ء)	منقش دروازے اور اوپر برج تھے۔ قاہرہ میں امام شافعی کے روضہ کے پاس بنوایا۔ بہت وسیع ہے اس نے ایک قلعہ بھی بنوایا تھا قلعۃ الجبل کے نام سے۔
۱۴	تعمیرات ایوبیہ و مملوکیہ			صلاح الدین ایوبی ایوبی سلسلے کا پہلا سلطان تھا۔ اس کے جانشینوں نے مصر، شام وغیرہ پر ۱۲۲۸ء تک حکومت کی۔ اور برجگہ زبسیوں میں بنوائیں۔ ان کے بعد مصر میں

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریمارکس
۱۵	عباسیہ، سامانیہ، سلاجقہ وغیرہ کی تعمیرات۔	۴۵۰ - ۱۲۵۸	خلفا	ممالیک برسرِ اقتدار آگئے۔ جو ۱۲۵۰ء سے ۱۵۱۷ء تک حکومت کرتے رہے۔ ان کے سلاطین کی تعداد ۵۳ تھی۔ ان لوگوں نے سینکڑوں مساجد اور مدرسے تعمیر کرائے۔ ان میں سے ایک ناصر الدین محمد بن قلاؤں نے تیس مساجد بنوائیں۔ جن میں سے ۲۰ اب بھی موجود ہیں۔ خلفائے عباسیہ کے طویل دورِ اقتدار (۵۰۸ سال) میں خلفا اور ان کے

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریارکس
۱۶	تعمیرات ہند	۱۰۰۱ء - ۱۸۵۷ء	سلاطین ہند	<p>عالمین نے ملتان سے براکش اور سمرقند سے بحیرہ اسود تک کتنی عمارات بنوائیں۔ اس کی تفصیل پیش کرنے کے لیے ایک عمر چاہیے۔ یہی حال سلجوقیوں، سامانیوں، صفویوں اور عثمانیوں کا تھا۔ اس لیے ہم اس داستان کو یہیں چھوڑ کر تعمیرات ہند کی طرف توجہ کرتے ہیں۔</p> <p>ہند میں سلاطین دہلی کے نو بڑے سلسلوں :- ۱ : غزنوی ۲ : غوری</p>

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریکارڈس
				۳ : مملوک ۴ : خلیجی ۵ : تغلق ۶ : سادات ۷ : لودھی ۸ : افغانہ، لوہ ۹ : مظاہر کے علاوہ کئی صوبائی سلسلے مثلاً :- * جوپور * مالوہ * دکن وغیرہ بھی برسرِ اقتدار رہے۔ اور انھوں نے سینکڑوں عمارات بنوائیں۔ ان میں سے صرف چند ایک کا ذکر کروں گا۔ محمود، قنوج و مہترا کو تاجراج کرنے کے
۱۷	عروسی فلک	۱۰۱۹ء	محمود غزنوی	

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریکارڈ کس
۱۸	افغانوں کی عمارات	۱۱۹۳ء - ۱۵۵۵ء	-	بعد ۱۰۰۰ء میں غزنوی واپس گیا۔ تو وہاں ایک عالیشان مسجد عروسِ فلک کے نام سے بنوائی۔ نیز مینارِ فتح تعمیر کرایا۔ جو ۴۰ فٹ بلند تھا۔ اور اُس کا چبوترہ ستارے کی شکل کا تھا۔ غزنویوں نے کئی اور عمارات بھی بنوائیں۔ جو اب موجود نہیں۔ غوری، مملوک اور لودھی سب کے سب پٹھان تھے۔ انھوں نے دہلی، اجمیر اور دیگر مقامات پر بیسیوں مساجد، مدارس، مقابر اور

شمار	عمارت	سال تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
۱۹	عمارات تغلق	۱۳۲۰ء - ۱۴۱۲ء	-	محل بنوائے۔ دہلی کا قطب مینار، اور اردگرد کی عمارات انہی کی تعمیر کردہ ہیں۔ اس خاندان کے گیارہ بادشاہوں نے ۹۲ برس حکومت کی۔ ان میں سے صرف تین یعنی: غیاث الدین محمد شاہ اور فیروز شاہ کو عمارات سے دلچسپی تھی۔ غیاث نے دہلی کے قریب تغلق آباد بنوایا۔ جو اب کھنڈر بن چکا ہے اس میں ایک ایسا محل بھی تھا۔ جس میں سونے کی اینٹیں لگی ہوئی تھیں۔

شمار	عمارت	سال تعمیر	کس نے بنوائی	ریکارڈس
۲۰	فیروز آباد	۱۳۵۱ء - ۱۳۸۸ء	فیروز شاہ	(مسلم آرکیٹیکچر - از شیخ احمد شاہ) غیاث الدین کاروند اب بھی موجود ہے اور اچھی حالت میں - دہلی کے قریب ایک بستی جو کوٹہ فیروز شاہ کے نام سے مشہور ہوئی - اس میں مساجد اور مدارس بھی تھے - جونپور، حصار اور فتح آباد کے ارد گرد مضبوط فصیل اسی نے بنوائی تھی -
۲۱	عمارات مغلیہ	-	-	ان عمارات کو شمار کرنا مشکل ہے - کوئی درجن بھر عمارات توضیح تک ہی ہیں -

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
				<p>مثلاً : قلعہ ایک -  اس کے ساتھ بیگم  کی سرائے - مشرق  میں ایک مقبرہ اور  سرکاری دفاتر کے  کھنڈرات - ہٹیاں  کے قریب ایک سرائے -  حسن ابدال میں حکیم  ابوالفتح اور لالہ رنج  کی قبریں - واہ کی بستی  میں شاہجہان کی فرودگاہ -  ساتھ شالامار طرز  کا باغ - اور واہ  چھاؤنی میں باولی -  مغلوں کی عمارات  فن کی ندرت - صناعمی  کی لطافت ، اور  نقش و نگار کی دلنغیزی  میں بے مثال تھیں -</p>



شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
۲۲	محل	۱۵۲۸ء	بابر	چند عمارات کا ذکر :- یہ محل آگرہ میں تھا۔ نہایت حسین و جمیل۔
۲۳	ہفت ایوان	۱۵۳۸ء	ہمایوں	اس محل کے سات مختے تھے۔ ہر حصہ سات ستاروں میں سے کسی ایک کی طرف منسوب تھا۔ ہمایوں کی دیگر عمارات میں سے آگرہ کی مسجد بہت مشہور ہے۔
۲۴	مقبرہ ہمایوں	۱۵۶۵-۶۹ء	اکبر	اس کا آغاز ہمایوں کی ملکہ مریم سکانی نے کیا تھا۔ لیکن تکمیل اکبر نے کی۔ سلاطین مغلیہ کے روضے، عموماً ایک ہی شکل کے ہیں۔ باغ، نہر، فوارے۔

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
				سنگ مرمر، قیمتی پتھر، مسجد اور وسیع سبزہ زار شاہدوں میں مقبرہ جہانگیر اسی طرز کا ہے۔
۲۵	لال محل - آگرہ	-	اکبر	سرخ پتھر کا۔
۲۶	مسجد فتح پور	-	اکبر	۴۷۴ x ۴۴۴ فٹ بہت خوبصورت۔ فتح پور سیکری کی چند دیگر عمارات بھی مشہور ہیں۔ یعنی :- : بیرونی کا محل : جوہا بانی کا محل : دیوان خاص۔ وغیرہ یہ اب لکھنؤ میں چکا ہے۔
۲۷	قلعہ الہ آباد	-	اکبر	یہ مقبرہ خود اکبر نے آگرہ سے پانچ میل شمال مغرب میں مقام کنڈر بنوایا تھا۔
۲۸	مقبرہ اکبر	-	اکبر	

شمار	عمارت	سالِ تعمیر	کس نے بنوائی	ریبار کس
۲۹	جہانگیری محل	۱۶۱۶ء	جہانگیر	قلعہ آگرہ کے اندر۔
			(۱۶۰۵ء -	
			۱۶۲۸ء)	
۳۰	سر اے نور محل	۱۶۱۸ء	"	جالندھر کے قریب۔
۳۱	شالامار - لاہور	۱۶۲۰ء	"	لاہور کے حسین ترین
				مقام دو ہی ہیں :-
				۱ : شالامار
				۲ : شاہدرہ
۳۲	مقبرہ اعتماد الدولہ	۱۶۲۸ء	"	اعتماد الدولہ، ملکہ
				نور جہاں کا والد تھا۔
				اس کا مقبرہ آگرہ
				میں ہے۔
۳۳	تاج محل	۱۶۳۱ء	شاہ جہاں	اس پر ۲۳ برس،
		۱۶۵۳ء	(۱۶۲۸ء -	اور ۵۰ لاکھ دینار
			۱۶۵۸ء)	صرف ہوئے۔ یہ
				دنیا کی حسین ترین
				عمارت ہے۔ جو آج
				بھی اتنی ہی دلکش ہے
				جتنی سو اٹھ سو سال

شمار	عمارت	سال تعمیر	کس نے بنوائی	ریار کس
				پہلے تھی۔
۳۴	لال قلعہ دہلی	۱۶۳۸ء - ۱۶۴۸ء	شاہ جہاں	یہ آج بھی شوخ سرخ ہے۔ اور اس کے رنگ میں کوئی فرق نہیں آیا۔
۳۵	دیوان خاص	۱۶۵۰ء	"	لال قلعہ کے اندر۔
۳۶	موتی مسجد	۱۶۴۸ء	"	لال قلعہ کے اندر۔
۳۷	مقبرہ آصف خاں	۱۶۴۱ء	"	یہ شاہدرہ میں ہے۔
۳۸	مسجد وزیر خاں	۱۶۵۰ء اندازاً	علیم الدین	اسے شاہ جہاں نے پنجاب کا گورنر مقرر کیا تھا۔ یہ مسجد اسی نے بنوائی تھی۔
۳۹	رنگ محل دہلی	۱۶۴۸ء	شاہ جہاں	
۴۰	جامع مسجد دہلی	۱۶۴۸ء	"	یہ مسجد حسن و لطافت کا شاہ کار ہے۔
۴۱	جماعت خانہ	۱۶۴۹ء	"	یہ ایک مسجد نما عمارت ہے۔ جو تاج محل کے احاطہ میں واقع ہے۔

شمار	عمارت	سال تعمیر	کس نے بنوائی	ریکارڈس
۴۲	شاہی مسجد لاہور	۱۶۷۴	عالمگیر (۱۶۵۹ء - ۱۷۰۷ء)	حسن، وسعت اور عظمت میں لا جواب۔

### ● صوفیائی و علاقائی سلسلوں کی عمارات

علاقائی سلاطین کے اہم سلسلے بارہ تھے۔ جو بنگال، جون پور، مالوہ، گجرات، دکن وغیرہ میں سنہ ۱۲۰۲ء سے ۱۶۸۷ء تک حکمران رہے۔ اس طویل عرصے (۴۸۵ سال) میں ان لوگوں نے اتنی عمارات بنائیں، کہ انہیں شمار کرنے کے لیے اکہ، عمر چاہیے۔ پھر ان تقاریر سے فن تعمیر کے ایک طالب العلم کو تو دلچسپی ہوسکتی ہے۔ لیکن ایک عام قاری کو نہیں۔ اس لیے میں اس بحث کو یہیں ختم کرتا ہوں۔



# خطاطی

خط میں حسن و خوشنمائی خالص مسلمانوں کا حصہ ہے۔ اس میں کوئی اور قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ لوگ اس فن کے اس قدر گرویدہ رہے ہیں کہ سلطان ابراہیم غزنوی (۱۰۵۹ء - ۱۰۹۹ء)، ناصر الدین بلوک (۱۲۴۶ء - ۱۲۶۵ء) اور عالم گیر (۱۶۵۹ء - ۱۷۰۷ء) جیسے کئی بادشاہ قرآن لکھ کر ثواب بھی کماتے تھے اور خطاطوں کا مقابلہ بھی کرتے تھے۔ سلطان ابراہیم ہر سال ایک قرآن لکھ کر بیت اللہ میں رکھواتا تھا۔

(آرنلڈ: نقاشی اسلام میں ص ۱)

محمد بن محمود الاملی کا قول ہے :-

”خطاطی روحانی جو میٹری ہے۔ یہ ان لوگوں کی زبان ہے جو مرچکے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی خوشبو ہے، جسے صرف روح سونگھ سکتی ہے۔“

(نقائس الفنون - بحوالہ آرنلڈ)

(نقاشی اسلام میں - ص ۲)

ہمارے ہاں خطاط ہر زمانے میں موجود تھے۔ ہماری کوئی پرانی یا نئی

مسجد، قبر یا یادگار ایسی نہیں، جو آیات و اشعار سے آراستہ نہ ہو۔

اگر آپ ہماری نئی مساجد کو دیکھیں۔ تاج کینی لاہور کے قرآن شریف۔  
کلام غالب و عافظ کے خاص نسخے ملاحظہ فرمائیں، تو آپ کو یہ تسلیم کرنا  
ہی پڑے کہ ہمارے آج کے پروپی رٹم، نفیس رٹم اور اعجاز نگار پرانے  
خطاطوں سے کسی طرح کم نہیں۔

ان خطاطوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انہیں منبسط کرنا میری ہمت  
سے باہر ہے۔ اس لیے چند ناموں پر اکتفا کرتا ہوں :-

شمار	نام	وطن	سال وفات (بھجری)	ریار کس
۱	فضل بن شہل	بغداد	۲۰۳ھ	عالم و سیاستدان مامون کا وزیر۔
۲	ابراہیم بن عباس القتولی	مصر	۲۲۳ھ	"ادب الکتاب" کا مصنف
۳	علی بن محمد بن خالد الوراق	بغداد	۲۸۲ھ	کاتب مامون
۴	احمد بن ابی خالد	بغداد	۳۱۰ھ	مقتدر، قاہر
۵	ابن مقلہ :- ابو علی محمد بن علی بن مقلہ	بغداد	۳۲۸ھ	اور راضی کا وزیر رہا۔ یہ ایک عظیم خطاط بھی تھا۔



شمار	نام	وطن	سال وفات (ہجری)	ریار کس
۴	ابو عبد اللہ محمد اسماعیل زنجی۔	نیشاپور	۳۵۳ھ	زنج نیشاپور کا ایک قریب ہے۔ (قاموس)
۷	قاضی القضاة حسین بن محمد بن عبد الوہاب الشریف۔	-	۳۷۲ھ	-
۸	محمد بن عمران المرزبان	-	۳۸۴ھ	اس کا لقب الکاتب البلیغ تھا۔
۹	ابن یوہاب - علی بن ہلال	بغداد	۴۲۳ھ	-
۱۰	جمال الدین یاقوت مستعصمی	بغداد	۴۹۶ھ	لقب :- امام النسخ
۱۱	عبد اللہ الصیرفی	-	۷۲۸ھ - زندہ	اس کا لکھا ہوا ایک قرآن مجید بوسٹن کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔
۱۲	عبد اللہ بن احمد	مرآة (آذربائیجان)	۷۳۸ھ - زندہ	-

شمار	نام	وطن	سال وفات (ہجری)	ریارکس
۱۳	سلطان علی مشہدی	مشہد	۹۰۵ھ - زندہ	اس نے میر علی شیر نوائی کا دیوان لکھا تھا۔
۱۴	معین الدین فراہی	خراسان	۹۰۷ھ	فراہستان کا ایک گاؤں ہے یہ وہاں پیدا ہوا تھا لیکن بعد میں خراسان چلا گیا۔
۱۵	سلطان علی	مشہد	۹۱۹ھ	اس کے چند شاگرد۔ مثلاً بہ سلطان محمد نواہ علاء الدین عبدی نیشاپوری وغیرہ۔ بہت مشہور ہوئے۔
۱۶	زین الدین دانا	-	۹۲۵ھ	یہ بھی — سلطان علی کا شاگرد تھا۔

شمار	نام	وطن	سال وفات (ہجری)	ریارس (دوسری)
۱۷	سلطان محمد - نور	تبریز میں قیام	۹۲۹ - زندہ	صفوی دربار کا خطاط - جس نے ۹۲۹ھ میں ختمہ نظامی لکھا۔
۱۸	مولانا میر علی	ہرات	۹۳۰ - زندہ	اس کا لکھا ہوا ختمہ نظامی برطانوی میوزیم میں موجود ہے۔
۱۹	شاہ محمود	نیشاپور	۹۲۳ - زندہ	

### خطاطی کے متعلق ماخذ :-

- ۱ : ایم۔ ایس۔ ڈیوینڈ - "مسلم آرٹس" اردو ترجمہ از ڈاکٹر شیخ  
عنایت اللہ - طبع لاہور، ۱۹۶۴ء
- ۲ : آرٹلڈ - پینٹنگ ان اسلام -
- ۳ : ابو حیان توحیدی - علم الکتابتہ - اردو ترجمہ :- ڈاکٹر  
محمد عبداللہ چغتائی - طبع لاہور - ۱۹۶۶ء -

### ● حرفِ آخر

تو یہ سچی ہماری تہذیب کی داستانِ جلیل - جس کا آغاز تو سن ۶۲۲ء

میں ہوا تھا۔ لیکن انتہا نہ جانے کہاں ہو؛ قوموں کے اجتماعی عمل سے یہی چیزیں متاثر ہوتی ہیں۔ تاریخ، تقدیر اور مذہب۔ کوئی زمانہ تھا کہ کسی قوم کی تہذیب کو ایک معین ہیئت اختیار کرنے کے لیے صدیاں درکار ہوتی تھیں، اور آج چند سال لگتے ہیں۔ آج کے وسائل آمد و رفت نے زمین کو ایک بستی بنا دیا ہے۔ جس میں جاپان برطانیہ کا ہمسایہ معلوم ہوتا ہے۔ اس بستی پر آواز کی ہزاروں طاقتور لہریں (ریڈیو) پورس کر رہی ہیں۔ ہر طرف سے فکرِ جدید کی آندھیاں اٹھ رہی ہیں۔ اخبارات، رسائل اور نوبہ نو کتابوں کی وہ یلغار ہے کہ خدا کی پناہ۔ اس تصادم، فشار اور کشاکش سے ہماری تہذیب تیزی سے بدل رہی ہے۔ کل اس کی صورت کیا ہوگی؟ اللہ ہی جانے۔ ہمارا فرض عمل اور جدوجہد ہے۔

بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر      طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر  
 جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود      کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود  
 ہر اک منتظر تیری یلغار کا      تری شوخی و سرور کا  
 تجھے کیا بناؤں تری سرنوشت      تو ہے فاتحِ عالم خوب زشت

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

# مآخذ

ابو الحسن علی بن حسین - المنصور	۱ : مروج الذهب
مقربری - تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر مصری -	۲ : النور الاکبر
ایضاً	
المقربری - احمد بن محمد التمشانی -	۳ : الخطوط والآثار
جعفر بن سعید الحلبي -	۴ : نفع الطیب
یا قوت تموی -	۵ : شرائع الاسلام
جاحظ : عمرو بن بحر البصری	۶ : معجم البلدان
ابن منظور مصری -	۷ : کتاب المحاسن
ابن الجوزی -	۸ : اخبار ابی نواس
ابو حیان التوحیدی -	۹ : مناقب عمر بن عبدالعزیز
ابو الحسین احمد بن کبیر الراوندی -	۱۰ : علم الکتاب
خوند میر -	۱۱ : راحة الصدور
عبدالرزاق سمرقندی -	۱۲ : حبيب البیر
شیخ فرید الدین عطار -	۱۳ : مطلع السعدین
دولت شاه سمرقندی -	۱۴ : تذکرة الاولیاء
	۱۵ : تذکرة الشعراء

بابر - ظہیر الدین -

سکندر منشی -

محمد حیدر مرزا دو فلات -

نظامی عروضی -

ابوالفضل -

محمود بن محمد -

تدوین : ڈاکٹر عبداللہ چغتائی

لاہوری (۱۹۶۹ء)

سید علی حسن خان بھوپالی -

راغب طباطبائی -

اردو ترجمہ از :- افتخار

احمد بلخی -

محمد مارڈیوک پکھتال -

اردو ترجمہ ، از : فیروز سنز

لاہور -

مولانا عبدالمجید سالک -

بریفالٹ - اردو ترجمہ از :

مولانا عبدالمجید سالک -

موسیو لیبان - اردو ترجمہ از :

سید علی بلگرامی -

لین پول - اردو ترجمہ از : مصنف -

۱۴ : تزک یابری

۱۷ : تاریخ عالم آراء عباسی

۱۸ : تاریخ رشیدی

۱۹ : چار مقالہ

۲۰ : آئین اکبری

۲۱ : قوانین خطوط

۲۲ : صبح گلشن

۲۳ : تاریخ افکار و علوم اسلامی

۲۴ : اسلامی تہذیب

۲۵ : مسلم ثقافت ہند میں

۲۶ : تشکیل انسانیت

۲۷ : تمدن عرب

۲۸ : فرمان روایان اسلام

۲۹: معرکہ مذہب و سائنس

۳۰: سرنیگیٹ

۳۱: اسلام اور موسیقی

۳۲: تاریخ اسلامی مصوری

۳۳: دائرہ معارف اسلامیہ

۳۴: الذوق العالمیۃ

۳۵: مرآة السالکین

۳۶: دی ری نے کس نے

آف اسلام۔

۳۷: پیٹنگ ان پاکستان۔

۳۸: لنگسی آف اسرائیل

۳۹: لنگسی آف اسلام

۴۰: ڈیفینیشن آف کلمہ

ڈاکٹر ڈریسپر۔

اردو ترجمہ از:- مولانا

ظفر علی خان۔

عنایت بک ایم۔ اے و

خالد محمود بی۔ اے۔

سید محمد جعفر شاہ

نخلواری۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔

پنجاب یونیورسٹی۔

ایضاً

از:- مولانا امام الدین

گجراتی۔

صلاح الدین خدا بخش۔

حکومت پاکستان۔

پروفیسر اے گلامی

(GUILLAUMI)

آرنلڈ۔

ٹی۔ ایس۔ ایلٹ۔

شیخ احمد لاہوری۔

۴۱ : مسلم آر کی بیکنچر

وی۔ سی۔ سکاٹ۔

۴۲ : اینٹرن لائبریری

ایچ۔ ایم۔ ایلیٹ۔

۴۳ : ہسٹری آف انڈیا۔

بڑھتی ہوئی۔

۴۴ : ٹریڈنگ ان وی

مغل امپائر۔

سرولیم آٹلے

۴۵ : ٹریڈنگ ان وی

ویرٹیس کنٹریز

آف وی ایٹ

120,000  
895,020  
25,000

1265020



ہمارے عظیم گہنڈے

ڈاکٹر غلام جیلانی برفی